Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

21	تحریک پاکستان	80
22	ضرورت ایجاد کی ماں ہے	82
23	سکول میں میرا پہلا دن	83
24	تمباکو نوشی کے نقصانات	84
25	اپنی مدد آپ	85
26	گداگری	88
27	اتحاد	93
28	طالب علم کے فرائض	96
29	ایک پاکستانی بازار	98
30	ترقی کرنے کے اصول	99
31	سیلاب کی تباہ کاریاں	100
32	علم کی فضیلت	101
33	خطوط	105
34	کہانیاں	112
35	جملوں کی تکمیل	116
36	جملوں کی درستی	118
37	سابقے	122
38	لاحقے	124
39	واحد جمع	126
40	مذکر مؤنث	133
41	الفاظ مترادف	136
42	الفاظ متضاد	141
43	تفہیم عبارات واشعار	147

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

فہرست

نمبر شمار		صفحہ نمبر
1	صرف ونحو	1
2	آبِ زم زم	13
3	علامہ اقبال	16
4	قائداعظم	19
5	یومِ آزادی	23
6	عیدین	26
7	محنت کی برکتیں	30
8	حبِ وطن	35
9	ایک دلچسپ سفر	38
10	تندرستی ہزار نعمت ہے	42
11	عیادتِ مریض	46
12	ماں باپ کے ساتھ سلوک	50
13	چاندنی رات	53
14	شہری اور دیہاتی زندگی	57
15	وقت کی پابندی	63
16	میرے دوست	66
17	خوشامد	69
18	برسات کا موسم	71
19	تعلیمِ نسواں	74
20	سائنس کے کرشمے	76

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

صرف ونحو

ہر زبان کے لیے کچھ اصول اور قوانین ہوتے ہیں جن سے اس زبان کو صحیح طور سے سیکھا اور استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اردو زبان کے بھی کچھ اصول ہیں جنھیں گرامر یا قواعد کہا جاتا ہے۔ ان کے جاننے سے ہم اردو زبان کو ٹھیک ٹھیک بول اور سمجھ سکتے ہیں۔

قواعد کے دو حصے ہیں۔ ۱۔ حصہ صرف ۲۔ حصہ نحو

۱۔صرف: قواعد کا وہ حصہ ہے جس میں الفاظ سے بحث کی جاتی ہے یعنی یہ لفظ واحد ہے یا جمع، مذکر ہے یا مؤنث، اسم ہے یا فعل اور یا حرف ہے۔ اس حصہ قواعد میں صرف کلمات والفاظ ہی موضوعِ بحث ہوتے ہیں۔

۲۔نحو: قواعد یا گرامر کا وہ حصہ ہے جس میں مرکب جملوں اور عبارتوں سے بحث کی جاتی ہے۔

حصہ صرف

لفظ: انسان اپنی زبان سے جو کچھ بولتا ہے اسے لفظ کہتے ہیں۔ جیسے: کتاب۔ قلم۔ پانی۔ روٹی۔

لفظ کی قسمیں: ۱۔ لفظ موضوع ۲۔ لفظ مہمل

۱۔لفظ موضوع: وہ لفظ جس کے کچھ معنی ہوں اسے لفظِ موضوع کہتے ہیں۔ مثلاً میز۔ کھانا۔

۲۔لفظ مہمل: وہ لفظ ہے جس کے کچھ معنی نہ ہوں جیسے: وقاب۔ ووٹی۔ وانا۔

لفظ موضوع کی قسمیں: ۱۔کلمہ ۲۔ کلام

۱۔کلمہ: اکیلے بامعنی لفظ کو کلمہ کہتے ہیں۔ جیسے: مسجد۔ آیا۔ گھر۔

۲۔کلام: دو یا دو سے زیادہ بامعنی لفظوں کے مجموعے کو کلام یا مرکب کہتے ہیں۔ جیسے: نیک لڑکا۔ طاہر نیک ہے۔

کلمہ کی قسمیں: ۱۔اسم ۲۔ فعل ۳۔ حرف

۱۔اسم: وہ کلمہ ہے جو کسی شخص، کسی جگہ یا کسی چیز یا کیفیت کا نام ہو۔ جیسے: محمود۔ لاہور۔ پنکھا یا نام کی جگہ استعمال ہو مثلاً وہ، وہاں۔

۲۔فعل: وہ کلمہ ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا معلوم ہو۔ جیسے: آیا۔ جاتا تھا۔ لکھے گا۔

۳۔حرف: وہ کلمہ جو اکیلا تو کچھ معنی نہ دے لیکن دوسرے کلمات کے ساتھ مل کر معنی دے اور ان میں تعلق بھی پیدا کرے۔ جیسے: میں گھر سے مسجد تک گیا۔ اس میں ''سے'' اور ''تک'' دو حرف ہیں۔

اسم کی قسمیں: ۱۔ اسم ذات ۲۔ اسم صفت

۱۔اسم ذات: وہ اسم ہے جو کسی وجود اور حقیقت کو ظاہر کرے۔ جیسے: محمود۔ قلم۔ دیوار۔

۲۔اسم صفت: وہ اسم ہے جو کسی کی اچھی یا بری حالت کو ظاہر کرے۔ جیسے: نیک لڑکی۔ تیز گھوڑا۔ یہاں ''نیک'' اور ''تیز'' اسم صفت ہیں۔

اسم کی استعمال کے لحاظ سے قسمیں: ۱۔ اسم معرفہ ۲۔ اسم نکرہ

۱۔اسم معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی خاص چیز، شخص یا جگہ کے نام کو ظاہر کرے۔ جیسے: کوہِ ہمالیہ، بانگِ درا، لاہور، محمود۔ اسم معرفہ کو ''اسم خاص'' بھی کہتے ہیں۔

۲۔اسم نکرہ: وہ اسم ہے جو کسی عام چیز، عام شخص یا جگہ کے عام نام کو ظاہر کرے۔ جیسے: پہاڑ، کتاب، شہر، آدمی۔ اسم نکرہ کو ''اسم عام'' بھی کہتے ہیں۔

اسم معرفہ کی قسمیں: ۱۔اسم علم ۲۔اسم ضمیر ۳۔اسم اشارہ ۴۔اسم موصول

۱۔اسم علم: وہ اسم ہے جو کسی شخص کے خاص نام کو ظاہر کرے۔ جیسے: شاعرِ مشرق، غالب، مٹھو، ابنِ قاسم، شمس العلما۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اسم علم کی قسمیں ۱۔خطاب ۲۔لقب ۳۔تخلص ۴۔کنیت ۵۔عرف

۱۔خطاب: وہ اسم معرفہ ہے جو کسی خوبی کی وجہ سے حکومت کی طرف سے دیا جائے۔ جیسے: رستم زماں۔ شمس العلما۔ خان بہادر۔

۲۔لقب: وہ اسم معرفہ جو کسی خوبی کی وجہ سے قوم کی طرف سے دیا جائے۔ جیسے: موسیٰ کلیم اللہ۔ عیسیٰ روح اللہ۔ قائداعظم۔ قائد ملت۔

۳۔تخلص: وہ مختصر نام جو شاعر اپنے اشعار میں استعمال کے لیے رکھ لیتے ہیں۔ جیسے: ابراہیم ذوقؔ۔ اسداللہ خاں غالبؔ۔ الطاف حسین حالیؔ۔ ان میں ذوقؔ، غالبؔ اور حالیؔ تخلص ہیں۔

۴۔کنیت: وہ اسم ہے جو باپ، ماں یا بیٹے یا اور کسی تعلق کی وجہ سے پکارا جائے جیسے ابن خطاب۔ ابن مریم۔ ابوالقاسم۔ ابوتراب۔ ان میں ابنِ خطاب حضرت عمر فاروقؓ کی کنیت ہے۔ ان کے والد خطاب کی وجہ سے۔ ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام کی کنیت ہے۔ حضرت مریم ان کی والدہ کی وجہ سے۔ ابوالقاسم حضور پاک ﷺ کی کنیت ہے۔ ابوتراب حضرت علی مرتضیٰؓ کی کنیت ہے۔

۵۔اسم عرف: وہ اسم ہے جو یا تو والدین بچپن ہی سے بچے کا پیار سے ایک نام رکھ دیتے ہیں یا اصل نام بگڑ کر یا پھر کسی انسانی خوبی یا نقص کی وجہ سے اس کا کوئی ایک نام مشہور ہو جاتا ہے۔ جیسے: پپو، مٹھو، چندہ، مون، جاوید سے جیدا، رشید سے شیدا، اکرم سے اکی، بگا یا بگو، لنگڑا، گونگا، چھوٹو، لمبو وغیرہ۔

۲۔اسم ضمیر: وہ اسم ہے جو کسی دوسرے اسم کی جگہ استعمال کیا جائے جیسے: ندیم آیا اس نے سبق پڑھایا اور چلا گیا۔ اس میں ''اس'' اور ''وہ'' دونوں ضمیریں ہیں جو ندیم کی جگہ استعمال ہوئی ہیں۔ ضمیر جس کی جگہ استعمال ہوتی ہے اسے ''مرجع'' کہتے ہیں۔

اسم ضمیر کی قسمیں: ۱۔ ضمیر فاعلی ۲۔ ضمیر مفعولی ۳۔ ضمیر اضافی

۱۔ضمیر فاعلی: وہ ضمیر ہے جو کسی فعل کا فاعل بن رہی ہو وہ یہ ہیں:

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ۔اس	انھوں	تو	تم	میں	ہم

۲۔ضمیر مفعولی: وہ ضمیر جو مفعول کی جگہ استعمال ہوتی ہے۔ وہ یہ ہیں:

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
اسے	انھیں	تجھے	تمھیں	مجھے	ہمیں

۳۔ضمیر اضافی: وہ ضمیر ہے جو مضاف الیہ سے بن کر استعمال ہو۔ وہ یہ ہیں:

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
اس کا	ان کا	تیرا/تیری	تمھارا/تمھاری	میرا/میری	ہمارا/ہماری

۳۔اسم موصول: وہ اسم ہے جسے کسی جملے کے ساتھ لگائے بغیر اس کے معنی سمجھ میں نہ آئیں۔ وہ یہ ہیں: جو۔ جو کوئی۔ جس۔ جسے۔ جنھوں۔ جنھیں۔ جو کچھ۔ جو چیز۔

۴۔اسم اشارہ: وہ اسم ہے جس سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے۔ وہ یہ ہیں: وہ۔ یہ۔

''وہ'' دور کی چیز کے لیے اور ''یہ'' نزدیک کی چیز کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جس چیز کی طرف اشارہ کیا جائے اسے مشارالیہ کہتے ہیں۔ جیسے: وہ لڑکا۔ یہ کتاب۔ یہاں ''وہ'' اور ''یہ'' اسم اشارہ ہیں۔ لڑکا اور کتاب مشارالیہ۔

نوٹ: یہ بات ذہن نشین رہے کہ ''وہ'' اور ''یہ'' بطور ضمیر واحد غائب بھی استعمال ہوتے ہیں اس حالت میں انھیں ضمیر اشارہ کہتے ہیں۔ دونوں میں یہ فرق ہے کہ جب ''وہ'' اور ''یہ'' اسم اشارہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں تو اسم اشارہ پہلے اور مشارالیہ بعد میں آتا ہے لیکن ضمیر اشارہ کی صورت میں ان کے مشارالیہ کا جسے مرجع کہا جاتا ہے ''وہ'' اور ''یہ'' سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اسم ضمیر، اسم اشارہ اور اسم موصول کو اسم معرفہ کی قسموں میں شمار کیا جاتا ہے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کیونکہ اسم ضمیر، اسم اشارہ اور اسم موصول کو جن اسموں سے تعلق ہوتا ہے معرفہ بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے۔

اسم نکرہ: وہ اسم ہے جو کسی عام شخص یا جگہ اور چیز کے لیے بولا جائے۔ جیسے: آدمی۔ مدرسہ۔ آم۔

اسم نکرہ کی قسمیں: ۱۔اسم آلہ ۲۔اسم صوت ۳۔اسم تصغیر یا مصغر ۴۔اسم مکبر ۵۔اسم ظرف

۱۔اسم آلہ: وہ اسم نکرہ ہے جو کسی اوزار یا ہتھیار کو ظاہر کرے۔ جیسے: چاقو۔ قینچی۔ چھری۔ تلوار۔ بندوق۔ عربی اور فارسی کے اسم آلہ بھی اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔

جیسے: مقیاس الحرارت (تھرمامیٹر)۔ مسواک۔ مقراض (قینچی)۔ مسطر (فٹ رول یا پیمانہ۔ قلم تراش (چاقو) وغیرہ۔

۲۔اسم صوت: وہ اسم نکرہ ہے جو کسی آواز کو ظاہر کرے۔ جیسے: سائیں سائیں (ہوا کی آواز)۔ کائیں کائیں (کوے کی آواز)۔ چھم چھم (بارش کی آواز)۔ غٹرغوں (کبوتر کی آواز)۔ ٹن ٹن (گھنٹے کی آواز)۔ کُوکُو (کوئل کی آواز)۔

۳۔اسم مصغر یا تصغیر: وہ اسم نکرہ ہے جو کسی چیز کا چھوٹا پن ظاہر کرے۔ جیسے دیگچی۔ باغیچہ۔ پیالی۔ غالیچہ (چھوٹا قالین)۔ بچونگڑا۔ ڈھولک۔ مردوا۔ پگڑی۔ مکھڑا۔

۴۔اسم مکبر: وہ اسم نکرہ ہے جو کسی چیز کا بڑا پن ظاہر کرے۔ جیسے: شہنشاہ۔ شاہتوت۔ شہتیر۔ شاہ رگ۔ شاہ سوار۔ شہ زور۔ شہ پر (بڑا پر)۔ پگڑ۔ گٹھڑ۔ تنگڑ۔ چھتر۔ شاہ کار۔

۵۔اسم ظرف: وہ اسم نکرہ ہے جس سے کوئی جگہ یا وقت ظاہر ہو۔ جیسے: دفتر۔ سکول۔ کارخانہ۔ صبح۔ شام۔ آج۔ کل۔

اسم ظرف کی قسمیں: ۱۔ظرف مکاں ۲۔ظرف زماں

۱۔ظرف مکاں: وہ اسم نکرہ جو کسی جگہ کو ظاہر کرے۔ جیسے: مسجد۔ مدرسہ۔ گھر۔ سٹیشن۔ سبزی منڈی۔ نمکدان۔ شفاخانہ۔ عیدگاہ۔ کتب خانہ۔ تارگھر۔ ڈاک خانہ۔

۲۔ظرف زماں: وہ اسم نکرہ جو کسی وقت کو ظاہر کرے۔ جیسے: صبح۔ شام۔ دوپہر۔ رات۔ دن۔ سال۔ مہینا۔ ہفتہ۔ منٹ۔ سیکنڈ۔ آج۔ کل۔

اسم کی بناوٹ کے اعتبار سے قسمیں: ۱۔اسم جامد ۲۔اسم مصدر ۳۔اسم مشتق

۱۔اسم جامد: وہ اسم ہے جو نہ خود کسی اسم سے بنا ہو اور نہ اس سے کوئی دوسرا اسم بنے۔ جیسے: اینٹ۔ درخت۔ چٹان۔ دولت۔ چٹائی۔

۲۔اسم مصدر: وہ اسم ہے جو خود تو کسی سے نہ بنے لیکن اس سے بہت سے اسم اور فعل بنیں۔ جیسے: لکھنا سے لکھنے والا۔ لکھاوغیرہ۔

اردو زبان میں ''نا'' مصدر کی علامت ہے۔ مثلاً اٹھنا، بیٹھنا، جاگنا۔ لیکن کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے آخر میں ''نا'' آتا ہے لیکن وہ مصدر نہیں ہوتے۔ جیسے: گنا۔ کانا۔ نانا۔ پرانا۔ بچھونا (بستر)۔ چونا۔ تانا۔ بانا۔ سونا (دھات) یہ مصدر نہیں ہیں۔

مصدر کی قسمیں: ۱۔مصدرِ مفرد ۲۔مصدر مرکب ۳۔مصدر لازم ۴۔مصدر متعدی

۱۔مصدر مفرد: وہ اسم جو شروع ہی سے مصدر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: آنا۔ جانا۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ کہنا۔

۲۔مصدر مرکب: وہ اسم ہے جو کسی مصدر کے شروع میں کوئی لفظ لگا کر دوسرا مصدر بنا لیتے ہیں۔ اسے مصدر مرکب کہتے ہیں۔ جیسے: قے آنا۔ بہک جانا۔ کلمہ پڑھنا۔ قصیدہ لکھنا۔ سچ کہنا وغیرہ۔

۳۔مصدر لازم: وہ مصدر ہے جس سے بنے ہوئے تمام افعال لازم ہوں۔ وہ فعل جو صرف فاعل کو چاہے فعل لازم کہلاتا ہے۔ جس مصدر سے یہ فعل بنے گا وہ مصدر بھی لازم ہوگا۔ جیسے: آنا۔ جانا۔ دوڑنا۔ ہنسنا۔ رونا۔ بھاگنا۔ سونا۔ جاگنا۔ اچھلنا۔ کودنا وغیرہ سب مصدر لازم ہیں۔

۴۔مصدر متعدی: وہ مصدر ہے جس سے متعدی افعال بنتے ہیں اور متعدی فعل وہ ہے جو فاعل کے علاوہ مفعول کو بھی چاہے۔ جن مصادر سے یہ متعدی افعال بنیں گے وہ مصدر متعدی ہوں گے جیسے: لکھنا۔ پڑھنا۔ کھانا۔ پینا۔ پیٹنا۔ دوڑانا۔ رلانا۔ بھگانا۔ اچھالنا۔ دیکھنا۔ سننا وغیرہ سب مصدر متعدی ہیں۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

۵۔اسم مشتق: وہ اسم ہے جو خود تو مصدر وغیرہ سے بنے لیکن اس سے پھر کوئی لفظ نہ بنے۔ جیسے: لکھنا سے لکھنے والا۔ لکھنے والی۔ لکھا ہوا۔ لکھتا ہوا۔ الفاظ بنتے ہیں لیکن آگے ان سے کوئی لفظ نہیں بنتا۔

اسم مشتق کی قسمیں: ۱۔اسم فاعل ۲۔اسم مفعول ۳۔اسم حالیہ ۴۔اسم حاصل مصدر ۵۔اسم معاوضہ

۱۔اسم فاعل: وہ اسم مشتق ہے جو کسی فاعل کو ظاہر کرے۔ جیسے: وسیم لکھنے والا۔ مقیم پڑھنے والا۔ ان میں وسیم کو لکھنے والا اور مقیم کو پڑھنے والا کہ کر دونوں کا فاعل ہونا ظاہر کیا ہے اس لیے لکھنے والا اور پڑھنے والا اسم فاعل کہلاتے ہیں۔

اسم فاعل کی قسمیں: ۱۔اسم فاعل قیاسی ۲۔اسم فاعل سماعی

۱۔اسم فاعل قیاسی: وہ اسم ہے جو قاعدے کے مطابق مصدر سے بنایا جائے۔ جیسے: لکھنے والا۔ پڑھنے والا۔

اسم فاعل قیاسی بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''الف'' ہٹا کر مذکر کے لیے ''ے والا'' اور مؤنث کے لیے ''ے والی'' لگا دینے سے اسم فاعل بن جاتا ہے۔ جیسے: پڑھنا سے پڑھنے والا اور پڑھنے والی۔ لکھنا سے لکھنے والا اور لکھنے والی۔

اسم فاعل سماعی بنانے کا طریقہ: اس اسم فاعل کے بنانے کا کوئی خاص طریقہ نہیں بلکہ اہل زبان سے مختلف علامتوں کے لگانے سے اسم فاعل بنایا جانا منقول ہے۔ جیسے: ٹھٹھیرا۔ لکڑہارا۔ رکھوالا۔ حلوائی۔ دھوبی۔ موچی۔ جوہری۔ سنار۔ پجاری۔ بھکاری۔ بھٹیارا۔ سپیرا۔ گھسیارا۔ ڈاکو۔ جیب کترا۔ چور۔ ڈاکیا۔ کھلاڑی۔ گویا۔

فارسی کے اسم فاعل بھی اردو میں مستعمل ہیں مثلاً راہ بر۔ راہ نما۔ سرمایہ دار۔ کتب فروش۔ خیر خواہ۔ باغبان۔ توپچی۔ طلب گار۔ باشندہ۔ دانشور۔ جادوگر۔ گھڑی ساز۔ خدمت گار۔ پرہیز گار۔

عربی کے اسم فاعل اردو میں بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسے:

فاعل کے وزن پر آنے والے: خَادِمٌ. حَاکِمٌ. عَادِلٌ. رَازِقٌ. خَالِقٌ.

مفاعل کے وزن پر آنے والے: مُلَازِمٌ. مُحَافِظٌ. مُجَاهِدٌ. مَسَافِرٌ. مَنَاظِرٌ.

مفعل کے وزن پر آنے والے: مُؤنِسٌ. مُحْسِنٌ. مُوْجِدٌ. مُشْفِقٌ.

اسم فاعل اور فاعل میں فرق

۱۔ اسم فاعل بنایا جاتا ہے لیکن فاعل بنایا نہیں جاتا بلکہ اس سے تو صرف فعل واقع ہوتا ہے۔

۲۔ اسم فاعل وہ ہے جو فاعل کو ظاہر کرے جبکہ فاعل کام کرنے والے کو کہتے ہیں۔

۳۔ اسم فاعل کو فاعل کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں لیکن فاعل کبھی اسم فاعل کی جگہ استعمال نہیں ہو سکتا جیسے: لکھنے والے نے خط لکھا۔ یہاں لکھنے والا اگرچہ اسم فاعل ہے لیکن فاعل بنا ہوا ہے۔

۲۔اسم مفعول: وہ اسم مشتق ہے جو کسی کا مفعول ہونا ظاہر کرے۔ جیسے: لکھا ہوا خط' پڑھی ہوئی کتاب۔ ان جملوں میں لکھا ہوا اور پڑھی ہوئی اسم مفعول ہیں' کیونکہ یہ دونوں خط اور کتاب کا مفعول ہونا ظاہر کر رہے ہیں۔

اسم مفعول کی قسمیں: ۱۔اسم مفعول قیاسی ۲۔اسم مفعول سماعی

۱۔اسم مفعول قیاسی: وہ اسم مشتق ہے جو قاعدے کے مطابق مصدر سے بنایا جائے۔

۱۔اسم مفعول قیاسی بنانے کا طریقہ: جس مصدر سے اسم مفعول بنانا ہو اس کی ماضی مطلق کے آخر میں ''ہوا'' لگا دینے سے اسم مفعول بن جاتا ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

جیسے: لکھنا سے لکھا ہوا اور لکھی ہوئی، پڑھنا سے پڑھا ہوا اور پڑھی ہوئی اسم مفعول بن گئے۔

۲۔ اسم مفعول سماعی: وہ اسم ہے جو کسی قاعدے سے بنایا تو نہیں جاتا لیکن معنی اسم مفعول کے دیتا ہے۔ مثلاً نکٹا (ناک کٹا ہوا)۔ کن چھدا (کان میں سوراخ کیا ہوا)۔ بیاہتا (شادی کی ہوئی)۔ دکھی (ستایا ہوا)۔

فارسی کے اسم مفعول اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے: اندوختہ (جمع کیا ہوا)۔ آموختہ (پڑھا ہوا)۔ آزمودہ (آزمایا ہوا)۔ شنیدہ (سنا ہوا)۔

عربی کے اسم مفعول اردو میں بھی کثرت سے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسے

(i) مفعول کے وزن پر: مَظْلُوْمٌ، مَخْلُوْقٌ، مَعْبُوْدٌ، مَعْلُوْمٌ، مَقْتُوْلٌ.

(ii) مفتعل کے وزن پر: مُقْتَدِرٌ، مُنْتَشِرٌ، مُنْتَظِرٌ، مُنْتَخِبٌ.

اسم مفعول اور مفعول میں فرق

۱۔ اسم مفعول وہ ہے جو مفعول کو ظاہر کرے اور مفعول اسے کہتے ہیں جس پر کوئی فعل واقع ہوا ہو۔

۲۔ اسم مفعول مصدر وغیرہ سے بنایا جاتا ہے لیکن مفعول بنایا نہیں جاتا۔

۳۔ اسم مفعول کو مفعول کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں لیکن مفعول کبھی اسم مفعول کی جگہ استعمال نہیں ہو سکتا۔ جیسے: میں نے لکھا ہوا پڑھا۔ بچہ پڑھا ہوا بھول گیا۔ ان جملوں میں لکھا ہوا، پڑھا ہوا دونوں اسم مفعول ہیں جو مفعول کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

اسم حالیہ

وہ اسم مشتق ہے جو کسی فاعل یا مفعول کی حالت بیان کرے۔ جیسے: نعیم ہنستا ہوا آیا۔ وسیم نے کامران کو پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پہلے جملے میں ''ہنستا ہوا'' فاعل نعیم کی حالت بیان کر رہا ہے۔ دوسرے جملے میں ''پڑھتے ہوئے'' کامران جو کہ مفعول ہے، کی حالت بیان کر رہا ہے لہٰذا ''ہنستا ہوا'' اور ''پڑھتے ہوئے'' دونوں اسم حالیہ ہیں۔

اسم حالیہ بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''تا ہوا'' لگا دینے سے اسم حالیہ بن جاتا ہے۔ جیسے: لکھنا سے لکھتا ہوا، لکھتی ہوئی۔ پڑھنا سے پڑھتا ہوا اور پڑھتی ہوئی اسم حالیہ ہیں۔

حاصل مصدر

وہ اسم مشتق ہے جو مصدر تو نہ ہو لیکن معنی اور اثر مصدر کا ظاہر کرے۔ مثلاً آہٹ (آنا)، لڑائی (لڑنا)، دباؤ (دبانا) چنانچہ آہٹ، لڑائی، دباؤ حاصل مصدر ہیں۔

حاصل مصدر بنانے کے طریقے:

۱۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''الف'' ہٹا کر جو باقی رہے وہ حاصل مصدر بن جاتا ہے۔ جیسے: جلنا سے جلن، چلنا سے چلن، دکھنا سے دکھن، لگنا سے لگن، چبھنا سے چبھن۔

۲۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر باقی جو رہے وہ حاصل مصدر بن جاتا ہے۔ جیسے: دوڑنا سے دوڑ، چاہنا سے چاہ، بھاگنا سے بھاگ، دکھنا سے دکھ حاصل مصدر ہیں۔

۳۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''ؤ'' لگا دینے سے حاصل مصدر بن جاتا ہے۔ جیسے: دبانا سے دباؤ، جھکانا سے جھکاؤ، بہانا سے بہاؤ، لگانا سے لگاؤ۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

۴۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''وٹ'' لگا دینے سے حاصل مصدر بن جاتا ہے۔ جیسے: ملانا سے ملاوٹ' گرانا سے گراوٹ' بنانا سے بناوٹ' سجانا سے سجاوٹ۔

۵۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''ہٹ'' لگا دینے سے حاصل مصدر بن جاتا ہے۔ جیسے: گھبرانا سے گھبراہٹ' مسکرانا سے مسکراہٹ' آنا سے آہٹ۔

۶۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''ائی'' لگا دینے سے حاصل مصدر بن جاتا ہے۔ جیسے: لڑنا سے لڑائی' رنگنا سے رنگائی' پڑھنا سے پڑھائی' لکھنا سے لکھائی' پٹنا سے پٹائی۔

۷۔ لڑکپن۔ بچپن۔ اپنایت۔ چاہت۔ چال یہ سب حاصل مصدر ہیں۔

۸۔ فارسی کے حاصل مصدر اردو میں بھی حاصل مصدر ہی شمار ہوں گے۔ جیسے: گفتگو۔ جستجو۔ آمدورفت۔ آزمائش۔ پیمائش وغیرہ۔

۹۔ عربی کے حاصل مصدر اردو میں بھی حاصل مصدر کے طور پر ہی استعمال ہوں گے۔ جیسے: شرافت۔ جہالت۔ حماقت۔ علم۔ عمل وغیرہ۔

اسم معاوضہ

وہ اسم مشتق ہے جو کسی کام یا کسی خدمت کی اجرت اور بدلے کے معنی دے مثلاً پسوائی۔ دھلائی۔

اسم معاوضہ بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''ائی'' لگا دینے سے اسم معاوضہ بن جاتا ہے۔ جیسے: رنگوانا سے رنگوائی' لگوانا سے لگوائی' دھلانا سے دھلائی' اٹھوانا سے اٹھوائی' پسوانا سے پسوائی وغیرہ۔

اسم صفت

وہ اسم ہے جس سے کسی کی اچھی یا بری حالت ظاہر کی جائے مثلاً نیک لڑکا' اونچی دیوار۔ ان میں نیک اور اونچی اسم صفت ہیں۔ جس کی اچھی یا بری حالت ظاہر کی جائے اسے اسم موصوف کہتے ہیں۔ جیسے: اوپر کی مثالوں میں لڑکا اور دیوار اسم موصوف ہیں۔

اسم صفت کی قسمیں: ۱۔ صفت اصلی ۲۔ صفت نسبتی

۱۔ صفت اصلی: وہ اسم ہے جو زبان میں شروع سے کسی کی اچھائی یا برائی بیان کرنے کے لیے استعمال کیا جائے جیسے اچھا۔ برا۔ نیک۔ بد۔ تیز۔ سست۔

صفت اصلی کے درجے: ۱۔ صفت نفسی ۲۔ صفت بعض ۳۔ صفت کل

۱۔ صفت نفسی: وہ اسم صفت ہے جس سے کسی کی حالت کسی دوسرے اسم سے بغیر مقابلہ کے ظاہر کی جائے۔ جیسے: اچھا۔ برا۔ اونچا۔ نیچا وغیرہ۔

۲۔ صفت بعض: وہ اسم صفت جس سے کسی ایک کو دوسرے سے بڑھایا جائے۔ مثلاً اس سے اونچا۔ نیک تر۔

۳۔ صفت کل: وہ اسم صفت ہے جس سے ایک کو دوسرے سب سے بڑھایا جائے جیسے سب سے اونچا۔ بلند ترین۔ نیک ترین۔

صفت نسبتی: وہ اسم صفت ہے جو صفت تو نہ ہو لیکن محض تعلق کی وجہ سے صفت کے معنی ظاہر کرے۔ جیسے: لاہوری نمک' عربی آدمی۔ ان دونوں میں لاہوری کا لفظ لاہور سے اور عربی کا لفظ عرب سے تعلق ظاہر کرنے کی وجہ سے صفت نسبتی کہلاتے ہیں۔

صفت نسبتی بنانے کے طریقے

۱۔ بعض اسموں کے آخر میں ''ی'' لگا دینے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے۔ جیسے: لاہور سے لاہوری' ملتان سے ملتانی' قصور سے قصوری۔

۲۔ اگر کسی اسم کے آخر میں ''الف۔ ہ۔ ی'' ہوں تو الف' ہ اور ی کو ''و'' سے تبدیل کر کے ''ی'' نسبتی لگائی جائے گی۔ جیسے: ٹیکسلا سے ٹیکسلوی' ڈسکہ سے ڈسکوی' کراچی سے کراچوی صفت نسبتی بنائی جائے گی۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

۳۔ بعض اسموں کے آخر میں ''انہ'' لگا دینے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے۔ جیسے: شاگرد سے شاگردانہ، استاد سے استادانہ، عالم سے عالمانہ۔

۴۔ بعض اسموں کے آخر میں ''انی'' لگا دینے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے۔ جیسے نور سے نورانی، روح سے روحانی۔

۵۔ بعض اسموں کے آخر میں ''ین'' لگا دینے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے۔ جیسے رنگ سے رنگین، سنگ (پتھر) سے سنگین، نمک سے نمکین۔

۶۔ مکہ اور مدینہ کی صفت نسبتی خلافِ قیاس مکہ سے مکی اور مدینہ سے مدنی استعمال کی جاتی ہے۔

۷۔ مندرجہ ذیل الفاظ صفت نسبتی ہیں: مٹیالا۔ جیالا۔ شرمیلا۔ رنگیلا۔ زہریلا وغیرہ۔

صفت مشبہ: ایسا اسم صفت جو موصوف کی ذات اور حقیقت سے تعلق رکھے جیسے: شریف۔ بخیل۔ رذیل۔ سرخ۔ سیاہ۔ یہ صفت موصوف کی ذات میں مستقل رہتی ہے۔ اسے صفت ذاتی بھی کہتے ہیں۔

تثنیہ: تمام زبانوں میں اسم واحد ہوگا جو ایک چیز کے لیے بولا جاتا ہے یا جمع ہوگا جو ایک سے زیادہ چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ عربی زبان بالکل منفرد خوبی رکھتی ہے کہ اس میں واحد اور جمع کے درمیان ایک اور صیغہ رکھا ہے جسے تثنیہ کہتے ہیں جو دو چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ اردو میں ایک سے زائد چیزوں کے لیے جمع کا استعمال ہوتا ہے، لیکن عربی زبان میں دو سے زائد چیزوں پر جمع کا اطلاق ہوتا ہے۔

تثنیہ بنانے کا طریقہ عربی میں یہ ہے کہ واحد کے آخر میں ''ین'' لگا دیتے ہیں اور اس سے پہلے حرف پر زبر پڑھا جاتا ہے جیسے:

واحد	تثنیہ	معنی	واحد	تثنیہ	معنی
والد	والدین	ماں باپ دونوں	نقطہ	نقطین	دو نقطے
جانب	جانبین	دو طرفیں	خط	خطین	دو خط
زاویہ	زاویتین	دو زاویے	دار	دارین	دو جہان
سبیل	سبیلین	دو راستے			

اسم الجمع

وہ اسم ہے جو خود واحد ہوتا ہے لیکن معنی جمع کے دیتا ہے جیسے: لشکر۔ فوج۔ جماعت۔ گروہ۔ ڈار۔ گلہ۔ ریوڑ۔ پارٹی۔ محفل۔ مجمع۔ بھیڑ وغیرہ۔

فعل

وہ کلمہ ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا کسی زمانے میں معلوم ہو۔ جیسے: نعیم آیا۔ طاہر نے کتاب پڑھی۔

فعل کا تعلق زمانے کے ساتھ ہوتا ہے اور زمانے تین ہیں:

۱۔ زمانہ ماضی: جو گزر چکا ہے۔ اسے زمانہ ماضی کہتے ہیں۔

۲۔ زمانہ حال: وہ زمانہ جو موجود ہے اسے حال کہتے ہیں۔

۳۔ زمانہ مستقبل: آئندہ زمانے کو زمانہ مستقبل کہتے ہیں۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

فعل کی قسمیں

۱۔فعل ماضی ۲۔فعل حال ۳۔فعل مستقبل ۴۔فعل مضارع ۵۔فعل امر
۶۔فعل نہی ۷۔فعل لازم ۸۔فعل متعدی ۹۔فعل معروف ۱۰۔فعل مجہول
۱۱۔فعل تام ۱۲۔فعل ناقص

یہ یاد رہے کہ فعل کے لیے فاعل کی بھی مختلف حالتیں ہوتی ہیں مثلاً غائب' حاضر' متکلم اور پھر واحد ہوگا یا جمع ہوگا چنانچہ فعل کی چھے صورتیں اور در ہو جائیں گے جیسے:

۱۔واحد غائب ۲۔جمع غائب ۳۔واحد حاضر ۴۔جمع حاضر ۵۔واحد متکلم ۶۔جمع متکلم

ان درجوں کو صیغے کہتے ہیں کسی فعل کو ان صیغوں میں تبدیل کرنا گردان کہلاتا ہے۔

فعل ماضی: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا گزرے ہوئے زمانے میں معلوم ہو۔ جیسے: ندیم گیا۔ فریدہ خط لکھتی ہے۔

فعل ماضی کی قسمیں

۱۔ماضی مطلق ۲۔ماضی قریب ۳۔ماضی بعید ۴۔ماضی شکیہ ۵۔ماضی تمنائی ۶۔ماضی استمراری

۱۔ماضی مطلق: وہ فعل ہے جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا صرف گزرے ہوئے زمانے میں معلوم ہو لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ گزرا ہوا زمانہ نزدیک کا ہے دور۔ مثلاً: وہ آیا۔ تم گئے۔

ماضی مطلق بنانے کے طریقے:

۱۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''الف'' لگا دینے سے ماضی مطلق بن جاتی ہے۔ جیسے: لکھنا سے لکھا۔ پڑھنا سے پڑھا۔ دوڑنا سے دوڑا۔ لکھا پڑھا اور دوڑا ماضی مطلق ہے۔

۲۔ بعض مصدروں کے آخر سے 'نا' ہٹا کر ''یا'' لگا دینے سے ماضی مطلق بن جاتی ہے۔ جیسے: کھانا سے کھایا۔ رونا سے رویا۔ کھایا' رویا اور آیا ماضی مطلق ہے۔

۳۔ جانا اور کرنا مصدر کی ماضی مطلق ان کے خلاف آتی ہے۔ جانا سے ''گیا'' ماضی مطلق ہے اور کرنا سے ''کیا'' ماضی مطلق ہے۔

۲۔ **ماضی قریب:** وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا نزدیک کے گزرے ہوئے زمانے میں معلوم ہو۔ جیسے: ندیم آیا ہے۔ فرح گئی ہے۔

ماضی قریب بنانے کا طریقہ: ماضی مطلق کے آخر میں ''ہے'' لگا دینے سے ماضی قریب بن جاتی ہے۔

۳۔ماضی بعید: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا دیر کے گزرے ہوئے زمانے میں معلوم ہو۔ جیسے: مقیم نے لکھا تھا۔

ماضی بعید بنانے کا طریقہ: ماضی مطلق کے آخر میں ''تھا'' لگا دینے سے ماضی بعید بن جاتی ہے۔

۴۔ماضی شکیہ: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کے کرنے یا ہونے کا گزرے ہوئے زمانے میں شک معلوم ہو۔ جیسے: اس نے خط لکھا ہوگا۔

۵۔ماضی تمنائی: وہ فعل ہے جس سے گزرے ہوئے زمانے میں کسی کام کی آرزو' تمنا یا شرط معلوم ہو۔ جیسے: کاش وہ محنت کرتا۔ اگر وہ آتا۔

۶۔ماضی استمراری: وہ فعل ہے جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا گزرے ہوئے زمانے میں لگاتار اور مسلسل معلوم ہو جیسے وہ لکھتا تھا وغیرہ

بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''تا تھا'' یا ''رہا تھا'' لگا دینے سے ماضی استمراری بن جاتی ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

فعل حال: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا موجودہ زمانے میں معلوم ہو۔ جیسے: فوزیہ کتاب پڑھتی ہے۔
فریدہ مضمون لکھ رہی ہے۔

فعل مستقبل: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا آئندہ زمانے میں معلوم ہو۔ جیسے: رضوان ملتان جائے گا۔

فعل مضارع: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا موجودہ اور آئندہ زمانے میں معلوم ہو۔ جیسے: عدنان آئے۔ آئے فعل مضارع ہے۔

فعل امر: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کے کرنے یا ہونے کا حکم معلوم ہو۔ جیسے: تو آ۔ تم کھاؤ۔

فعل نہی: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کے نہ کرنے یا نہ ہونے کا حکم معلوم ہو۔ جیسے: تو نہ جا۔ تم مت آؤ۔

فعل لازم: وہ فعل ہے جو صرف فاعل کو چاہے۔ جیسے: ندیم ہنسا۔ گھوڑا دوڑا۔ ان دونوں جملوں میں ''ہنسا'' اور ''دوڑا'' دونوں فعل لازم ہیں کیونکہ ندیم اور گھوڑا دونوں فاعل ہیں جن کے ذکر کر دینے کے بعد فعلوں کے معانی پورے ہو گئے۔ آیا۔ گیا۔ دوڑا۔ چلا۔ ہنسا۔ رویا۔ بھاگا وغیرہ سب فعل لازم ہیں۔

فعل متعدی: وہ فعل ہے جو فاعل کے ساتھ مفعول بھی چاہے۔ جیسے: استاد نے سبق پڑھایا۔ اس جملے میں ''پڑھایا'' فعل متعدی ہے۔ استاد فاعل ہے جس کے ذکر کرنے کے بعد سبق جو مفعول ہے کے ذکر کیے بغیر فعل کے معنی مکمل نہیں ہوتے۔ چنانچہ لکھا۔ پڑھا۔ کھایا۔ پیا۔ بیٹھا۔ دیکھا۔ سب فعل متعدی ہیں۔

فعل معروف: وہ فعل ہے جس کا فاعل معلوم ہو جیسے طاہرہ آئی۔ اس جملے میں ''آئی'' فعل معروف ہے کیونکہ اس کا فاعل ''طاہرہ'' معلوم ہے۔

فعل مجہول: وہ فعل ہے جس کا فاعل معلوم نہ ہو۔ جیسے: خط لکھا گیا۔ اس جملے میں ''لکھا گیا'' فعل مجہول ہے۔ کیونکہ اس کا فاعل معلوم نہیں ہے۔ فعل مجہول جس اسم پر واقع ہوتا ہے اسے نائب فاعل کہتے ہیں۔ فعل مجہول ہمیشہ فعل متعدی سے بنتے ہیں۔ فعل لازم سے مجہول نہیں بنتا۔

فعل تام: وہ فعل ہے جو اگر فعل لازم ہے تو فاعل کا ذکر کر دینے کے بعد اس کے معنی مکمل ہو جائیں جیسے سعید آیا۔ یہاں ''آیا'' فعل تام ہے۔ سعید ''فاعل'' کے ذکر کر دینے کے بعد اس کے معنی پورے ہو گئے اور اگر فعل متعدی ہے تو فاعل اور مفعول دونوں کا ذکر کر دینے کے بعد اس کے معنی مکمل ہو جائیں۔ جیسے: اسلم نے خط لکھا۔ اس جملے میں ''لکھا'' فعل تام ہے کیونکہ اسلم ''فاعل'' اور خط ''مفعول'' کے بعد معنی مکمل ہو گئے۔ ایسے فعل تام کہلاتے ہیں۔

فعل ناقص: وہ فعل ہے جس کے ساتھ ایک اسم ذات کا ذکر کرنے کے بعد جب تک دوسرے اسم صفت کا ذکر نہ کیا جائے اس کے معنی مکمل نہ ہوں۔ جیسے ندیم نیک ہے۔ ''ہے'' فعل ناقص ہے۔ ندیم کے اسم کا ذکر کرنے کے بعد جب تک ''نیک'' اسم صفت کا ذکر نہیں کیا گیا اس کے معنی مکمل نہیں ہوئے۔ فعل ناقص یہ ہیں: ہے۔ ہیں۔ ہوا۔ ہوئے۔ ہوگا۔ ہوگی۔ ہو گئیں۔ تھا۔ تھیں۔ رہا۔ بنا۔ نکلا۔ سہی وغیرہ۔

حروف

ایسا کلمہ جو اکیلا تو کوئی واضح معنی نہیں رکھتا لیکن جملے میں الفاظ کے باہمی ربط وغیرہ کے کام آتا ہے۔ جیسے نمازی مسجد میں ہے۔ اس جملے میں لفظوں کا تعلق ''میں'' کی وجہ سے ہے اگر یہ نہ ہوتا تو جملہ بے جوڑ ہو جائے اور ''میں'' حرف ہے۔

حرف کی قسمیں

حرفِ جار: وہ حرف ہے جو فعل کا تعلق فاعل کے ساتھ اور اسم کا خبر کے ساتھ ربط پیدا کرے۔ اسے حرفِ جار یا جر کہتے ہیں۔ جس اسم کے ساتھ وہ آتا ہے اسے اسم مجرور کہتے ہیں۔

حروفِ جار یہ ہیں: میں۔ سے۔ تک۔ تلک۔ اوپر۔ پر۔ لیے۔ واسطے۔ آگے۔ پیچھے۔ نیچے۔ اوپر۔ اندر۔ باہر۔ درمیان۔ پاس وغیرہ۔

حرف عطف: وہ حرف ہے جو دو اسموں یا دو جملوں کو آپس میں ملا دے مثلاً قلم و کتاب میں ''و'' حرف عطف ہے۔ حرف عطف سے پہلے اسم کو معطوف الیہ اور دوسرے کو معطوف کہتے ہیں۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

حروفِ عطف یہ ہیں: و۔اور۔ پھر بعض لوگوں نے ''کر'' اور ''کے'' کو بھی حروف عطف میں شمار کیا ہے لیکن یہ صرف دو فعلوں کو آپس میں ملاتے ہیں۔ مثلاً آیا اور کھانا کھا کر چلا گیا۔ اسلم آ کے چلا گیا۔ دوسرے عطف کا استعمال ایسے ہے۔ شب و روز۔ اسلم و محمود۔ فوزیہ پھر انیقہ۔

حروفِ علت: وہ حروف جو کسی وجہ یا سبب کو ظاہر کریں جیسے: کیونکہ۔ اس لیے۔ بدیں سبب۔ بنا بریں۔ لہٰذا۔ پس۔ بایں وجہ۔ تا کہ۔ چنانچہ۔

حروفِ اضافت: وہ حروف ہیں جو دو اسموں کا آپس میں تعلق پیدا کریں مثلاً کا۔ کے۔ کی۔ را۔ رے۔ ری۔

حرفِ بیان: وہ حرف ہے جو کسی وضاحت کے لیے استعمال کیا جائے۔ وہ حرف ''کہ'' ہے۔ مثلاً استاد نے شاگرد سے کہا کہ سبق پڑھو۔

حروفِ تشبیہ: وہ حروف ہیں جو ایک چیز کو دوسری چیز جیسا ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسے: مانند۔ طرح۔ صورت۔ جیسا۔ ہو بہو۔ مثل۔

حصہ نحو

کلام

دو یا دو سے زیادہ بامعنی لفظوں کے مجموعے کو مرکب یا کلام کہتے ہیں۔ جیسے: میری کتاب۔ بچہ نیک ہے۔

مرکب یا کلام کی قسمیں

۱۔ مرکب ناقص ۲۔ مرکب تام

۱۔ مرکب ناقص: وہ مرکب ہے جس سے کہنے والے کا مقصد پورا نہ ہو اور بات سننے والے کی سمجھ میں پوری نہ آئے۔ جیسے: تیز گھوڑا۔ نیک آدمی۔ رات اور دن۔ ان مرکبات سے کہنے والے کا مقصد سننے والے کی سمجھ میں پوری طرح نہیں آتا۔

مرکب ناقص کی قسمیں

۱۔ مرکب اضافی ۲۔ مرکب توصیفی ۳۔ مرکب عطفی ۴۔ مرکب عددی ۵۔ مرکب اشاری
۶۔ مرکب جاری ۷۔ مرکب تابع موضوع ۸۔ مرکب تابع مہمل

۱۔ مرکب اضافی: دو اسموں میں تعلق پیدا کرنا اضافت کہلاتا ہے۔ مثلاً محمود کی کتاب۔ خدا کا بندہ۔ مدرسے کے لڑکے۔ ان تینوں مجموعوں میں کتاب کا تعلق محمود سے، بندہ کا تعلق خدا سے اور لڑکے کا تعلق مدرسہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ جس نے تعلق پیدا کیا گیا ہے مضاف الیہ اور جس کا تعلق پیدا کیا گیا ہے وہ مضاف کہلائے گا۔ اسی مضاف الیہ اور مضاف کے مجموعے کو مرکب اضافی کہتے ہیں۔ اردو میں مضاف الیہ پہلے اور مضاف بعد میں آتا ہے۔ عربی اور فارسی میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے۔ کا۔ کی۔ کے اضافت کی علامت ہے۔

اضافت کی قسمیں

۱۔ اضافت تملیکی ۲۔ اضافت تخصیصی ۳۔ اضافتِ توضیحی ۴۔ اضافتِ ظرفی ۵۔ اضافتِ بیانی
۶۔ اضافتِ تشبیہی ۷۔ اضافتِ استعاری ۸۔ اضافتِ ابنی ۹۔ اضافت بہ ادنیٰ تعلق

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

۱۔اضافتِ تملیکی: ایسے دولفظوں میں اضافت کرنا جن میں مضاف الیہ مالک اور مضاف مملوک ہو جیسے: ندیم کا گھر۔فوزیہ کی کتاب۔بادشاہ کا ملک۔

۲۔اضافتِ تخصیصی: جس میں مضاف الیہ کی وجہ سے مضاف خاص ہو جائے مثلاً آم کا درخت۔مدرسے کا صحن۔

۳۔اضافت توضیحی: ایسے دولفظوں کا مجموعہ جس میں مضاف الیہ کی وجہ سے مضاف کی وضاحت ہو جائے۔جیسے: جمعہ کا دن۔رمضان کا مہینا۔

۴۔اضافت ظرفی: جس میں مضاف الیہ اور مضاف میں سے ایک ظرف دوسرا مظروف ہو۔جیسے: پانی کا کنواں۔دودھ کا گلاس۔

۵۔اضافت بیانی: جس میں مضاف اپنے مضاف الیہ سے بنا ہو۔جیسے: چمڑے کا جوتا۔مٹی کا برتن۔سونے کی انگوٹھی۔

۶۔اضافت تشبیہی: مضاف الیہ اور مضاف میں تشبیہ کا تعلق ہو۔جیسے: غصے کی آگ۔نظر کا تیر۔زلف کا سانپ۔

۷۔اضافت استعاری: جس میں مضاف کو مضاف الیہ کا حصہ سمجھ لیا جائے لیکن حقیقت میں وہ اس کا جز نہیں ہوتا۔جیسے: عقل کے ناخن۔ہوش کے قدم۔

۸۔اضافتِ ابنی: مضاف الیہ اور مضاف میں باپ، ماں یا بیٹے کا تعلق ہو۔جیسے: ابراہیم آزر۔عیسیٰ مریم۔

۹۔اضافت بہ ادنیٰ تعلق: جس میں مضاف الیہ اور مضاف میں معمولی تعلق ہو۔جیسے: ہمارا مدرسہ۔تمہارا ملک۔میرا محلّہ۔

۲۔مرکب توصیفی: وہ مرکب ہے جس میں اسم کے ساتھ اس کی صفت بھی شامل ہو۔اس طرح صفت اور موصوف کے مجموعے کو مرکب توصیفی کہتے ہیں۔ مثلاً شریف آدمی۔ٹھنڈا پانی۔اردو میں صفت پہلے اور موصوف بعد میں آتا ہے لیکن عربی اور فارسی میں موصوف پہلے اور صفت بعد میں آتی ہے۔جیسے: رجل کریم (شریف آدمی)۔مرد بزرگ (بڑا آدمی)۔

۳۔مرکب عطفی: وہ مرکب ہے جو دو اسموں کو آپس میں ملانے کا کام دیتا ہے۔ان دو اسموں کو ملانے کے لیے اردو میں ''اور'' فارسی میں ''و'' استعمال ہوتا ہے انھیں حروف عطف کہتے ہیں۔حرف عطف سے پہلے آنے والے اسم کو معطوف الیہ اور بعد میں آنے والے اسم کو معطوف کہتے ہیں۔اس طرح یہ مرکب معطوف الیہ، معطوف اور حرف عطف کا مجموعہ بھی کہلاتا ہے۔مثلاً! اردو میں قلم اور دوات، سیب اور انگور اور فارسی میں صبح وشام، مرد وزن، شام وسحر، شب وروز وغیرہ مرکب عطفی ہیں۔

۴۔مرکب عددی: وہ مرکب ہے جو کسی اسم کی تعداد یا گنتی کو ظاہر کرے۔جیسے: گیارہ کتابیں، بیس آم، چالیس جوتے۔ان میں گیارہ، بیس اور چالیس اسم عدد اور کتابیں، آم اور جوتے معدود ہیں۔اس طرح اسے اسم عدد اور اسم معدود کا مجموعہ بھی کہا جاتا ہے۔

۵۔مرکب اشاری: وہ مرکب ہے جس میں کسی اسم کے لیے دور یا نزدیک کا اشارہ پایا جائے۔جیسے: یہ مسجد۔وہ مدرسہ۔ان میں ''یہ'' اور ''وہ'' اسم اشارہ ہیں۔مسجد اور مدرسہ مشار الیہ ہیں۔اس طرح سے اسے اسم اشارہ اور اسم مشار الیہ کے مجموعے کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

۶۔مرکبِ جاری: یہ وہ مرکب ہے جس میں بات نامکمل ہونے کے ساتھ ساتھ ابھی جاری ہو اس طرح یہ مرکب حرف جار اور اسم مجرور کا مجموعہ ہے۔جیسے: گھر میں۔لاہور سے۔پشاور تک۔چھت پر۔ان میں۔پر۔تک۔سے۔حرف جار اور چھت۔پشاور۔لاہور۔گھر اسم مجرور ہیں۔

۷۔تابع موضوع: دولفظوں کا مجموعہ جس میں ایک بامعنی لفظ کے ساتھ دوسرا بامعنی لفظ بلاضرورت استعمال کیا جائے۔جیسے: دیکھ بھال۔چال ڈھال۔دانہ پانی۔روکھی سوکھی اس مجموعے کو تابع موضوع کہتے ہیں۔

۸۔تابع مہمل: ایسے دولفظوں کا مجموعہ جس میں ایک بامعنی لفظ کے ساتھ دوسرا بے معنی لفظ بلاضرورت استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً روٹی ووٹی۔جھوٹ موٹ۔خلط ملط۔اس مجموعے میں بے معنی لفظ تابع کہلاتا ہے اور دوسرے بامعنی لفظ کو متبوع کہتے ہیں لہٰذا اس مجموعے کو مرکبِ تابعی بھی کہتے ہیں۔

۹۔مرکب تام: دو یا دو سے زیادہ بامعنی لفظوں کا ایسا مجموعہ جس سے کہنے والے کا مقصد پورا ہو جائے اور سننے والے کو بات سمجھ میں آجائے۔

جیسے: سعید آیا۔ اسلم نیک ہے۔

اسناد: کسی چیز کو دوسرے کے لیے ثابت کرنا۔جیسے: ''سعید آیا'' میں ''آیا'' کو سعید کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔جسے ثابت کیا جائے مسند اور جس کے لیے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ثابت کیا جائے وہ مسندالیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً اسلم "نیک" ہے۔ اس جملے میں نیک مسند اور "اسلم" مسندالیہ ہے۔ مسند اسم اور فعل ہوسکتا ہے لیکن مسندالیہ ہمیشہ اسم ہوتا ہے۔

مرکب تام کے دو حصے: ۱۔ مسند ۲۔ مسندالیہ

مرکب تام کی قسمیں: ۱۔ جملۂ انشائیہ ۲۔ جملۂ خبریہ

۱۔ جملۂ انشائیہ: وہ جملہ ہے جس میں فعل امر، فعل نہی، سوال۔ ندا۔ تمنا پائی جائے۔ جیسے: تو سبق پڑھ۔ اسلم شرارت نہ کر۔ کیا سعید نے کتاب پڑھی۔ اے اللہ رحم کر۔ کاش میں محنت کرتا۔ یہ تمام جملے انشائیہ ہیں۔

۲۔ جملۂ خبریہ: وہ جملہ جس میں کسی بات کی خبر دی جائے اور اس جملے کے بولنے والے کو جھوٹا یا سچا کہہ سکیں۔

جملۂ خبریہ کی قسمیں: ۱۔ جملۂ اسمیہ ۲۔ جملۂ فعلیہ

۱۔ جملۂ اسمیہ خبریہ: وہ جملہ ہے جس میں مسند اور مسندالیہ دونوں اسم ہوں مثلاً سعید نیک ہے۔ اس جملے میں "نیک" اسم صفت مسند اور "سعید" اسم مسندالیہ ہے۔

جملۂ اسمیہ کے اجزا: ۱۔ اسم یا مبتدا ۲۔ متعلق خبر ۳۔ خبر ۴۔ فعل ناقص

جیسے: سعید گھر میں موجود ہے۔ اس جملے میں "سعید" اسم یا مبتدا ہے اور "گھر میں" متعلق خبر ہے۔ "موجود" خبر "ہے" فعل ناقص ہے۔

۲۔ جملۂ فعلیہ خبریہ: وہ جملہ جس میں مسند فعل ہو اور مسندالیہ اسم ہو۔ جیسے: اسلم نے قلم سے خط لکھا۔ اس جملے میں "لکھا" مسند فعل ہے "اسلم" مسندالیہ ہے۔

جملۂ فعلیہ کے اجزاء: ۱۔ فعل ۲۔ فاعل ۳۔ مفعول ۴۔ متعلق فعل

جیسے اسلم نے قلم سے خط لکھا۔ اس جملے میں لکھا "فعل" ہے۔ اسلم "فاعل" خط "مفعول" اور قلم سے "متعلق فعل" ہے۔

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

﴿مضامین﴾

(1) آبِ زم زم

خاکہ:

- ☆ تعارف
- ☆ حکم خداوندی کی تکمیل
- ☆ سخت گرمی اور پیاس کی شدت
- ☆ حضرت ہاجرہؑ کے دعائیہ کلمات
- ☆ بچے کی خراب حالت
- ☆ پانی کی تلاش میں دوڑنا
- ☆ آبِ زم زم کا ظہور
- ☆ مکہ مکرمہ کا آباد ہونا
- ☆ حضرت ہاجرہؑ کی تقلید کا حکم
- ☆ پانی ساتھ لے جانے کی رسم
- ☆ حجاج اور آبِ زم زم
- ☆ آبِ زم زم کھڑے ہو کر پینا
- ☆ ارشاداتِ خداوندی
- ☆ پانی کا کیمیاوی تجزیہ

مکہ معظمہ کی مسجد الحرام سے 15 میٹر کے فاصلے پر جنوب مشرق میں حجرِ اسود کی سیدھ میں ایک کنواں واقع ہے جس کے پانی کو آبِ زم زم کہتے ہیں۔ کنواں کعبہ شریف سے بھی قدیم ہے اور اس کی گہرائی کے بارے میں قیاس تھا کہ وہ 140 فٹ ہے لیکن حالیہ پیمائش پر یہ 207 فٹ گہرا پایا گیا۔ ممکن ہے پانی کی مسلسل نکاسی کی وجہ سے یہ نیچا ہو گیا ہو۔ مسلمانوں کے نزدیک اس کا پانی متبرک ہے۔ نبی ﷺ نے اسے کھڑے ہو کر پیا اور ایک خصوصی دعا فرمائی: ''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایک ایسے علم کا جو فائدہ دینے والا ہو اور ایسے رزق کا جو مجھے کھلے دل سے عطا کیا جائے اور مجھے تمام بیماریوں سے شفا مرحمت فرما۔''

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

آج سے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ آج کل جہاں مکہ مکرمہ کا متبرک شہر آباد ہے۔ وہاں ریت اور سڑی ہوئی پہاڑیوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ دور دور تک کسی جاندار کا گماں تک نہ تھا۔ اسی زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی حضرت ہاجر ہعلیہا السلام کو ان کے نومولود حضرت اسماعیلؑ کے ہمراہ مکے کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آئیں۔ جب یہ قافلہ منزلِ مقصود پر پہنچا تو اس صابر و شاکر خاتون نے صرف ایک بات اپنے مجازی خدا سے پوچھی ''کیا ہمارا یہاں آنا اور رہنا اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہے؟'' حضرت ابراہیمؑ نے اثبات میں جواب دیا تو وہ مطمئن ہو گئیں کہ اب ان کے لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ جو ان کو وہاں لایا ہے وہی ان کی خبر گیری بھی کرے گا۔

ماں اپنے ننھے شیر خوار کو لیے ایک پہاڑی کی اوٹ میں بیٹھ گئی۔ سورج بلند ہوتا گیا۔ دھوپ کی تیزی بڑھتی گئی۔ زمین تپی، ہوا جلی، گرم لُو کے بھبو کے آنے لگے۔ پانی کی چھاگل خشک ہونے لگی اور ذرا دیر میں سوکھ گئی۔ ماں بچے کے ہونٹ سوکھے پھر زبان خشک ہوئی۔ ماں گھبرائی۔ ننھا سسکنے لگا۔ ماں کے ہوش اڑ گئے۔ اپنی پیاس بھول گئی۔ بچے کی حالت دیکھ کر تڑپی۔ ادھر ادھر دیکھا۔ ریت کے ذروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اوپر دیکھا۔ آسمان کو دور پایا۔ نیچے دیکھا زمین کو تنور پایا۔

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے!
گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے

ان حالات میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام بے ساختہ پکاریں: ''اے خدا! پانی پانی! ایک گھونٹ، ایک قطرہ۔ میرے لیے نہیں۔ میرے بچے کے لیے۔ شیر خوار اسماعیلؑ کے لیے! ابراہیمؑ کے خدا! اس جنگل میں، اس بیابان میں، اس ریگستان میں، آگ کو گلستان بنانے والے! اس آگ کے دریا میں پانی کا چشمہ بہا! میرے ننھے کو پانی کا ایک قطرہ عطا فرما۔ اللہ میاں! مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں۔ اس ننھی جان پر کرم فرما۔''

گرمی سے تڑپ رہے تھے جاندار!
اور دھوپ سے تپ رہے تھے کہسار

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

بچہ پیاس سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ کبھی کبھی ٹانگیں ہلا دیتا۔ ماں نے اپنے منہ سے لعاب نکال نکال کر اس کے منہ میں ڈالا مگر دن کی تمازت ختم ہو تو زندگی کی امید پیدا ہو۔ ذرا دیر کو بچے کے سانس کی حالت ٹھیک ہوتی پھر وہی خشکی رگیں تک خشک کر دیتی۔

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

آخر کار بچے کی حالت نہایت نازک ہوگئی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام پریشانی کے عالم میں کبھی صفا کی پہاڑی پر جا کر دیکھتیں اور کبھی مروہ سے کہ شاید کہیں پانی یا آنے والا کوئی شخص نظر آجائے جس سے وہ مدد لے سکیں۔ وہ اسی طرح پہاڑوں پر دوڑ رہی تھیں کہ چھے پھیرے مکمل ہو گئے۔

ساتویں مرتبہ خدا سے دعائیں کرتی ہوئی دوڑیں تو انہوں نے ایک آواز سنی۔ انہوں نے فوراً اسے مخاطب کر کے نیکی کے نام پر مدد کی درخواست کی۔ حضرت جبرائیلؑ ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو زمین سے پانی ابلنے لگا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق ساتویں مرتبہ اللہ سے دعائیں کرتی ہوئی حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑیں اور واپس آئیں تو دیکھا کہ بچے نے بے تابی سے جہاں ایڑیاں ماریں اور رگڑی تھیں وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے گھبراہٹ میں پتھر جمع کر کے اس کے اردگرد ایک ہالہ سا بنا لیا تا کہ پانی ضائع نہ ہو اور کچھ دنوں کے لیے ذخیرہ ہو جائے اور فرمایا ''زم زم'' یعنی (اے پانی) ٹھہر جا ٹھہر جا۔ اسی سے چشمے کا نام بھی زم زم ہوا اور اس کا پانی آبِ زم زم کہلایا اور مقدس پانی گردانا گیا۔

اضطراری کیفیت میں تحفظ ذات کی اس کوشش کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اسماعیلؑ کی والدہ پر رحم فرمائے کہ اگر وہ زم زم کے پانی کو ویسے چھوڑ دیتیں یا اس کے اردگرد دیوار یا منڈیر نہ بناتیں تو زم زم ایک زبردست نہر کی صورت اختیار کر لیتا۔''

ان کی مراد یہ ہے کہ زم زم کا کنواں نہ ہوتا بلکہ یہ ایک دریا ہوتا جو پورے عرب کو سیراب کر دیتا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اسی چشمے کے پاس اپنی رہائش اختیار کر لی تھی۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ صحرا نشین بدوؤں کا ایک قافلہ قریب سے گزرا۔ انہوں نے اڑتے اور چہچہاتے ہوئے پرندے دیکھے تو قیاس کیا کہ یہاں اس مقام پر کہیں پانی ہے۔ پانی کی تلاش و جستجو انہیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس لے آئی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس پہنچ کر انہوں نے پانی پینے کی اجازت طلب کی۔ آپ کی اجازت سے ان لوگوں نے خود بھی پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو بھی پانی پلایا۔ پانی کی فراوانی دیکھ کر وہ بدو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی اجازت سے اپنے خیمے نصب کر کے وہیں مقیم ہو گئے۔

اس کے بعد یہ ماجرہ ہوا کہ لوگ آتے گئے اور وہاں آباد ہوتے گئے اور یوں شہر آباد ہو گیا۔ پہلے پہل خیموں کا شہر تھا۔ پھر لوگوں نے پتھروں اور مٹی سے مکانات کی تعمیر شروع کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم شہر وجود میں آ گیا۔ یہ وہی شہر تھا جو آج مکہ مکرمہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

چشمہ ''زم زم'' کو دی شورشِ قلزم میں نے اور پرندوں کو کیا محو ترنم میں نے
غنچۂ گل کو دیا ذوقِ تبسم میں نے سر پہ سبزے کے کھڑے ہو کے کہا قُم میں نے
فیض سے میرے نمونے ہیں شبستانوں کے جھونپڑے دامنِ کہسار میں دہقانوں کے

ایک بے آب و گیاہ صحرا میں محض حکم خداوندی کی تعمیل میں دکھ جھیلنے والی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو خدا نے رہتی دنیا تک عزت اور شہرت عطا کر دی۔ وہ جس حصہ پر دوڑی تھیں آج ہر مسلمان حج یا عمرہ کے دوران ان کی تقلید کرتا ہوا ان کی تکلیف اور صبر پر عملی داد دیتا ہے۔

آپ ﷺ جب تک مکہ میں رہے۔ آبِ زم زم بڑے احترام کے ساتھ پیتے رہے اور جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو صلح حدیبیہ کے موقع پر منگوا کر پیا اور واپسی میں ساتھ لے کر آئے۔ ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دوسرے صحابہ کرام بھی سفرِ حج کے بعد واپسی میں ہمراہ لایا کرتے تھے اور یہ پیاری رسم اسی ذوق و شوق سے آج بھی جاری ہے۔

حج کے دنوں میں اور ان کے بعد حجاج اور زائرین کو پانی پلانا ہر دور میں عزت کا باعث سمجھا جاتا رہا ہے۔ قریش نے پانی پلانے کی خدمت کے لیے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

''السقایا'' کا شعبہ قائم کیا تھا۔ جس کی یادگار لفظ ''سقہ'' اردو میں بھی پانی لانے اور پلانے والوں کے لیے موجود ہے۔ قیام مکہ کے دوران حجاج اپنے لیے کفن کا کپڑا خرید کر اس متبرک پانی میں بھگو کر خشک کر کے اپنے وطن واپس لے جاتے ہیں۔ زم زم کو پینے کے لیے ساتھ لے جانے کے دو طریقے تھے۔ ٹین ساز خالی کنستر کے اندر موم پگھلا کر پھیر دیتے تھے۔ پھر اس کنستر میں آبِ زم زم بھر کر ٹانکا لگا دیا جاتا اور اس طرح یہ پانی محفوظ کسی بھی ملک تک چلا جاتا تھا۔ جو کنستر کا وزن نہیں لے جا سکتے تھے ان کے لیے ٹین کی گول کپیاں سی بنی ہوتی تھیں۔ جن کے ایک سرے پر منہ بنا ہوتا تھا۔ اسے ''زمزمی'' کہا جاتا ہے۔ پلاسٹک ٹین سے چونکہ ہلکا ہوتا ہے اس لیے اب لوگ زم زم کو ٹین کی کپیوں میں لے جانے کی بجائے پلاسٹک کے ڈبوں میں لے جاتے ہیں۔

زائرین کعبہ سے اقبالؔ یہ پوچھے کوئی کیا حرم کا تحفہ زم زم کے سوا کچھ بھی نہیں

آبِ زم زم کو نبی ﷺ نے ہمیشہ بڑا احترام اور اہمیت دی۔ ایک مرتبہ کنویں کے پاس کھڑے ہو کر پانی نکالنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

فتاویٰ عالمگیری اور طبقات ابن سعد کے مطابق انہوں نے متعدد مرتبہ کنویں سے خود ڈول نکال کر اسے کھڑے ہو کر پیا حالانکہ عام حالات میں وہ کھڑے ہو کر پینے یا کھانے کو نہایت برا جانتے تھے۔ اس بنا پر امام شافعیؒ تو اس حد تک جاتے ہیں کہ ''جو شخص شارع عام پر کھڑا ہو کر کھائے یا پیے اس کی شہادت کسی شرعی عدالت میں قبول نہ کی جائے۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''زم زم کا پانی جس غرض سے بھی پیا جائے اسی کے لیے مفید ہوگا۔ اگر شفا کی غرض سے پیا جائے تو اللہ اس سے تسلی دے گا اور اگر سیراب ہونے کے لیے پیو گے تو اللہ تمہیں سیراب کرے گا اور اگر تم اللہ سے کسی سلسلہ میں پناہ لینے کے لیے پیو گے تو اللہ تمہیں پناہ دے گا۔ یہ حضرت جبرائیلؑ کا کنواں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسماعیلؑ کی سیرابی ہے۔''

حضرت ابوذرؓ نے کعبہ شریف اور اس کے پردوں کے درمیان چالیس دن رات گزارے اور ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ وہ اس دوران زم زم پیتے رہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک مکمل خوراک تھی اور بیماریوں سے شفا بھی۔''

آبِ زم زم کے شفائی کمالات اور اس کے عجیب و غریب اثرات ساری دنیا کے لیے حیرت کا باعث رہے ہیں اور لوگ ہمیشہ یہ جاننے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ اس میں کون سے ایسے اجزاء ہیں جو اسے پیاس کے لیے مسکن، بھوک کی تسلی اور بیماری سے شفا دینے والا ہے۔ زم زم میں موجود کیمیاوی عناصر کے بارے میں راجہ ابوسمن اور طرابلس کی ٹیم نے 1976ء اور 1977ء میں معلوم کیا کہ یہاں موجود کیمیاوی عناصر کی ترکیب ملی گرام فی لٹر یہ ہے۔

1620	Total dissolved solids
234	Chlorine
365	Calcium Carbonate
190	Sulphate
+ve	Calcium
+ve	Magnesium Iron
−ve	Sulphur
−ve	Nitrates

مکہ مکرمہ سے 18 میل دور نہر زبیدہ کے دامن میں جبل عرفات کے قریب ایک کنواں واقع ہے۔ اس کے پانی کے کیمیاوی اجزاء زم زم سے قریب تر

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ہیں لیکن جو کمال کی چیزیں آبِ زم زم میں ملتی ہیں وہ اس کنویں میں نہیں۔

ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ میں نے ذاتی طور پر مشاہدہ کیا ہے کہ زم زم پینے سے پیٹ میں پانی کا مریض شفایاب

مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ذیابیطس کا جو بھی مریض حج کرنے گیا اور اس نے باقاعدگی سے زم زم پیا۔ اس کے خون اور پیشاب سے شکر ختم ہوگئی۔ جتنی دیر وہ حجاز مقدس میں رہا، اس کو انسولین کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔

اسی قسم کا مشاہدہ بلڈ پریشر کے بارے میں بھی ہے۔ حج کے دوران بلڈ پریشر کے کسی مریض کو کبھی کسی دوائی کی ضرورت نہیں پڑی۔

زم زم پینے کے بعد پیٹ کی گرانی فوراً ختم ہو جاتی ہے۔ تیزابیت جاتی رہتی ہے اور بھوک باقاعدگی سے لگنے لگتی ہے۔

باقاعدگی سے زم زم پینے کے بعد حافظہ بہتر ہو جاتا ہے۔ زم زم کے فوائد کسی عقیدہ یا ایمان کی بات نہیں جو بھی یقین کے ساتھ اسے پیتا ہے اپنا مطلب پالیتا ہے۔

زمیں پر ہر طرف جوشِ نمو کی ہے فسوں کاری ہوا ہے اہلِ عالم پر نزولِ رحمتِ باری!

مرحوم میاں نذیر احمد پنجاب میں چیف انجینئر رہے ہیں۔ انہوں نے زم زم کا کیمیاوی تجزیہ کیا اور اس پانی کو کسی بھی کثافت سے پاک اور پینے کے لیے دنیا کا بہترین پانی قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کرۂ ارض پر سب سے بہترین، مفید اور عمدہ پانی زم زم کا ہے۔''

یہ ایک ایسا ارشادِ گرامی ہے جس سے بہتر کوئی بات نہیں کی جاسکتی۔ عربی میں خیر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس سے مراد مبارک اور بھلائی کا ذریعہ ہے۔

(2) علامہ اقبال

خاکہ:

☆ ولادت	☆ ابتدائی تعلیم	☆ لاہور میں تعلیم
☆ پروفیسری	☆ شاعری کا آغاز	☆ سفر یورپ
☆ وطن واپسی	☆ افغانستان کا سفر	☆ تصورِ پاکستان
☆ قائداعظم اور علامہ اقبال	☆ پیغام شاعری	☆ عشقِ رسول ﷺ
☆ عصرِ اقبال	☆ وفات	☆ تصانیف

گہنا گیا وہ چاند مگر اس کے نور سے در و دیوار وطن کے ہیں تاباں اسی طرح

اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو لاہور سے تا بخاکِ بخارا و سمرقند

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال سیالکوٹ کے تاریخی شہر میں 9 نومبر 1877ء کو پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد کا وطن کشمیر تھا۔ آپ کے والد شیخ نور محمد ایک دیندار اور صوفی انسان تھے۔ والدہ بھی نہایت دیندار خاتون تھیں۔ اس طرح آپ کی زندگی پر والدین کی تربیت کا گہرا اثر پڑا۔

مت سہل اسے جانو پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

عام مسلمان بچوں کی طرح اقبال نے بھی سب سے پہلے ایک دینی مدرسے میں عربی کی تعلیم حاصل کی۔ پانچ سال کی عمر میں مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے پرائمری اور میٹرک میں وظائف حاصل کیے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد مرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا اور وہاں سے ایف۔ اے کیا۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

سعادت، سیادت، عبادت ہے علم بصیرت ہے، دولت ہے، طاقت ہے علم

سیالکوٹ میں آپ کو مولوی میر حسن جیسے شفیق اور لائق استاد مل گئے جن کے فیضِ صحبت سے اقبال میں عربی، فارسی اور اسلامیات کا ذوق پیدا ہوا۔ علامہ اقبال اپنے استاد کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حکومت کی طرف سے مولوی میر حسن کو شمس العلماء کا خطاب علامہ اقبال کے مشورے ہی پر ملا۔ جب حکومت کی طرف سے سوال ہوا کہ مولوی صاحب نے کون سی کتاب لکھی ہے تو علامہ اقبال نے فرمایا: ''میں خود ان کی زندہ کتاب ہوں۔''

''التجائے مسافر'' میں اپنے استاد مولوی میر حسن کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں:

نفس سے جس کے کھِلی میری آرزو کی کلی بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو

سیالکوٹ سے ایف۔ اے کرنے کے بعد علامہ اقبال مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور چلے آئے۔ یہاں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا اور یہیں سے فلسفے میں ایم۔ اے کیا اور پنجاب بھر میں اول رہے۔ یہاں آپ کو پروفیسر آرنلڈ جیسے لائق استاد سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔

پروفیسر موصوف کا قول ہے کہ ''اقبال جیسا شاگرد استاد کو محقق اور محقق کو محقق تر بنا دیتا ہے۔''

مسٹر آرنلڈ جب اپنے عہدے سے ریٹائر ہو کر 1904ء میں ولایت چلے گئے تو علامہ اقبال نے اپنے محسن استاد کی یاد میں ایک مشہور نظم ''نالۂ فراق'' کہی۔ اس نظم کا ایک مشہور شعر ملاحظہ کیجیے:

ابرِ رحمت دامن از گلزارِ من برچید و رفت اند کے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت

مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کچھ عرصہ اورینٹل کالج اور گورنمنٹ کالج میں پروفیسر رہے لیکن پرنسپل سے اختلاف کے باعث ملازمت چھوڑ دی۔ اس میں بھی قدرت کی مصلحت تھی اگر آپ یہ ملازمت نہ چھوڑتے تو پھر علامہ اقبال نہ بن پاتے۔

بھاگو خدمت سے کہ اچھا نہیں انجام اس کا جس کا پتھر کا کلیجہ ہو وہ لے نام اس کا

علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے آغاز میں غزل کا انتخاب کیا۔ حصولِ تعلیم کے دوران ہی ان کی شاعری نے لوگوں کو چونکا دیا۔ اس ابتدائی دور کی ایک غزل کے اس شعر نے تو سب کو متحیر کر دیا تھا کہ

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

زبان کو سیکھنے اور نکھار پیدا کرنے کے لیے انہوں نے اپنے دور کے سب سے مقبول غزل گو داغ دہلوی کی شاگردی اختیار کی۔

کثرت مطالعے سے آپ کے دل میں علمی تحقیق کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ اسی جذبے کے تحت آپ 1905ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ روانہ ہوئے۔ یہاں آپ نے تین سال قیام کیا۔ انگلستان سے بیرسٹری اور جرمنی سے PHD کی ڈگری حاصل کی۔ اسی زمانے میں آپ نے اسلام کے موضوع پر چھے لیکچر دیئے جو بے حد مقبول ہوئے۔ یورپ کا یہ سفر آپ کے لیے بے حد مفید ثابت ہوا۔

وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

مغربی تہذیب جن روایات، رجحانات اور نظریات کو اپنا کر روحانی اور اخلاقی زوال کا شکار ہو رہی تھی وہ ان کی نگاہ دور رس سے پوشیدہ نہ رہ سکے۔ انہوں نے اپنی حکمت سے اس بات کا مشاہدہ کر لیا کہ یہ تہذیب سراسر مصنوعی اور غیر حقیقی ہے۔ یہ کھوکھلی تہذیب جلد ہی اپنا وقار کھو بیٹھے گی۔ یہ انسانیت کے لیے تباہ کن ہے اور یہ کہ انسانیت کی نجات اسلام پر عمل کرنے ہی میں مضمر ہے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

1908ء میں آپ وطن واپس آ گئے اور لاہور میں قیام کیا۔ آپ کچھ عرصہ وکالت کرتے رہے لیکن اسے مستقل پیشہ نہ بنایا۔ آپ کا اصل میدان شاعری تھا جسے آپ نے مسلمان قوم کو بیدار کرنے کے لیے استعمال کیا۔ انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسوں میں آپ کی نظمیں بڑی شوق سے سنی جاتی تھیں۔ آپ کی

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

شاعری میں ایک عظیم قوت پیدا ہو چکی تھی اور رفتہ رفتہ اسلام کی سچی تعلیمات کا اثر آپ کی شاعری میں ظاہر ہونے لگا۔

شیخ عبدالقادر نے بانگِ درا کے دیباچے میں لکھا: ''کسے خبر تھی کہ غالب مرحوم کے بعد ہندوستان میں پھر کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو اردو شاعری کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دے گا اور جس کی بدولت غالب کا بے نظیر تخیل اور نرالا اندازِ بیان پھر وجود میں آئیں گے۔''

علامہ اقبال 1933ء میں والیٔ افغانستان نادر شاہ کی دعوت پر افغانستان گئے۔ ان کے ہمراہ سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود (سر سید احمد خاں کے پوتے) تھے۔ اسی دورے کے دوران انہوں نے نامور فاتح سلطان محمود غزنوی اور حکیم سنائی کے مزار پر حاضری دی۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''زمین کی سیر کرو۔ قوموں کے انجام پر نظر ڈالو تا کہ تمہیں نصیحت و عبرت حاصل ہو۔''

1930ء میں علامہ اقبال آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ اسی سال میں علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الٰہ آباد میں اپنا تاریخی خطبہ دیا۔ انہوں نے کہا: ''ہندوستان کی سیاسی زندگی نے ایک نہایت نازک صورت اختیار کر لی ہے۔ اسلام پر ابتلا و آزمائش کا ایسا کڑا وقت کبھی نہیں آیا جیسا کہ آج درپیش ہے۔ مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ ہندوستان میں ایک اسلامی ریاست قائم کی جائے بالکل حق بجانب ہے۔ میری خواہش ہے کہ پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست بنا دی جائے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے۔ میں صرف ہندوستان اور اسلام کی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظم اسلامی ریاست کا مطالبہ کر رہا ہوں۔''

اسی لیے آپ کو مفکرِ پاکستان کہا جاتا ہے۔ آپ نے مسلمان قوم کو اپنی شاعری کے ذریعے ذہنی طور پر حصولِ آزادی اور قیامِ پاکستان کے لیے تیار کیا۔

علامہ اقبال نے نہ صرف پاکستان کا تصور پیش کیا بلکہ اس سلسلے میں قائداعظم کو نہایت مفید مشورے بھی دیئے۔ جب قائداعظم برطانیہ میں مقیم تھے تو علامہ اقبال نے انہیں لکھا: ''اس وقت مسلمان بڑے نازک دور سے گزر رہے ہیں اور آپ ہی ان کی صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کو اپنا الگ وطن حاصل کر لینا چاہیے جہاں وہ اسلامی شریعت کے مطابق اپنے مسائل حل کر سکیں۔''

بقول شاعر

وہ چاند کی نرم روشنی میں محبتوں کا نقیب ٹھہرا　　وہ ظلمتوں کی اندھیر نگری میں حق کا پہلا سفیر ٹھہرا

علامہ اقبال عام قسم کے شاعر نہ تھے۔ انہوں نے شاعری کو اپنے عظیم مقصد اور پیغام کا ذریعہ بنایا۔ ان کی شاعری عالمگیر اور آفاقی تھی۔ اسی شاعری نے مسلمانوں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی اور ان میں بے پناہ جوش و ولولہ پیدا کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ ان میں آزادی اور حریت کا جذبہ پیدا کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو احساس دلایا کہ وہ اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے حاصل کر لیں۔ غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالیں اور یقینِ محکم، عملِ پیہم اور اتحاد سے کام لے کر عظمتِ رفتہ کو حاصل کر لیں۔

یقینِ محکم، عملِ پیہم، محبتِ فاتحِ عالم　　جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کو بے نقاب کیا۔ مسلمانوں کے ملی تشخص کو اجاگر کیا اور انہیں عمل، جدوجہد اور تحفظِ خودی کا درس دیا۔ الغرض اقبال جیسا شاعر صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ وہ ہمارے سب سے بڑے ملی شاعر ہیں۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے بقول: ''کسی شاعر نے ایک قوم کے ذہن پر اتنا اثر نہیں ڈالا جتنا علامہ اقبال نے مسلمانوں کے ذہنوں پر ڈالا۔''

علامہ اقبال سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ کسی بھی محفل میں جب حضور نبی کریم ﷺ کا اسمِ مبارک لیا جاتا تو والہانہ عقیدت و محبت کی بنا پر آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ آپ حضور اکرم ﷺ کا ذکرِ مبارک باوضو ہو کر سنتے۔ آپ کے خیال میں سچے مسلمان کی زندگی کا مقصد اولین اسوہ حسنہ کی پیروی ہونا چاہیے کیونکہ عشقِ رسول عشقِ الٰہی کا زینہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں توحید کا پیغام دیا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ سچے مسلمان کے لیے عملی نمونہ ہے اور ہم سنتِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہو کر ہی رضائے الٰہی حاصل کر سکتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اگرچہ باقاعدہ نعت تو نہیں کہی تاہم آپ کے کلام میں ایسے بے شمار

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

نعتیہ اشعار موجود ہیں جن سے عشقِ رسول ﷺ کی جھلک ملتی ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

اقبال نے اردو اور فارسی میں اس قدر بلند خیالات کا اظہار کیا ہے کہ ایران اور دنیا بھر کے شاعروں اور فلسفیوں نے موجودہ زمانے کو عصرِ اقبال کہہ کر تعریف کے پھول پیش کیے ہیں۔

آخر کار علامہ اقبال کی بے مثال شاعری اور پاکستان کے بننے کے لیے کی جانے والی ان تھک کوششوں کا اختتام 21 اپریل 1938ء کو ہوا جب وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ علامہ اقبال نے پاکستان کا تصور تو پیش کر دیا تھا مگر وہ پاکستان بنتا ہوا نہیں دیکھ سکے۔ آپ کا مزار بادشاہی مسجد لاہور کے صدر دروازے کے باہر ہے۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت و جلالت کا نشان مسجد اور دوسری طرف سادگی، درویشی اور فقر کا بے مثال مظہر تہہ خاک ابدی نیند سو رہا ہے۔ جہاں شاہ و گدا نذرانہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزہ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

علامہ اقبال کے اردو مجموعوں کی تعداد چار ہے۔ بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز جبکہ فارسی کلام اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی، پیامِ مشرق، زبورِ عجم، جاوید نامہ، پس چند باید کرد اقوامِ شرق مع مثنوی مسافر پر مشتمل ہے۔ ارمغانِ حجاز میں بھی کچھ کلام فارسی زبان میں ہے۔ معاشیات کے موضوع پر بھی ان کی ایک کتاب ''الاقتصاد'' کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے علاوہ انہوں نے مدارس یونیورسٹی کی دعوت پر جو خطاب ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامی'' کے عنوان سے دیئے تھے وہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا وہ کلام جو انہوں نے بوجوہ نظر انداز کر دیا تھا اور انہیں اپنے کسی بھی مجموعہ کلام میں شامل نہیں کیا تھا وہ بھی ''سرودِ رفتہ'' اور ''باقیاتِ اقبال'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ قائداعظمؒ نے فرمایا: ''اگر ہم مسلمانوں کے لیے الگ ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ایک طرف مجھے اس ملک کی صدارت پیش کی جائے اور دوسری طرف علامہ اقبال کی تصانیف تو میں علامہ اقبال کی تصانیف منتخب کر لوں گا۔''

(3) قائداعظمؒ

خاکہ:

☆ عظیم انسان	☆ ولادت	☆ آباء و اجداد
☆ ابتدائی تعلیم	☆ اعلیٰ تعلیم	☆ پریشانی کا دور
☆ بمبئی میں وکالت	☆ سیاست میں حصہ	☆ صاف ستھری سیاست
☆ بااصول سیاست دان	☆ مسلم لیگ میں شمولیت	☆ علامہ اقبال اور قائداعظم
☆ دو قومی نظریہ	☆ قراردادِ پاکستان	☆ قیامِ پاکستان
☆ عظیم لیڈر	☆ وفات	☆ پیغامِ قائد

گہنا گیا وہ چاند مگر اس کے نور سے درودیوار وطن کے ہیں تاباں اسی طرح

اس دنیا میں عظیم انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ تاریخ کے اوراق بے شک عظیم انسانوں کے تذکروں سے بھرے پڑے ہیں لیکن ان عظیم انسانوں کی پیدائش کے لیے تاریخ کو مدتوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

زمانہ ہزار ہا کروٹیں لیتا ہے، انسانیت اپنے مصائب کے حل کے لیے کسی نجات دہندہ کے لیے اپنی آنکھوں کے دروازے وا کیے ہوتی ہے، دعائیں رنگ لاتی ہیں اور پھر انسان پیدا ہوتا ہے جو عظمت کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے۔ اس میں تمام تر قائدانہ صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں وہ قوم کے کاروان کو ساتھ لے کر چلنے کے وصف سے مالا مال ہوتا ہے۔

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جان پرسوز　　یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

25 دسمبر 1876ء کے دن دنیا بھر میں عیسائی کرسمس کا تہوار پوری مذہبی عقیدت اور روایتی جوش و خروش سے منا رہے تھے۔ اسی دن کراچی کی ایک تین منزلہ عمارت ''وزیر مینشن'' کی دوسری منزل پر ایک تاجر خاندان میں محمد علی بچے نے جنم لیا۔ وہی محمد علی جناح جسے دنیا بانی پاکستان اور قائداعظم محمد علی جناح کے نام سے جانتی ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں　　تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

قائداعظم کے جدامجد ساہیوال (پنجاب) کے لوہانہ راجپوت تھے جو کئی سو سال پہلے تلاش روزگار کے لیے گجرات کاٹھیاوار کی ریاست گونڈل کے قصبے پانیلی میں آباد ہو گئے تھے۔ وہاں خواجہ خاندان کی لڑکی سے شادی کے باعث ان کا خاندان بھی خواجہ خاندان کہلانے لگا۔ قائداعظم کے والد کا نام پونجا جناح تھا۔ وہ اپنے سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ گجراتی زبان میں ''جینا'' دبلے پتلے آدمی کو کہتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے ان کا خاندانی نام بن گیا تھا۔ پونجا جناح محنتی آدمی تھے۔ وہ بہتر معاش کے لیے پانیلی سے کراچی چلے آئے اور اپنی ہمت، ذہانت اور محنت سے خوش حال تاجر بن گئے۔ ان کی والدہ مٹھی بائی کو بزرگانِ دین سے عقیدت تھی۔ آپ کا نام اسی عقیدت کی بنا پر محمد علی رکھا گیا۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات　　تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

محمد علی کو چھے برس کی عمر میں کراچی کے ایک سکول میں داخل کروا دیا گیا۔ ایک سال انہوں نے بمبئی کے ایک پرائمری سکول میں تعلیم حاصل کی۔ اگلے سال وہ کراچی آ گئے اور سندھ مدرسہ ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ 1891ء میں وہ مشن ہائی اسکول کراچی میں داخل ہو گئے اور یہاں سے انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

سعادت، سیادت، عبادت ہے علم　　بصیرت ہے، دولت ہے، طاقت ہے علم

پونجا جناح کے کاروباری مراسم ڈگلس اینڈ گراہم کمپنی سے قائم ہو گئے تھے۔ اسی فرم کے جنرل مینیجر سر فریڈرک کرافٹ کے مشورے سے انہیں اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ والدہ کے اصرار پر روانگی سے قبل ان کی شادی پانیلی کی خواجہ برادری کی ایک لڑکی ''ایمی بائی'' سے کر دی گئی۔ اس شادی کے چند روز بعد وہ لندن روانہ ہو گئے۔ لندن میں ڈگلس اینڈ گراہم کمپنی کے دفتر میں کام کرنے کے بعد انہوں نے 5 جون 1893ء کو لندن کی مشہور قانونی درس گاہ ''لنکنز ان'' (Lincoln's Inn) میں داخلہ لیا کیونکہ اس کے مین گیٹ پر دنیا کے مشہور قانون دانوں کے نام لکھے تھے اور ان میں رسولِ اکرم ﷺ کا نام بھی درج تھا۔ آپ نے وہاں سے بیس سال کی عمر میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔

لو جان بیچ کر بھی جو علم و ہنر ملے　　جس سے ملے جہاں سے ملے جس قدر ملے

جن دنوں آپ انگلستان میں تھے، آپ کے گھریلو حالات خراب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور والد کو کاروبار میں بردست نقصان ہوا۔ ان کی مالی حالت بگڑ چکی تھی۔ نوجوان محمد علی جناح نے ان حالات کا ہمت اور حوصلہ سے مقابلہ کیا اور کراچی میں وکالت شروع کی۔

تیرا عزم آہنی پربت سے بھی پائندہ تر　　وقت کے سینے میں تھی پیوست تیری ہر نظر

جب کراچی میں وکالت کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو آپ دلی چلے گئے۔ ابتدائی تین سالوں میں آپ کو کوئی مقدمہ نہ ملا اور آپ کو بڑی مشکلات کا

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری۔ آخر آپ کو کچھ عرصہ کے لیے پریزیڈنسی مجسٹریٹ کے عہدہ کی پیشکش ہوئی۔ آپ کی کارکردگی سے متاثر ہو کر سرکار نے پندرہ سو روپے ماہوار تنخواہ کی پیشکش کی۔ آپ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ''میں تو اتنی رقم روزانہ کمانا چاہتا ہوں۔'' جلد ہی آپ کی وکالت چمک اٹھی اور آپ کا شمار چوٹی کے وکیلوں میں ہونے لگا۔ آپ نے پیشہ ورانہ اخلاقیات اور دیانت کو ہمیشہ مدنظر رکھا۔ ایک دفعہ ایک مقدمہ کی پیروی کے دوران مجسٹریٹ نے آپ سے کہا کہ وہ کسی تھرڈ کلاس مجسٹریٹ سے مخاطب نہیں۔ آپ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ ''مائی لارڈ! آپ بھی کسی تھرڈ کلاس وکیل سے مخاطب نہیں۔''

محمد علی جناح انگلستان کے زمانہ طالب علمی ہی سے سیاست میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ وہاں انہوں نے ہندوستانی لیڈر، دادا بھائی نوروجی کی انتخابی مہم میں بھرپور حصہ لیا۔ وطن واپس آ کر آپ نے کانگریس کے پلیٹ فارم سے سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ 1909ء میں آپ بمبئی کے مسلم حلقے سے مرکزی کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ نے رکنیت کے چھے سالوں میں اپنی ذہانت اور لیاقت کا سکہ منوا لیا۔ اب تک آپ کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر سمجھا جاتا تھا۔ آپ ایک بے باک اور نڈر سیاسی لیڈر تھے۔ آپ کی جرأت اور حق گوئی کے اعتراف کے طور پر اہل بمبئی نے جناح ہال تعمیر کیا۔

حق بات کے اظہار کی جب آئے گی نوبت　　یہ مردِ مجاہد تمھیں میدان میں ملے گا

قائداعظم نے جس مدبرانہ انداز سے مسلمانوں کی رہنمائی کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خاردار سیاست سے بچتے بھی رہے اور میرِ کارواں کے طور پر منزل کی طرف گامزن بھی رہے۔ انہوں نے عام سیاست دانوں کی طرح کبھی اوچھے ہتھکنڈے استعمال نہ کیے اور نہ کبھی قانون شکنی ہی کی بلکہ قانون کے دائرے میں رہ کر ملتِ اسلامیہ کی رہبری کرتے رہے اور اس سلسلے میں کسی معاوضے اور صلے کے متمنی نہیں تھے۔ اس لیے انہوں نے ایک موقع پر فرمایا: ''مسلمانوں کی کامیابی کے بعد اگر مجھے موت آ بھی جائے تو میں خوشی خوشی اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دوں گا۔ میری روح کو تسکین اور آرام ملے گا۔''

قائداعظم اپنے پختہ اصولوں پر اس طرح ڈٹے رہے کہ وائسرائے ہند کو دربارِ انگلستان میں یہ کہنا پڑا کہ ''ہندوستان میں گاندھی جیسے لیڈروں کو سیم و زر کی جھنکار سے خریدا جا سکتا ہے مگر صرف ایک محمد علی جناح ہے جو نہ اپنے اصولوں سے ہٹ سکتا ہے نہ اپنی منزل کے حصول سے دستبردار ہو سکتا ہے اور نہ کسی جابر طاقت کے سامنے جھک سکتا ہے۔''

بیاں کرتا رہا تھا تو جو اندازِ جہاں بانی　　یقیناً ہر نظامِ سلطنت کا رازداں تو تھا
نظر سے اہلِ ایماں کی ترے جوہر نہ تھے مخفی　　متاعِ عظمتِ دینِ مبیں کا پاسباں تو تھا

جلد ہی آپ کانگریس سے بددل ہو گئے۔ آپ نے دیکھا کہ کانگرس صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے۔ جسے مسلمانوں کے مفاد سے کوئی دلچسپی نہیں۔ چنانچہ آپ کانگریس چھوڑ کر 1913ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اب آپ نے اپنی کوششیں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے وقف کر دیں۔ لارڈ ویول جس نے نہرو کی حکومت قائم کر کے سخت جانبداری کا ثبوت دیا تھا، یہ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ ''مسٹر جناح اپنے ارادوں اور اپنی رائے میں بے حد سخت ہیں۔ ان کے رویے میں کوئی لچک نہیں پائی جاتی۔ وہ مسلم قوم کے مخلص رہنما ہی نہیں سچے وکیل بھی ہیں۔''

آپ مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے اور مسلم لیگ کی نئی تنظیم کی۔ آپ کی ولولہ انگیز قیادت میں مسلم لیگ جلد ہی مسلمانوں کی مضبوط ترین سیاسی جماعت بن گئی۔

لگتا ہے ٹھیک جا کے نشاں پہ جس کا تیر　　ایسی کڑی کمان ہے محمد علی جناح

جب قائداعظم یہاں کے حالات سے بددل ہو کر واپس انگلستان چلے گئے تو دیگر مسلم رہنماؤں کے علاوہ علامہ اقبال نے بھی آپ کو واپسی پر آمادہ کیا۔ علامہ اقبال نے اپنے خطوط میں لکھا کہ ''اس وقت مسلمان بڑے نازک دور سے گزر رہے ہیں اور آپ ہی ان کی صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کو اپنا الگ وطن حاصل کرنا چاہیے جہاں وہ اسلامی شریعت کے مطابق اپنے مسائل حل کر سکیں۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

چنانچہ قائداعظم نے علامہ اقبال کے ان مفید مشوروں کی بہت قدر کی۔

ہندو اپنے آپ کو انگریزوں کا واحد جانشین سمجھتے تھے۔ انہوں نے ایک قومی نظریہ پیش کیا یعنی ہندوستان میں صرف ایک قوم بستی ہے اور وہ ہے ہندو قوم۔ پنڈت نہرو نے دعویٰ کیا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں ایک کانگرس اور دوسری انگریز لیکن قائداعظم نے اس چیلنج کا جواب دیا کہ یہاں ایک تیسری طاقت بھی ہے اور وہ مسلمان ہیں۔

آپ نے پرزور دلائل سے دو قومی نظریہ پیش کیا یعنی بتایا کہ ''مسلمان مذہب، تاریخ، لباس، تہذیب، زبان غرض ہر لحاظ سے ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ یہاں تک کہ ہندو گائے کو اپنا خدا مانتے ہیں اور مسلمان اس کے گلے پر چھری چلاتے ہیں تو پھر دونوں قومیں یک جا کس طرح رہ سکتی ہیں؟''

یہی دو قومی نظریہ قیامِ پاکستان کی بنیاد بنا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

اس وقت مسلمانوں کو جس قسم کا انقلابی قدم اٹھانے کی ضرورت تھی اس کا صحیح احساس پیدا کرنے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا شرف نمایاں طور پر دو شخصیتوں کو حاصل ہوا۔ ایک ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اور دوسرے قائداعظم محمد علی جناح۔ ان شخصیات نے نظری اور عملی طور پر اسلامیانِ ہند کو ان کے حقیقی مقاصد سے آگاہ کرنے کا عظیم الشان کام سرانجام دیا۔

اگر ایک ہستی نے اپنے نغمۂ جاں سوز کے ساتھ مسلمانانِ ہند کے اندر ایک نئی روح بیدار کر دی تو دوسری ہستی نے اپنے سازِ عمل کی تانوں سے مسلمانوں کے عزائم کو تحریک بخشی اور بالآخر اہلِ زمانہ نے وہ دن بھی دیکھا جب کانگریس کے متحدہ قومیت کے نعرے کا طلسم پاش پاش ہو کر رہا اور مسلمانانِ ہند نے اپنی شاندار تہذیب کو زندہ رکھنے اور پنپتا ہوا دیکھنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی اور 23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) لاہور میں ایک قرارداد منظور کی جس میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ اسلامی ریاست کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

یہ کیا تھا؟ کس لیے تھا، مدعا کیا، ماجرا کیا تھا؟ — مجھے معلوم ہے یہ جز دو حرف لا الٰہ کیا تھا؟
یہ ساری کاوشیں تھیں دین کی، ایمان کی خاطر — ہزاروں کلفتیں تھیں ایک پاکستان کی خاطر

لامحالہ یہ اسلامی نظامِ زندگی اور اسلامی تہذیب و تمدن کی برتری پر یقین کامل ہی کا نتیجہ تھا کہ ارضِ ہندوستان راس کماری سے لے کر پشاور تک ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' کے نعروں سے گونج اٹھی اور قائداعظم کی چلائی ہوئی تحریک پاکستان اپنے اسلامی تصورات و نظریات کے سبب مسلمانانِ ہند کے دلوں میں اتر گئی۔ وجے لکشمی پنڈت نے آپ کی عظمت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ ''اگر مسلم لیگ کے پاس ایک سو گاندھی اور دو سو ابوالکلام آزاد ہوتے اور کانگرس کے پاس صرف ایک محمد علی جناح ہوتا تو ہندوستان کبھی تقسیم نہ ہوتا۔''

تحریک پاکستان راستے کی ہمت شکن اور صبر آزما مشکلات کے باوجود قائداعظم کی اعلیٰ قیادت اور اسلامیانِ ہند کی جرأت و استقامت کی بدولت عروسِ کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا ظہور ہوا۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے بابائے قوم کے بارے میں لکھا: ''وہ اتنی بلند شخصیت کے مالک تھے جتنی امام بن تیمیہ۔ اس لیے کہ امام بن تیمیہ نے مسلمانوں کو تاتاریوں سے بچایا تھا جبکہ قائداعظم نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ کیا۔''

جب پاکستان بن گیا تو لاکھوں مسلمان اپنے عزیز و اقارب اور گھر بار کو چھوڑ کر پاکستان آ گئے۔

تو بھی ہے ہجرت کدہ شہرِ مدینہ کی طرح — ہم نے بھی دہرائی ہے اک رسم آباء کی طرح

قائداعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ آپ نے دن رات سخت محنت کی اور اپنی بیماری کی بھی پروانہ کی۔ آپ نے جان توڑ محنت سے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

مملکت خداداد کی تعمیر کے لیے ٹھوس بنیادیں فراہم کردیں۔ امریکی صدر ٹرومین نے یوں خراج عقیدت پیش کیا کہ ''جناح میں لگن اور دھن ایسی پائی جاتی تھی کہ کم ہی انسانوں کو اپنے مقصد کے لیے حاصل ہوتی ہے۔''

قائداعظم نہایت دیانتدار، باہمت اور مستقل مزاج لیڈر تھے۔ ان کی قائدانہ صلاحیتیں انہیں دنیا کے تمام دوسرے لیڈروں سے منفرد حیثیت دلاتی ہیں۔ ان کے دشمنوں نے بھی ان کی بے لوث اور مخلصانہ کوششوں کی تعریف کی۔ پنڈت جواہر لال نہرو جیسے مخالف کو بھی ان کی قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف کرنا پڑا اور اس نے کہا: ''مسٹر جناح کی اعلیٰ سیرت اور کردار وہ مؤثر حربہ تھا جس کے ذریعے انہوں نے اپنی زندگی بھر کے معرکے سر کیے۔'' اسی طرح ایک اور معروف صحافی نکلسن نے انہیں ایشیا کا عظیم ترین انسان قرار دیا۔

سالہا سال کی مسلسل محنت سے قائداعظم کی صحت بہت خراب ہوچکی تھی۔ وہ بیماری کی حالت میں بھی لگاتار محنت کرتے رہے۔ آخرکار آپ 11 ستمبر 1948ء کو رحلت فرما گئے۔ آپ کو کراچی میں دفن کیا گیا جہاں ایک پرشکوہ مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

آپ کا پیغام تھا: ''ایمان، اتحاد، تنظیم''

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے فرمایا: ''ہم نے پاکستان اس لیے حاصل کیا تھا کہ اسے اسلام کی تجربہ گاہ بنا سکیں اور اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں اسلام کو نافذ کرسکیں۔ ہمارا آئین بنا بنایا 14 سو سال پہلے سے موجود ہے یعنی قرآن مجید۔''

(4) یومِ آزادی/ پاکستان

14 اگست یومِ پاکستان یا یومِ آزادی کہلاتا ہے۔ اس روز اہلِ پاکستان اپنی آزادی کی سالگرہ مناتے ہیں۔ یہ دن ہر سال آزادی، حریت اور استقلال کا پیغام بر بن کر آتا ہے۔ جس سے جدوجہد آزادی کی یاد پھر سے تازہ ہوجاتی ہے۔ زندہ قومیں اپنی آزادی کے دن کو ہمیشہ غیر معمولی اہمیت دیتی ہیں اور اسے شایانِ شان طریقے سے مناتی ہیں۔ پاکستان بھر میں 14 اگست کا دن ہمارے لیے ایک قومی تقریب کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر سال انتہائی جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔

آج کے دن آزاد ہوئے ہم آج کے دن سب دور ہوئے غم
لہرایا آزاد فضا میں چاند ستارے والا پرچم

برصغیر پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔ 1907ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغل شہزادوں کی خانہ جنگی اور باہمی مخالفت کی وجہ سے سلطنت کمزور ہوتی گئی اور انگریز جو اس ملک میں تجارت کی غرض سے آئے تھے، اقتدار بڑھتا گیا اور وہ رفتہ رفتہ ملک کے بہت سے علاقوں پر قابض ہوگئے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد مغلیہ سلطنت کا چراغ جو مدت سے ٹمٹما رہا تھا، ہمیشہ کے لیے گل ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی انگریز پوری طرح ملک پر مسلط ہوگئے۔

کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیاتِ جاوداں سے

انگریزوں نے حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ سے چھینی تھی۔ اس لیے قدرتی طور پر وہ مسلمانوں سے بدگمان رہتے تھے کہ اگر انہیں موقع مل گیا تو یہ اپنی کھوئی ہوئی سلطنت واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی نے اس بدگمانی کو اور مستحکم کردیا۔ انگریزوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ تحریک مسلمانوں کی اسی کوشش کا نتیجہ تھی۔ لہٰذا انہوں نے مسلمانوں کی قوت کو پامال کرنا شروع کردیا۔ اس کے برعکس ہندوؤں کی پشت پناہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مسلمان روز بروز پستی کی طرف گرتے چلے گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں زندگی کے ہر شعبے میں ہندوؤں سے بہت پیچھے رہ گئے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

مایوسی اور بددلی کے اس نازک دور میں بعض دردِ دل رکھنے والے مسلمان رہنماؤں نے قوم کو تباہی سے بچانے کا بیڑا اٹھایا۔ سرسید کا نام ان رہنماؤں میں سرفہرست تھا۔ انہوں نے قوم کو بیدار کرنے اور ترقی کی راہ پر چلانے کے لیے جدوجہد شروع کی۔ قوم نے جھرجھری لی۔ آنکھیں کھولیں۔ اپنی زبوں حالی کی طرف نگاہ ڈالی اور خدا کا نام لے کر اپنے جائز حقوق حاصل کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

آزادی کی تحریک کی ابتداء آل انڈیا کانگریس نے کی جس کے بانی ایک انگریز تھے۔ کانگریس کی تمام جدوجہد کا منتہائے مقصود بظاہر ہندوستان کی آزادی تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ مسلمان، ہندو اور سکھ وغیرہ چونکہ سبھی اس دھرتی ماتا کے سپوت ہیں اس لیے انہیں ہندوستان کی آزادی کی خاطر مل کر جدوجہد کرنی چاہیے اور جب آزادی حاصل ہو جائے گی تو یہاں ایک ایسی جمہوری اور قومی حکومت قائم کی جائے گی جس کو چلانے میں باشندگانِ ملک کا آبادی کے لحاظ سے برابر کا حصہ ہوگا۔ اس طرح کسی کے حقوق کی پامالی کا امکان نہ ہوگا۔

کانگریس کی چلائی ہوئی یہ تحریک ہندوؤں کی عیاری اور مسلمانوں کی سادگی اور صاحبِ نظر رہنماؤں سے محرومی کی بدولت روز افزوں ترقی کرتی گئی اور متحدہ قومیت کا تصور کچھ اس طرح مسلمانوں میں رچنے سا لگا کہ وہ اسلامی تہذیب و روایات سے منحرف ہونے لگے۔ اس قسم کے افسوس ناک مناظر بھی دیکھنے میں آئے کہ مسلمان ہندو تہذیب کے رنگ میں رنگے جانے کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھنے لگے۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

کانگریس پارٹی کے یک طرفہ رویے سے مسلمانوں کو یہ احساس ہوا کہ انہیں بھی اپنی ایک الگ پارٹی بنانی چاہیے جو مسلمانوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کر سکے لہٰذا 1906ء میں مسلمانوں نے ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کی بنیاد رکھی۔ اس جماعت کا بنیادی مقصد مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا کرنا تھا۔

مسلمان رہنماؤں کو جب یقین ہو گیا کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کی ترقی کسی طرح گوارا نہیں اور وہ اکثریت کے گھمنڈ میں مسلمانوں کو رعایتیں دینا تو درکنار ان کے جائز حقوق تک دینے کے لیے تیار نہیں تو انہوں نے اپنے لیے الگ حکومت کا نقشہ اپنے ذہن میں بنانا شروع کر دیا۔ اس آزاد اسلامی حکومت کا واضح تصور سب سے پہلے حضرت علامہ اقبالؒ نے 1930ء میں پیش کیا۔ اس وقت مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ الٰہ آباد میں منعقد ہوا۔ علامہ اقبال اس کے صدر تھے۔ انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں ارشاد فرمایا: ''میری نگاہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی کش مکش کا واحد حل یہ ہے کہ ہندوستان کے جن صوبوں میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے انہیں ملا کر انگریزی حکومت کے زیر اثر یا اس سے آزاد ایک سلطنت قائم کر دی جائے جس میں مسلمان اپنے مذہب، اپنی روایات اور اپنے تمدن کے مطابق آزادی سے زندگی بسر کر سکیں۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو تمہاری داستان تک نہ ہو گی داستانوں میں

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کے مطابق کانگریس کے اصل عزائم بے نقاب ہوئے بغیر نہ رہ سکے جبکہ مکمل آزادی کے ان علمبرداروں نے اس ایکٹ کے تحت ایک قومی حکومت کا قیام قبول کر لیا چونکہ مذکورہ ایکٹ میں مغربی جمہوریت کا تصور کارفرما تھا اس لیے یہ جمہوری نظام کانگریس کے متعصبانہ عزائم کی تکمیل کے لیے راستہ ہموار کر رہا تھا۔ اس نظام کے زیر اثر ہندوؤں کے اکثریت میں ہونے کی وجہ سے ایسی قانون سازی ہو سکتی تھی جس سے آہستہ آہستہ اسلامی تہذیب کا خود بخود خاتمہ ہو جائے چنانچہ اس نام نہاد قومی حکومت نے جس تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ کیا وہ اس تحریک کے مقاصد کو سمجھنے کے لیے کافی تھا۔ ''ودیا مندر سکیم'' اور ''وارد ھا سکیم'' کے منصوبوں کے ذریعے مسلمان بچوں کو ہندو تہذیب میں جذب کرنے کی جو کوشش کی گئیں وہ آزادی کی متحدہ جدوجہد کے پرستاروں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی تھیں۔ اس معاملے میں کانگریس متعصب ہندو جماعت ہندو مہاسبھا سے بھی بازی لے گئی۔ جس کے صدر کا نام ساورکر تھا اور اسی سے عرصہ دراز تک کانگریس کی رفاقت کا دم بھرنے والے مولانا ظفر علی خان بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

بھارت میں بلائیں دو ہیں اک ساورکر اک گاندھی ہے اک جھوٹ کا چلتا جھکڑ ہے اک مکر کی اٹھتی آندھی ہے

اس وقت مسلمانوں کو جس قسم کا انقلابی قدم اٹھانے کی ضرورت تھی اس کا صحیح احساس پیدا کرنے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا شرف نمایاں طور پر دو

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

شخصیتوں کو حاصل ہوا۔ ایک ڈاکٹر محمد اقبال اور دوسرے قائداعظم محمد علی جناح۔ ان شخصیتوں نے نظری اور عملی طور پر اسلامیانِ ہند کو ان کے حقیقی مقاصد سے آگاہ کرنے کا عظیم الشان کام سرانجام دیا۔

اگر ایک ہستی نے اپنے نغمۂ جاں سوز کے ساتھ مسلمانانِ ہند کے اندر ایک نئی روح بیدار کر دی تو دوسری ہستی نے اپنے سازِ عمل کے قانون سے مسلمانوں کے عزائم کو تحریک بخشی اور بالاخر اہلِ زمانہ نے وہ دن بھی دیکھا جب کانگریس کے متحدہ قومیت کے نعرے کا طلسم پاش پاش ہو کر رہا اور مسلمانانِ ہند نے اپنی شاندار تہذیب کو زندہ رکھنے اور پنپتا ہوا دیکھنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی اور 23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں ایک قرارداد منظور کی جس میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ اسلامی ریاست کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

یہ کیا تھا؟ مدعا کیا، ماجرا کیا تھا؟ مجھے معلوم ہے یہ جز دو حرف لا الٰہ کیا تھا؟
یہ ساری کاوشیں تھیں دین کی، ایمان کی خاطر ہزاروں کلفتیں تھیں ایک پاکستان کی خاطر

اسلامی تہذیب وتمدن کی برتری پر یقینِ کامل ہی کا نتیجہ تھا کہ ارضِ ہندوستان راس کماری سے لے کر پشاور تک پاکستان کا مطلب کیا؟ ''لا الٰہ الا اللہ'' کے نعروں سے گونج اٹھی اور قائداعظم کی چلائی ہوئی تحریکِ پاکستان اپنے اسلامی تصورات ونظریات کے سبب مسلمانانِ ہند کے دلوں میں اتر گئی۔

تحریکِ پاکستان راستے کی ہمت شکن اور صبر آزما مشکلات کے باوجود قائداعظم کی اعلیٰ قیادت اور اسلامیانِ ہند کی جرأت واستقامت کی بدولت عروسِ کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا ظہور ہوا اور لاکھوں مسلمان اپنے عزیز واقارب اور گھر بار کو چھوڑ کر پاکستان آ گئے۔

تو بھی ہے ہجرت کدہ شہرِ مدینہ کی طرح ہم نے بھی دہرائی ہے اک رسم آباء کی طرح

پاکستان کو وجود میں آئے نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس عرصے میں ہمارے ملک نے صنعتی، تجارتی، زرعی اور اقتصادی میدان میں خاصی ترقی کی ہے لیکن جہاں تک اسلامی نظام کے نفاذ کا تعلق ہے اس سلسلے میں کوئی ٹھوس اور نتیجہ خیز کوشش اب تک نہیں کی گئی۔ اہلِ نظر بخوبی جانتے ہیں کہ ہم نے یہ ملک صرف اسی لیے حاصل کیا تھا کہ یہاں اسلامی نظام کو عملی طور پر قائم کیا جائے تاکہ اس دیس کے مسلمان اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ قائداعظم نے اپنے ایک خطاب میں کہا تھا: ''ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایسی مملکت کی تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسان کی طرح رہ سکیں، جو ہماری تہذیب وتمدن کی روشنی میں پھلے پھولے۔ جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقع ملے۔''

قائداعظم نے ایک اور موقع پر فرمایا تھا: ''ہم نے پاکستان کی جنگِ آزادی جیت لی ہے لیکن اس آزادی کے تحفظ اور پاکستان کو مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر تعمیر کرنے کی شدید جنگ ابھی جاری ہے۔ اگر ہمیں ایک عظیم قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو یہ جنگ کامیابی سے ہمکنار ہونے تک لڑنا ہوگی۔''

یومِ پاکستان ہر سال نہایت شان وشوکت اور جوش وخروش سے منایا جاتا ہے۔ ملک بھر میں عید کا سماں نظر آتا ہے۔ شہروں اور دیہات میں بازار اور گلیاں جھنڈیوں سے دلہن کی طرح سجائی جاتی ہیں۔ سرکاری عمارتوں اور عام مکانات پر قومی پرچم لہرائے جاتے ہیں۔ بڑے شہروں میں ٹرکوں، بسوں، موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں کا جلوس نکالا جاتا ہے اور نوجوان بے حد جوش ومسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ بچے، بوڑھے اور عورتیں اس جشن میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ رات کو چراغاں کیا جاتا ہے۔ اخبارات خصوصی ایڈیشن شائع کرتے ہیں اور ریڈیو، ٹی وی پر تحریکِ پاکستان کے خصوصی پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ قومی رہنما جلسوں میں تحریکِ پاکستان کے موضوع پر تقاریر کرتے ہیں۔ الغرض یومِ پاکستان اس قدر جوش وخروش سے اور جذبے کے ساتھ منایا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حصولِ آزادی کی جدوجہد پھر سے ذہنوں میں تازہ ہو جاتی ہے۔

آزادی کا ہر لحظہ پیامِ ابدیت محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات

شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔ قائداعظم نے اسے حقیقت کا لباس پہنایا۔ قائداعظم نے ہر مقام پر اتحاد، تنظیم اور ایمان کا

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

درس دیا اور یہی وہ تینوں خوبیاں ہیں جن کا ہمارے موجودہ بازارِ حیات میں قحط نظر آتا ہے۔ نظریاتی سرحدیں تو دور کی بات ہے، ہم تو پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت بھی نہیں کر سکے اور رونا اس بات کا ہے کہ ہم جو نقصان کر بیٹھے ہیں اس کا ہمیں احساس تک نہیں ہے۔ ہم نے حالات پر قابو پانے کی بجائے خود کو وقت کے حوالے کر دیا ہے۔ ہم دیکھنے، سننے اور غور کرنے کی صلاحیتوں سے عاری ہو گئے ہیں۔

یہ کبھی سوچا کہ جدوجہدِ آزادی کے بعد   نازِ نینانِ چمن کی خانہ بربادی کے بعد
ہم نے خود اپنے گریبانوں کو رسوا کر دیا   آبروئے ملک و ملت کو تماشا کر دیا

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بچے کھچے پاکستان کے تحفظ، تعمیر اور ترقی کے لیے ہم خود کو وقف کر دیں اور دلوں میں وہی جذبہ ابھاریں جو حصولِ پاکستان کے وقت ہمارے اندر موجود تھا۔ تعمیر کے ولولوں کو زندہ کریں، سچے مسلمان بن جائیں کیونکہ اس وطنِ عزیز کی بنیاد اسلام پر ہے اور اسلام سے مخلص ہوئے بغیر ہم سچے پاکستانی نہیں بن سکتے۔

صوبائی تعصّبات اور مختلف فرقہ بندیوں نے ہم سے اخوت وایثار کے اس جذبے کو چھین لیا ہے جو ہمارے اسلاف کا نشانِ امتیاز تھا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اسی میں ہماری دنیاوی اور اخروی فلاح پوشیدہ ہے اور زندگی کے ہر مرحلے میں ہمیں یاد رکھنا چاہیے۔

ہم ہیں ارضِ پاک کے ذروں کی حرمت کے امیں   ہم ہیں حرفِ لا الہ کے ترجمانِ بے خطر

آزادی ایک عظیم نعمت ہے لیکن اس کا تحفظ اس سے کہیں اہم تر ہے۔ آزادی کی حفاظت اور استحکام ہم سب کا مشترکہ نصب العین ہونا چاہیے جو قومیں اس نعمت کی قدر نہیں کرتیں ان سے قدرت اسے چھین لیا کرتی ہے اور پھر اس کا انتظار صدیوں کرنا پڑتا ہے۔

اختر شیرانی نے ٹھیک کہا تھا۔

عشق و آزادی بہارِ زیست کا سامان ہے   عشق میری آن، آزادی میرا ایمان ہے
عشق پہ کر دوں فدا میں اپنی ساری زندگی   اور آزادی پہ میرا عشق بھی قربان ہے

TopStudyWorld.com

(5) عیدین

خاکہ:

- ☆ زمانہ جاہلیت سے پہلے کے تہوار
- ☆ معانی و مفہوم
- ☆ عیدالفطر
- ☆ صدقہ فطر
- ☆ چاند رات
- ☆ روزِ عید
- ☆ عیدالاضحیٰ
- ☆ تاریخی پس منظر
- ☆ قربانی کا ثواب اور فلسفہ
- ☆ قربانی کے جانور
- ☆ کس جانور کی قربانی جائز نہیں؟
- ☆ قربانی کے گوشت کی تقسیم
- ☆ عید کا دن

آج عید، کل عید، صبح عید، ہر شام عید   خدا کرے تمہارے لیے ہر لمحے کا نام ہو عید

حضرت محمد ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ شریف پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اہلِ مدینہ نے دو تہوار ایسے بنا رکھے ہیں جن میں وہ کھیل کود کے مظاہرے کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے یہ دن کیسے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ زمانۂ جاہلیت سے ہمارے درمیان یہ دن کھیل کود کے لیے مخصوص چلے آ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ نے تمہارے لیے ان دنوں کو ان سے بہتر دو دنوں کے ساتھ بدل دیا ہے اور وہ دن ہیں ''یوم الاضحیٰ، یوم الفطر''۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اسلام میں دو ہی تہوار ایسے ہیں جن کو تمام مسلمان دنیا بھر میں بڑی خوشی اور اسلامی جذبہ کے ساتھ مناتے ہیں اور وہ ہیں ''عیدین''۔ عیدین سے مراد دو عیدیں ہیں ''عید الفطر'' اور ''عید الاضحیٰ''۔ عید کے معنی خوشی، مسرت یا جشن کے ہیں۔ اس سے مراد خوشی کا وہ دن ہے جو بار بار لوٹ کر آئے۔

عید الفطر کو ''چھوٹی عید'' یا ''میٹھی عید'' بھی کہا جاتا ہے۔ فطر کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں۔ اس لحاظ سے عید الفطر اس عید کو کہتے ہیں جو فرزندانِ توحید رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہونے پر یکم شوال کو اس خوشی میں مناتے ہیں کہ خدائے وحدہٗ لاشریک نے ہمیں رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا جو حکم دیا تھا ہم اس کی تعمیل کے قابل ہوئے اور اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے۔ یہ عید روزوں کا مقدس تحفہ یا صلہ بھی کہلاتی ہے۔ سیماب اکبر آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

ہنستی ہوئی صبح روز عید آئی ہے — لے کے نئے جذباتِ سعید آئی ہے
یہ خوشخبری ہے روزہ داروں کے لیے — روزے جو گئے ان کی رسید آئی ہے

اخوت اور بھائی چارے کی جو فضا اسلام میں پائی جاتی ہے وہ دوسروں کے لیے باعثِ صد رشک ہے۔ افرادِ معاشرہ کی خیر خواہی کا یہ عالم ہے کہ حکم دیا گیا ہے کہ عید الفطر کی نماز کے لیے جانے سے پہلے گھر کے سارے افراد (بالغ، نابالغ، شیر خوار، غلام، آزاد) کی طرف سے غربا و مساکین کو صدقۂ فطر (فطرانہ) ادا کیا جائے تا کہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ فطرانے کی مقدار فی کس دو سیر گندم یا اس گندم کی قیمت مقرر کی گئی ہے۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں ''واجب کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کو روزوں کو پاک کرنے کے لیے بیہودہ باتوں اور لغو کلام سے اور واجب کیا ہے واسطے کھلانے مساکین کے۔''

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں — کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

رمضان المبارک کا چاند ظاہر ہوتے ہی مسلمان سحری و افطاری کے خوش کن انتظام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جب رمضان المبارک کا مہینا ختم ہوتا ہے اور چاند کی انتیسویں شام ہوتی ہے تو غروبِ آفتاب کا وقت قابلِ دید ہوتا ہے۔ مکانوں کی چھتوں پر بچے اور بڑے بھی چڑھ جاتے ہیں۔ مغرب کی طرف نظر جمائے دیکھتے ہیں کہ ہلالِ عید نظر آ جائے۔ اس روز ہلال اس قدر باریک ہوتا ہے کہ اس کا نظر آنا کارے دارد۔ آسمان صاف ہو اور کسی کی نگاہ ہلال کی چمک سے منور ہو جائے تو کیا کہنے۔ ایک گونج پیدا ہوتی ہے وہ رہا چاند درخت کی چھوٹی ٹہنی کے ساتھ، پتوں کی اوٹ میں۔

میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن — ہے مگر دریائے دل تیری کشش سے موجزن

ادھر چاند نظر آیا۔ ادھر نوبت نقارے بجنے لگے اور ڈھول پیٹنے لگے۔ اس قدر چہل پہل اور گہما گہمی ہوئی جیسے شام کی خاموشی جاگ اٹھی۔ بچوں کے نئے، اجلے اور خوبصورت کپڑے دیکھے گئے۔ لڑکیوں اور عورتوں نے مہندی لگائی۔ رات اسی ذوق و شوق میں گزر گئی۔

یہ صبح جنت کی صبح سے کم نہیں ہوتی۔ بچے خوشی سے قہقہے لگاتے ہیں۔ بزرگوں سے عیدی وصول کرتے ہیں۔ گھر گھر سویاں، حلوے اور کھیر پکائی جاتی ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں ''عید الفطر کے دن جب تک رسول اللہ ﷺ چند کھجوریں نہ کھا لیتے عید گاہ کو تشریف نہ لے جاتے اور آپ ﷺ طاق کھجوریں کھاتے یعنی تین، پانچ، سات، نو وغیرہ۔''

ہمیں بھی آپ ﷺ کی اس سنت پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔ بچے نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ بزرگ بھی اجلے لباس میں ملبوس ہو کر تیار ہو جاتے ہیں اور عید گاہ کا رخ کرتے ہیں۔ وہاں پوری اجتماعی شان کے ساتھ خدا کے حضور میں دو رکعت نفل نماز ادا کرتے ہیں۔ فضا میں ایک ہی آواز گونج رہی ہوتی ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ ہی سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اللہ اللہ، کیسا انوکھا ہے یہ دین! خوشی منائی جارہی ہے لیکن اس کا اظہار جذبۂ تشکر و عبودیت سے ہوتا ہے۔ اس دین میں مادہ پرستانہ طرزِ فکر و نظر کا کیا گزر ہوسکتا ہے جو کچھ ہے اللہ کی رضا کے لیے ہے۔ خوشی ہے تو اسی کے بتائے ہوئے آداب کے مطابق۔ غم ہے تو اسی کے بتائے ہوئے طرزِ عمل کی روشنی میں۔ مسلمان خوشی میں خدا کو بھولتا ہے اور نہ غمی میں۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے، ہو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

نمازِ عید کی دو رکعتیں پڑھ کر بزرگ گھر چلے آتے ہیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں ''عید کے دن رسول اللہ ﷺ دو مختلف راستوں سے آتے جاتے تھے۔'' ہمیں آپ ﷺ کی اس سنت کو بھی ضرور نگاہ میں رکھنا چاہیے۔

بچے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ مٹھائی اور پھلوں کی دکانوں پر خوب چہل پہل ہوتی ہے۔ رنگ برنگ مٹھائیاں تھالوں میں سجی ہوتی ہیں۔ بچے غبارے خریدتے اور پتنگ اڑاتے ہیں۔ ننھی ننھی بچیاں باغوں میں جھولا جھولتی ہیں۔ کوئی جھلاتی اور کوئی جھولتی ہے۔

گھروں میں نفیس کھانے پکتے ہیں۔ لوگ پلاؤ، زردے، کھیر، سویاں اور حلوے پر خوب ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ دوست آتے جاتے ہیں۔ سارا دن عید مبارک کہنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ گویا ہر سو مسرت اور شادمانی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ بقول سحاب اکبر آبادی

عید آئی نشاط کی پیامی بن کر ہنگام سرور و شادمانی بن کر
اے کاش یہ چند لمحہ عیش و خوشی رہ جائیں مسرت دوامی بن کر

عیدالاضحیٰ، عیدالفطر کے دو ماہ دس دن بعد آتی ہے۔ اسے ''بڑی عید'' بھی کہا جاتا ہے۔ اضحیٰ تو وقتِ چاشت کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس عید کی نماز چاشت کے وقت پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کا نام عیدالاضحیٰ ہوا۔ عیدالاضحیٰ کے لغوی معنی ''قربانی کی عید'' کے ہیں کیونکہ اس روز حضرت ابراہیمؑ کی عظیم قربانی کی یاد تازہ کرنے کے لیے جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ اس لیے اس کا نام عیدالاضحیٰ رکھا گیا ہے۔ اسے ''بقرعید'' یا ''عیدِ قربان'' بھی کہا جاتا ہے۔ عربی میں بقرہ کے معنی ''گائے'' کے ہیں۔ چونکہ اس عید پر گائے کی قربانی دی جاتی ہے۔ اس لیے اسے ''عیدالبقر'' بھی کہتے ہیں۔ مسلمان یہ عید ہر دس ذوالحج کو مناتے ہیں۔ یہ عید دراصل حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے ایثار کی یادگار ہے۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم نہایت اس کی حسینؓ ابتداء ہے اسماعیلؑ

عیدالاضحیٰ کا تہوار ایک مبارک تاریخی پس منظر رکھتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ایک رات خواب دیکھا کہ وہ اپنے چہیتے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو خدا کی راہ میں ذبح کر رہے ہیں۔ جب یہ خواب انہیں متواتر تین رات نظر آتا رہا تو انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ چاہتا ہے کہ میں اپنے پیارے بیٹے کو اس کی راہ میں قربان کردوں۔ بقول حفیظ جالندھری

بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ ہمت کا ساماں کر پئے خوشنودیٔ مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر

حضرت ابراہیمؑ نے اپنا یہ خواب اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیلؑ سے بیان کیا اور پوچھا! بیٹا تیرا کیا خیال ہے؟ حضرت اسماعیلؑ نے عرض کیا ''ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے بجالائیے۔ آپ انشاءاللہ مجھے صابروں میں پائیں گے۔''

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

حضرت ابراہیمؑ بیٹے کی یہ اطاعت اور فرمانبرداری دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بیٹے کو ساتھ لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں شیطان نے حضرت اسماعیلؑ کو بہکانے کی کوشش کی مگر وہ اس کی باتوں میں نہ آئے۔ جنگل میں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پیارے لختِ جگر کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹا دیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے عرض کیا ''ابا جان! آپ میرے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ لیں۔ مبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں۔ ساتھ ہی آپ اپنی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ لیجیے! مبادا آپ کو رحم آجائے۔'' حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا اور پھر اللہ کا نام لے کر چھری حضرت اسماعیلؑ کے گلے پر پھیرنے لگے لیکن چھری

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

نے خدا کے حکم کے مطابق حضرت اسماعیلؑ کا ایک بال بھی بیکا نہ کیا۔ بقول حفیظ جالندھری

مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا کہ اسماعیلؑ کا اک رونگٹا کٹنے نہیں پایا

جب حضرت ابراہیمؑ کے چھری چلانے کے باوجود حضرت اسماعیلؑ ذبح نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ نے ندا دی ''اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی۔'' چنانچہ حضرت جبرائیلؑ ایک مینڈھا لے کر حاضر ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ نے اسے خدا کی راہ میں ذبح کیا۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطورِ یادگار ہمیشہ کے لیے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی ذوالحج کی دس تاریخ کو تمام دنیائے اسلام اس ذبح عظیم کی یاد تازہ کرتی ہے۔ بقول حفیظ جالندھری

غرض دنبہ ہوا قربان اسماعیلؑ کے صدقے ہوئی یہ سنت اس ایمان کی تکمیل کے صدقے

قربانی صاحبِ استطاعت لوگوں پر واجب ہے۔ قربانی کی فضیلت اور اجر و ثواب بے بہا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''خدا کے نزدیک قربانی کے دن قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہیں ہے۔ قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔'' قربانی کی اصل روح تقویٰ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ''اللہ کو ان جانوروں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا بلکہ اس کو تمہاری جانب سے تقویٰ پہنچتا ہے۔''

قربانی سے اطاعتِ خداوندی کا سبق ملتا ہے۔ یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، دوستوں اور عزیزوں کے حقوق کا احساس بھی ہوتا ہے۔ یوں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تکمیل ہوتی ہے۔

سب سے زیادہ افضل قربانی دنبے کی ہے۔ ویسے تو بکرا، اونٹ، گائے، بیل بھی جائز ہے بلکہ لوگوں کی سہولت کے لیے بیل اور اونٹ میں سات افراد تک شامل ہو سکتے ہیں یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی سات افراد مل کر سکتے ہیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گائے اور اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔'' دوسرے اور تیسرے روز بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔ قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے اس جانور کی قربانی سے جس کے سینگ ٹوٹے اور کان کٹے ہوئے ہوں۔

حضرت براءؓ بن عازب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا جانور قربانی کے لائق نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے چار انگلیاں اٹھا کر کہا کہ چار جانور قربانی کے لائق نہیں ہے۔ ایک لنگڑا جس کا لنگ ظاہر ہو اور چل نہ سکے۔ دوسرا کانا کہ اس کا کانا پن ظاہر ہو۔ تیسرا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور چوتھا دبلا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جس جانور کو ہم قربان کریں اس کی آنکھ، کان کو اچھی طرح دیکھ لیں کہ ان میں کوئی نقص نہ ہو اور یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس کو ذبح نہ کریں جس کا کان اگلی طرف سے کٹا ہو یا پچھلی طرف سے اور نہ اس کو جس کا کان پھٹا ہو لمبائی میں یا گولائی میں۔

شریعتِ اسلامی کی رو سے قربانی کے گوشت کے تین برابر حصے کیے جاتے ہیں۔ ایک حصہ اپنے لیے۔ دوسرا حصہ رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے اور تیسرا حصہ مسکینوں کے لیے۔ اس قربانی کی یہ حکمت و برکت ہے کہ غریب سے غریب شخص بھی ان دنوں گوشت سے محروم نہیں رہتا اور اس کے ساتھ ساتھ قربانی کے اس مقدس عمل سے مسلمانوں میں ایک دوسرے کے لیے ایثار و خلوص کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے آتے ہیں جو کام دوسروں کے

عیدالفطر کی طرح عیدالاضحیٰ کا تہوار بھی بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ بچے، بوڑھے، مرد اور عورتیں صبح سویرے اٹھتے ہیں۔ نمازِ فجر ادا کرتے ہیں اور نہا دھو کر نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ مرد عیدگاہ کی راہ لیتے ہیں جبکہ عورتیں عید کے رنگا رنگ پکوان پکانے میں لگ جاتی ہیں۔ عیدالفطر کے برعکس اس عید پر قربانی سے پہلے کچھ نہ کھانا سنتِ رسول ﷺ ہے۔ حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ ''عیدالفطر کے دن جب تک رسول اللہ ﷺ کچھ کھا نہ لیتے عید کو نہ جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن اس وقت تک کچھ نہ کھاتے جب تک نماز نہ پڑھ لیتے۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

لوگ بلند آواز سے تکبیر پڑھتے ہوئے عیدگاہ کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ تب مسلمان بڑے ادب سے خطبہ سنتے اور علمائے کرام کے مواعظِ حسنہ سے مستفید ہوتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگ ایک دوسرے کو عید کی مبارکباد دیتے ہیں اور معانقہ کرتے ہیں۔ پھر وہ تکبیر پڑھتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس آجاتے ہیں اور قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے نماز سے پہلے ذبح کر ڈالا اس کو چاہیے کہ وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے (کیونکہ نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی) اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوئی اور اس نے ہمارے طریقہ پر عمل کیا۔''

اس عید کی خوشی تین دن تک متواتر رہتی ہے اور ہر روز جشن کی کیفیت ہوتی ہے۔ بقول شاعر!

عید آئی ہے دل اہلِ زمانہ شاد ہے — عیش سے وابستہ ہے غم سے ہر اِک آزاد ہے
عشرت و عیش و طرب چھائے ہیں جا بجا — ہر طرف اک جشن ہے ہر سو مبارکباد ہے

(6) محنت کی برکتیں

خاکہ:

- ☆ زندگی جدوجہد کا نام
- ☆ صرف دعا کافی نہیں
- ☆ شیوۂ پیغمبری
- ☆ عظیم انسانوں کا شیوہ
- ☆ محنت کا شیریں ثمر
- ☆ محنت سے جی چرانے کی سزا
- ☆ اسم اعظم یعنی محنت
- ☆ روزمرہ کے مشاہدات
- ☆ حضور ﷺ کی زندگی
- ☆ شرفِ آدمیت
- ☆ تعمیرِ اخلاق
- ☆ انسانی ترقی کا سربستہ راز
- ☆ محنت میں عظمت
- ☆ محنت کش کا مقام
- ☆ اسلاف کا طرزِ عمل
- ☆ ہمارا معاشرہ اور محنت
- ☆ تاریخی شہادت

محنت و مشقت قدرت کا انعام اور بیش قیمت خوبی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ آدمؑ کی تخلیق سے لے کر موجودہ زمانے تک انسان نے ارتقاء کی جو منزلیں طے کی ہیں وہ سب محنت کی بدولت حاصل ہوئی ہیں۔ انسان کو جسم و روح کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے محنت کو اپنا شعار بنانا پڑا ہے۔ دنیا میں انہی افراد اور قوموں کو مقام بلند ملا ہے جنہوں نے سخت محنت کی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے:

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○

ترجمہ: ''انسان کے لیے صرف وہی کچھ ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔''

انسانی زندگی مشقت سے عبارت ہے۔ زندگی جدوجہد کا نام ہے۔ جو لوگ محنت سے کام لیتے ہیں وہی میدانِ زندگی میں کامیاب ہوتے ہیں۔ زندگی ایک سفر ہے اور مسلسل چلتے رہنے والے ہی منزل تک پہنچتے ہیں۔

میدانِ زندگی میں نہیں بیٹھنے سے کام — گر پاؤں ٹوٹ جائیں یہاں سر کے بل چلو

لڑکپن میں ہر ایک نوجوان کی طرح ہمیں بھی پرانی داستانیں پڑھنے کا شوق تھا جس میں ایک سبز پوش بزرگ ہیرو کو ''اسم اعظم'' سکھایا کرتے تھے۔ جس کی بدولت ہیرو کی ہر مشکل آسان ہو جاتی تھی۔ وہ قصے پڑھتے ہوئے یہ آرزو دل میں چٹکیاں لیا کرتی تھی کہ کاش وہ اسم اعظم ہمیں بھی معلوم ہو جائے۔ عملی دنیا میں قدم رکھتے ہی وہ اسم اعظم ہمیں بھی مل گیا لیکن اس کا نام محنت تھا۔ محنت ہی دراصل وہ اسم اعظم ہے جو انسان کی زندگی میں ہر مشکل کا حل پیش کر دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ''محنت کار اللہ کا دوست ہے۔'' یعنی اللہ اس شخص کو پسند کرتا ہے جو اپنی روزی اپنے ہاتھ سے کماتا ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

Euripides کہتا ہے:

To the worker, God himself lends aid.

محنت کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اسے کچھ عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''تمہارے پاس کچھ ہے؟'' اس نے عرض کیا ''ایک کمبل ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''اسے بیچ کر ایک رسی اور کلہاڑی لے آؤ۔'' رسی اور کلہاڑی لے کر جب وہ شخص واپس آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ''جنگل سے لکڑیاں کاٹو۔ اسے رسی میں باندھو اور جا کر بازار میں بیچ دو۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میرے پاس آنا۔'' کچھ دنوں کے بعد وہ شخص دوبارہ حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا۔ ''حضور ﷺ! آپ نے مجھے بہت اچھا راستہ دکھایا۔ بھیک مانگنے کی بجائے اب میرے پاس اپنی محنت کے سبب بہت سے روپے جمع ہو گئے ہیں۔'' سچ ہے محنت میں عظمت اور برکت ہے۔

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی
خیر تاک لو اس سے اپنی پرائی نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی

حضور اکرم ﷺ نے دس برس کے دوران 26 غزوات میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اور 56 سرایا یا جنگی مہمات روانہ فرمائیں۔ دس برس میں 82 جنگیں لڑی ہیں۔ فرشتے مدد کے لیے اترے مگر اس وقت جب مسلمان جتنے بھی تھے اور جو بھی سامانِ جنگ رکھتے تھے اس سے لیس ہو کر میدان میں آ گئے۔ فرشتے صرف مدد کرتے ہیں اور مدد انہی کی ہوتی ہے جو مقابلہ کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ اگر کوئی گروہ گھروں یا آستانوں میں بیٹھ کر صرف دعا پر ہی اکتفا کرے تو فرشتے بھی محض آمین کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی یہ شان ہے کہ نصرت کی دعا مانگنے کے ساتھ ہی لڑنے کے لیے تلوار میان سے باہر نکال لیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر مستجاب الدعوات تو نہ کوئی تھا نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہوگا۔

توکل کے یہ معنی ہیں کہ خنجر تیز رکھ اپنا پھر نتیجہ اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

مثل مشہور ہے کہ ''کر مزدوری کھا چوری''

طالب علم مسلسل محنت اور لگن سے علم حاصل کرتا ہے پھر وہ عزت و شہرت سے ہمکنار ہوتا ہے۔ کسان کی زندگی محنت اور جدوجہد کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ ہر موسم میں مسلسل محنت کرتا ہے۔ اپنی فصلوں کو خونِ جگر سے سینچتا ہے۔ تب جا کر لہلہاتی فصلوں کی بہار دیکھتا ہے۔

کسی مفکر کا خیال ہے کہ ''خدائے رازق ہر پرندے کو خوراک دیتا ہے لیکن اس کے گھونسلے میں نہیں پھینکتا۔'' غرض یہ کہ دنیا کی رونق اور چہل پہل محنت ہی کا نتیجہ ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بہترین کمانے والا وہ مزدور ہے جو خیر خواہی اور خلوص و محنت سے کام کرتا ہے۔

ایک مرتبہ رسولِ پاک ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے۔ ان کے ہاتھوں پر سیاہی کے نشان تھے۔ حضور ﷺ نے دریافت کیا ''تمہارے ہاتھوں میں کیا لکھا ہے۔'' اس نے کہا ''حضور ﷺ! میں پتھر کوٹنے کا کام کرتا ہوں۔ اس لیے میرے ہاتھوں پر سیاہ داغ پڑ گئے ہیں۔'' نبی کریم ﷺ اٹھے اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ آپ ﷺ کے اس طرزِ عمل نے محنت اور محنت کش کے مقام کی عظمت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

جو محنت کرے ہو وہی سرفراز ہے محنت میں انسان کی عظمت کا راز

تاریخ اسلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اپنے کام خود کرتے تھے۔ مثلاً حضرت آدمؑ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ حضرت ادریسؑ کپڑے سیتے تھے۔ حضرت نوحؑ نے کشتی بنائی۔ حضرت ہودؑ تجارت کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ حضرت یعقوبؑ، حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ بھی کاشت کاری کرتے تھے۔ حضرت داؤدؑ زرہ بناتے تھے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

آپ ﷺ نے فرمایا ''کبھی کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کما کر کھایا ہو اور اللہ کے نبی حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھوں سے کما کر کھایا کرتے تھے۔''

اسلام سے پہلے سردار، حاکم اور بڑے لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عار سمجھتے تھے۔ وہ بس حکم چلانا جانتے تھے لیکن حضور ﷺ نے اس قبیح عادت کو ختم کیا اور خود اپنے ہاتھوں سے کام کر کے اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ ظاہر ہے حضور ﷺ کا مرتبہ خدا کے بعد سب سے بڑھ کر ہے۔ جب حضور ﷺ نے کام اور محنت کرنے کو عار نہ سمجھا تو ہم ایسا کیوں سمجھیں؟

آنحضرت ﷺ کی عملی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ وہ محنت کے عظیم پیکر تھے۔ آپ ﷺ تبلیغ اسلام اور انسانی فلاح و بہبود کے دوسرے پاکیزہ مقاصد کے لیے شب و روز محنت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی کام بھی خود انجام دیتے تھے۔ مثال کے طور پر کپڑوں کو پیوند لگاتے اور اپنے جوتے خود مرمت فرماتے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کا ہاتھ بٹایا۔ اسی طرح غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی کے کام میں بھی آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔

رازِ حیات پوچھ لے خضر خجستہ گام سے زندہ ہر ایک چیز ہے کوشش ناتمام سے

ہمارے اسلاف کی پاکیزہ زندگیاں بھی محنت و مشقت اور خود اپنے ذاتی کاموں کی انجام دہی سے عبارت ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ سخت رعب و دبدبہ رکھنے کے باوجود اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں دوسروں کی مدد قبول نہ کرتے۔ کسی محتاج کا حال معلوم ہوتا تو اناج کی بوری اپنی کمر پر اٹھا کر پہنچاتے۔ باہر سے کوئی قافلہ مدینہ میں قیام پذیر ہوتا تو اس کی حفاظت کے لیے رات کو خود پہرہ دیتے۔

ایک مشہور انگریز فلاسفر سے کسی نے اس کی کامیابی کا راز پوچھا تو اس نے جواب دیا ''میں نے کبھی ایسے کام کو ہاتھ نہیں لگایا جس میں اپنی تمام طاقتوں کو صرف نہ کر سکا ہوں۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک رات وہ کچھ سرکاری کاغذات دیکھ رہے تھے کہ کام کرتے کرتے چراغ کا تیل ختم ہو گیا۔ اتفاق سے ان کے پاس ایک مہمان بیٹھے تھے۔ آپ تیل لانے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھے تو مہمان نے کہا۔ ''یا امیر المومنین! آپ تشریف رکھیں میں چراغ میں تیل ڈال دیتا ہوں۔'' آپ نے جواب دیا ''اس کے لیے میں مہمان کو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔'' مہمان نے کہا۔ ''اگر آپ مجھے تکلیف نہیں دینا چاہتے تو پھر اپنے کسی غلام کو حکم دیجیے کہ وہ چراغ میں تیل ڈال دے۔'' امیر المومنین نے فرمایا۔ ''غلام دن بھر کے تھکے ہوئے سو گئے ہیں۔ میں اپنے ذاتی کام کے لیے ان کی نیند نہیں خراب کرنا چاہتا۔'' مہمان یہ بات سن کر خاموش ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جا کر چراغ میں تیل ڈال لائے اور اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ ''میں اٹھتے وقت بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور آ کر بیٹھتے وقت بھی عمر بن عبدالعزیز ہوں۔ اپنا کام کرنے میں میری عزت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔''

Henry Van Dyke کہتا ہے:

"Heaven is blessed with perfect rest but the blessing of earth is toil."

سلطان حیدر علی، قطب الدین ایبک، شیر شاہ سوری برصغیر کے تمام سپاہی غلام اور جاگیردار تھے لیکن محنت، جہد مسلسل اور کوشش سے ہندوستان میں حکمرانی کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

جہاں میں جنھیں کام سے کام ہے انہیں کام میں لطف و آرام ہے

کسی مفکر کا قول ہے ''خوش قسمتی کیا ہے؟ محنت کی اولاد ہے۔''

دنیا میں جتنے بھی عظیم لوگ گزرے ہیں انہوں نے زندگی میں سخت محنت اور زبردست جدوجہد کی۔ ان عظیم انسانوں نے بے شمار سختیاں برداشت کیں اور پھر کہیں جا کر اس قابل ہوئے کہ عظمت و عزت کے پرچم کو چھو سکیں۔ بقول مولانا حالی

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

نہال اس گلستان میں جتنے بڑھے ہیں ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

امریکہ کا پہلا صدر ابراہم لنکن راتوں کو لکڑی جلا کر اس کی روشنی میں مطالعہ کرتا تھا۔ امریکہ کا ہی صدر لنڈن جانسن ایک نائی کی دکان پر بوٹ پالش کرتا تھا۔ انگلستان کا وزیراعظم چرچل اپنے جوتے خود مرمت کر لیا کرتا تھا۔ دور کیوں جائیں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کو ہی دیکھ لیں۔ وہ رات کو بہت دیر تک پڑھتے۔ ایک رات جب ان کی بہن رات گئے تک پڑھتے رہنے سے منع کیا تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ ''اگر میں محنت سے پڑھوں گا نہیں تو بڑا آدمی کیسے بنوں گا۔''

مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی فضیلت نہ عزت نہ فرماں روائی

جو لوگ محنت سے جی چراتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کاموں کو خود انجام دینا عار سمجھتے ہیں وہ کم ظرف ہونے کے ساتھ ساتھ احساس کمتری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لیے تو وہ دوسروں سے کام لے کر اس خوش فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ہم بڑے آدمی ہیں۔ حالانکہ بڑا آدمی وہ ہے جو اپنے طرزِ عمل سے کسی کے لیے پریشانی اور تکلیف کا باعث نہ بنے۔

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ

Franklin کا کہنا ہے کہ:

A ploughman on his legs is higher than a gentleman on his knees.

انگریزوں نے اپنے دور اقتدار میں حکومت کا دبدبہ قائم رکھنے کے لیے ہندوستانی عوام اور افسروں کے درمیان ادنیٰ اور اعلیٰ کا امتیاز ہر قیمت پر رکھا۔ صاحب لوگ غلط قسم کے احساس برتری کی وجہ سے اپنے چھوٹے چھوٹے کام ذاتی محنت سے انجام دینا ہی اپنی ہتک خیال کرتے تھے۔ اس لیے معاشرے میں آہستہ آہستہ یہ رجحان عام ہو گیا کہ اپنے ذاتی کام خود کرنے کی بجائے دوسروں سے کروانا ہی عزت کا حقیقی معیار ہے۔ اس غلط روش کا بنیادی سبب یہ ہے کہ بعض کام ہماری نظر میں گھٹیا اور بعض اونچے درجے کے ہیں مثلاً جوتے گانٹھنا، سڑک کوٹنا، کارخانے میں کام کرنا اور کاشتکاری کرنا گھٹیا کام ہیں اور ان کے مقابلے میں افسری، انجینئرنگ اور ڈاکٹری وغیرہ اونچے درجے کے کام ہیں لیکن اگر جوتے گانٹھنے والا جوتے نہ گانٹھے، سڑک کوٹنے والا دوپہر کی جلتی دھوپ میں سڑک نہ کوٹے، فیکٹری کا مزدور فیکٹری میں کام نہ کرے اور کسان ہل نہ چلائے تو معاشرے کا نظام درہم برہم ہو جائے۔

یوں تو محنت کی ضرورت دنیا کے ہر کام میں ہوتی ہے۔ مگر اس کی ضرورت اور اہمیت حصول تعلیم کے سلسلے میں دوچند ہو جاتی ہے کہ یہی ایک چیز دنیا میں ایسی ہے جو دولت سے خریدی نہیں جا سکتی بلکہ اس کے لیے جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ شوق اور محنت سے کام کرنا پڑتا ہے۔ شوق جتنا تیز ہوگا اور محنت جتنی زیادہ ہوگی اس میدان میں کامیابی اتنی ہی بڑی اور اتنی ہی اہم ہوگی۔ جو لوگ لکھنے پڑھنے میں دلچسپی نہیں لیتے اور خاطر خواہ محنت نہیں کرتے۔ انہیں کامیابی کی قطعاً امید نہیں رکھنی چاہیے۔ فارسی کا مشہور شاعر فردوسی کہتا ہے۔

طمع دولت کی نہ بے تاب و تعب رکھ اس زمانے سے مہوس تا نہ جھونکے آگ میں مس، زر نہیں ہوتا

دنیا اپنی تاریخ میں کوئی ایسا معجزہ نہیں کر سکتی کہ کوئی شخص علم کے میدان میں بغیر محنت کے آگے بڑھ گیا ہو۔ ''دنیا میں رنج کے بغیر گنج نہیں ملتا'' یعنی جو شخص کاہل ہوتا ہے اسے دولت نصیب نہیں ہوتی۔

محنت اور مشقت کے تعمیری پہلو کی اہمیت تو مسلم ہے ہی اس سے تعمیر اخلاق میں بھی مدد ملتی ہے۔ جن کاموں کے لیے سخت قسم کی جسمانی یا ذہنی مشقت درکار ہوتی ہے انہیں سرانجام دیتے ہوئے انسان ذہنی طور پر کچھ اس طرح مصروف رہتا ہے کہ کوئی بری سوچ اس کے قریب نہیں پھٹکنے پاتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مصلحین نے کام کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

Voltaire کہتا ہے:

Work spares us from three evils: boredom, vice and need.

دماغ ایک بے کار انسان کا ایک کارخانہ ہے شیطان کا

بنی نوع انسان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں وہی قومیں سرخرو ہوئی ہیں جنہوں نے محنت کو اپنا شعار بنایا۔ مسلمان قوم جب تک محنت کی قوت سے لیس رہی فاتح عالم بنی رہی۔ بنی اسرائیل کا عروج، یونانیوں اور رومیوں کی ترقی سبھی محنت کی عملی تفسیریں ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''خدا اس وقت تک کسی قوم کے حالات نہیں بدلتا جب تک اس کے افراد اس کے لیے کوشش نہیں کرتے۔''

قیام پاکستان محنت کی ایک شاندار مثال ہے۔ قائداعظم اور مسلم لیگ کے دوسرے رہنماؤں نے دن رات محنت کی اور دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ایک قوم کہنے والے ہندو اور انگریز دو قومی نظریے کو مان گئے اور علامہ اقبال کا نظریہ قائداعظم کی محنت اور تدبیر سے ایک ملک پاکستان کی شکل میں دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

محنت سے بھاگنے والے زندگی کی راحتوں کو نہیں پا سکتے۔ سہل انگاری اور بے کاری خرابیوں کو جنم دیتی ہے۔ ایک کسان محنت کر کے ہی فصل حاصل کر سکتا ہے۔ ایک طالب علم دن رات محنت کر کے ہی پاس ہو سکتا ہے۔ کسی نے کتنی خوبصورت بات کہی ہے۔ ''بلندیاں بقدر محنت ہی حاصل ہوتی ہیں جس نے بلندی حاصل کی وہ راتوں کو جاگتا رہا جس نے بغیر محنت کیے بلندی کی خواہش کی اس نے ناممکن کام کے لیے ساری زندگی گنوا دی۔''

جب کوئی قوم آرام طلبی اور عیش و نشاط کے چکر میں پڑ کر بے عملی کا شکار ہوتی ہے تو وہ ذلیل اور رسوا ہو جاتی ہے۔ اس کی نہ عزت رہتی ہے اور نہ عظمت۔ آن بان، شان و شوکت، بڑائی اور تفوق سب ختم ہو جاتا ہے۔ بقول اقبال

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

مسلمان قوم جب بے عملی اور سستی کا شکار ہوئی مغلوب ہو گئی۔ برصغیر میں مسلمانوں نے ایک ہزار سال حکومت کی ہے لیکن جب اس میں محنت کی عادت ختم ہوئی اور کاہلی اور سستی کا شکار ہوئی تو پھر غلامی کے ہتھکنڈوں میں جکڑی گئی۔ بے عمل قومیں بے غیرت ہو جاتی ہیں۔ ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ بقول شاعر

بن محنت کچھ ہاتھ نہ آئے، ہاتھ آئے ناداری محنت ایسا جادو جس سے ریت بنے پھلواری

کسی دانا کا خیال ہے کہ ''محنت ہمارے ہاتھ میں ہے اور نصیب خدا کے ہاتھ میں۔ ہمیں اسی سے کام لینا چاہیے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔'' تخلیق آدم سے لے کر اب تک انسان نے ارتقاء کی جو منزلیں طے کی ہیں۔ وہ سب محنت ہی کا ثمر ہیں۔ اسے جسم و روح کا رشتہ قائم رکھنے کے لیے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے اپنی معاشرتی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے سخت سے سخت محنت کی ہے۔ اس نے اپنے عزم آہنی سے کام لے کر پہاڑوں کے جگر چیرے ہیں۔ اس کی سخت کوشی اور عرق ریزی نے صحراؤں کو سبزہ زاروں اور خوبصورت شہروں میں تبدیل کر کے خدا کی زمین کو جنت کا نمونہ بنا دیا ہے۔ الغرض آج انسانی ترقی کے جو مظاہر ہمارے سامنے ہیں وہ اس کی صدیوں کی محنت و مشقت کا صلہ ہیں۔

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا روشن شرر تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

(7) حب وطن

خاکہ:

☆ وطن کیا ہے؟	☆ حب وطن کا مفہوم	☆ ایک فطری جذبہ
☆ شیخ سعدی کا نقطۂ نظر	☆ جزو ایمان	☆ وطن کی قدر
☆ وطن چھوڑنا	☆ قوموں کا عروج	☆ وطن کا تقاضا
☆ محبِ وطن	☆ حب وطن اور انسان دوستی	☆ حب وطن کا غلط تصور
☆ وطن کا مغربی تصور	☆ اسلام کا نظریہ وطنیت	

وطن اس خطہ زمین کو کہتے ہیں جہاں انسان پیدا ہوتا ہے، کھیلتا ہے، جوان ہوتا ہے، جہاں اس کے والدین، عزیز و اقارب اور دوست احباب بستے ہیں۔

جنت سے کہیں بڑھ کے حسیں میرا وطن ہے ہمسر ہے فلک کی جو زمیں میرا وطن ہے

انسان جس سرزمین پر نشو ونما پاتا ہے۔ اس میں بسنے والے لوگوں سے، اس کے در و دیوار سے اور اس کی فضاؤں سے اسے ایک خاص قسم کی جذباتی وابستگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے حب وطن کہتے ہیں۔ زاہدہ صدیقی کا خیال ہے کہ

محبت ٹوٹ کر کرتی ہوں اس سے زمیں بھی ماں کی صورت مہرباں ہے

وطن کی مٹی سے محبت ہونا ایک فطری امر ہے۔ وطن سے محبت کا جذبہ عالمگیر ہے اور اس جذبے کا اسیر صرف انسان ہی نہیں اس کی محبت کا دم جانور بھی بھرتے ہیں اور اس کی محبت میں جان تک لڑا دیتے ہیں۔ بلی جیسے حقیر جانور کو آپ کسی بوری میں بند کر کے اس کے گھر سے کئی میل دور لے جا کر آزاد کر دیں۔ آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ وہ آپ سے پہلے اپنے گھر واپس پہنچ جائے گی۔

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

شیخ سعدی کہتے ہیں کہ مجھے اپنے وطن سے محبت حضرت سلیمانؑ کے تخت و تاج سے عزیز تر ہے اور وطن کا کانٹا بھی سنبل و ریحان جیسے خوشبودار نرم پودوں سے عزیز تر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو مصر کی حکومت بخشی تھی لیکن وہ اپنے آبائی وطن کنعان کو کبھی بھی نہ بھول پاتے تھے۔ ان کے نزدیک کنعان کی گدائی مصر کی شاہی سے بہتر تھی۔

دھوپ چاندنی ہے، یہ پتھر بھی پھول ہیں کیا جانے سحر کیا مری خاکِ وطن میں ہے

عربی کا مشہور مقولہ ہے کہ حب الوطن من الایمان یعنی وطن کی محبت ایمان کا جزو ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

وطن پر فدا ہے جو انسان ہے کہ حب وطن جزو ایمان ہے

رسول اکرم ﷺ کو بھی اپنے وطن مکہ معظمہ سے بڑی محبت تھی۔ جب کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر حضور اکرم ﷺ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے تو آپ ﷺ کو بہت دکھ ہوا۔ آپ ﷺ نے مکہ کو مخاطب ہو کر فرمایا: ''تو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے لیکن کیا کروں، تیرے باشندے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔''

انسان کو اپنے وطن کی قدر کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ پردیس میں رہنے پر مجبور ہو جائے انسان کاروبار یا تعلیم کے سلسلے میں خواہ کہیں بھی چلا جائے وہ اپنے وطن کی محبت اور یاد کبھی اپنے دل سے محو نہیں کر سکتا۔ پردیس میں وہ دولت تو کما لیتا ہے، لیکن اس کا دل ہر وقت اپنے وطن میں اٹکا رہتا ہے۔ وطن کی یاد اسے رہ

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

رہ کر ستاتی اور تڑپاتی ہے۔ وہ بے قرار و بے چین رہتا ہے یہ خواہش اسے ہمیشہ بے قرار رکھتی ہے کہ اگر اسے موقع ملے تو وہ اڑ کر اپنے وطن جا پہنچے۔

گھر کا مرکز واپس کھینچے نکلے جب انساں سفر پر

یہ ایک نفسیاتی کیفیت اور فطری حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ ایک ضرب المثل ہے: ''جو سکھ اپنے چوبارے، نہ بلخ نہ بخارے۔'' اور انگریزی میں اسی کا ایک شاندار مرقع موجود ہے۔

East or west, home is the best.

وطن سے دور جا کر اسے اپنا اندر خالی لگنے لگتا ہے۔ وطن سے دوری ایک عذاب محسوس ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو غریب الدیار اور غریب الوطن پا کر اداسیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ یاسیت اس کی زندگی کو گھیرے میں لے لیتی ہے۔

دشمن کو اللہ چھڑائے نہ وطن سے جانے وہی بلبل جو بچھڑ جائے چمن سے
آرام کی صورت نہیں مسکن سے بچھڑ کر طائر بھی پھڑکتا ہے نشیمن سے بچھڑ کر

ایک زمانہ ایسا آیا کہ میر تقی میر حالات سے تنگ آ کر لکھنؤ چلے گئے۔ ایک دن انہیں پتہ چلا کہ کسی جگہ مشاعرہ ہوتا ہے۔ رہ نہ سکے، اسی وقت غزل لکھی اور مشاعرے میں جا پہنچے۔ اس وقت ان کی وضع کچھ یوں تھی۔ کھڑکی دار پگڑی، مشروع پاجامہ، پٹڑی دار تہ کیا ہوا رومال، ناگ پھنی کی انی دار جوتی، کمر میں ایک طرف سیف یعنی سیدھی تلوار، دوسری طرف کٹار اور ہاتھ میں جریب۔ غرض جب محفل میں داخل ہوئے تو لکھنؤ کے بانکے اور جوان انہیں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میر بے چارے غریب الوطن، زمانے کے ہاتھ سے پہلے ہی دل شکستہ تھے اور بھی بددل ہوئے اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ شمع ان کے سامنے آئی تو سب کی نظر پڑی۔ بعض اشخاص نے پوچھا کہ حضور کا وطن کہاں ہے؟ میر نے یہ قطعہ فی البدیہہ کہہ کر غزل طرحی میں داخل کیا:

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو ہم کو غریب جان کے، ہنس ہنس پکار کے
دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے
اس کو فلک نے لوٹ کر ویران کر دیا ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے دیار کے

پنڈت جواہر لال نہرو کے دور میں دلی میں بین الاقوامی مشاعرہ ہوا۔ پنڈت جی مہمانِ خصوصی تھے۔ پاکستان سے حبیب جالب نے شرکت کی۔ پنڈت جی نے جب جالب کا کلام سنا تو مشاعرے کے بعد جالب سے دورانِ گفتگو کہا کہ جالب صاحب! آپ دلی میں رہیے۔ بنگلہ، نوکر چاکر اور وظیفے کے ساتھ بہت سی مراعات دینے کا وعدہ بھی کیا۔ جالب نے کہا۔ ''پنڈت جی! آپ کی اتنی بڑی پیشکش کا بہت شکریہ لیکن رہنا میں نے پاکستان میں ہے۔ چاہے جیل میں رہوں۔''

موسمی آفات کے ہاتھوں تنگ آ کر کوئی اپنے ملک کی رہائش ترک نہیں کرتا۔ حبشیوں کے لیے بنجر، ویران اور چٹیل صحرا سے بڑھ کر قیمتی کوئی چیز نہیں۔ اس لیے کہ یہی لق و دق صحرا اس کا وطن ہے۔ قطب جنوبی کے برف زاروں کا باسی برف کے سرد خانوں میں گھر ارہنا گوارا کرے گا لیکن وہاں کی رہائش ترک کرنا اس کے لیے کارِ دشوار ہے۔

Swim or sink, live or die, survive or perish with my country was my unalterable determination. (John Adams)

ایک زمانہ تھا کہ دکن میں جو اسلامی حکومت تھی وہ علم پرور تھی۔ سارے ملک کے قابل لوگوں کی قدر کرتی تھی۔ ان کے وظیفے اور روزینے مقرر تھے۔ اسی زمانے میں دہلی میں بہادر شاہ ظفر کی حکومت تھی اور بہادر شاہ کے استاد محمد ابراہیم ذوق کا شہرہ سارے ہندوستان میں تھا۔ دکن کے حکمران نے ایک معقول زر و مال کے ساتھ اپنے ایک نمائندے کو دہلی بھیجا تا کہ وہ ذوق کو حیدر آباد لے آئے۔ نمائندہ دہلی پہنچا۔ ذوق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مال و زر پیش کیا اور نظام دکن کی طلبی کا پروانہ دکھایا۔ ذوق نے نقدی دیکھی، خلعت دیکھی، مستقبل کی بہتری کی خبر پائی اور نمائندے سے کہا: ''میاں! کیا حیدر آباد میں ایسی شاہی مسجد

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ہے؟'' نمائندے نے کہا۔ ''حضرت! اس کا تو دنیا میں کہیں ثانی نہیں ہے۔'' ذوق نے پھر پوچھا۔ ''کیا وہاں ایسا شاہی قلعہ ہے؟'' نمائندہ بولا۔ ''حضرت! یہ چیزیں تو خالص دہلی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آج مال و دولت اور ترقی حیدر آباد کے ساتھ مخصوص ہے۔ چلیے اور بہار دیکھیے۔'' ذوق نے کہا: ''جہاں دہلی جیسی کوئی چیز بھی موجود نہیں۔ اس کے لیے میں اپنا وطن نہیں چھوڑ سکتا۔ جایئے اور یار رکھیے:

گرچہ دکن میں بہت ہے آج کل قدرِ سخن　　کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ملکوں اور قوموں کی ترقی اور عروج میں حب وطن کا جذبہ ہمیشہ کارفرما رہا ہے۔ اپنے ملک کی بہتری اور بہبود کے لیے انسان بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار رہتا ہے اور جب کبھی قوم کی عزت و ناموس خطرے میں ہو تو اپنا مال پانی کی طرح بہا دینے اور اپنی جان قربان کر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اس بات کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ 1965ء کی جنگ میں ہم نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس کے چھکے چھڑا دیئے اور نتیجتاً بھارت اپنا بہت سا فوجی ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

اے وطن تو نے پکارا تو لہو کھول اٹھا　　تیرے بیٹے تیرے جانباز چلے آتے ہیں
ہم نے روندا ہے بیابانوں کو صحراؤں کو　　ہم جو بڑھتے ہیں تو بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں

یہ سب کچھ ہمارے اپنے پیارے وطن سے والہانہ محبت کا نتیجہ تھا کہ ہم نے وطن کی خاطر اپنی جانوں کی پروانہ کی اور قوم کے جیالے اپنے سینے پر بم باندھ کر دشمن کے ٹینکوں تلے لیٹ گئے لیکن وطن کی آبرو پر آنچ نہیں آنے دی۔ جو لوگ اپنے وطن پر جان نچھاور کرتے ہیں وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ان کا نام تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ ان کے ہم وطن ان کی یادگاریں تعمیر کرتے ہیں اور ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ان کے دن مناتے ہیں۔ آنے والی نسلیں ان کے زریں کارناموں پر فخر کرتی ہیں۔

ہم تو مر جائیں گے اے ارضِ وطن پھر بھی تجھے　　زندہ رہنا ہے قیامت کی سحر ہونے تک

حب وطن کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو اپنے اہل وطن کے دکھ درد کا صحیح احساس ہو۔ وہ ان کی خوشی اور غمی میں برابر کا شریک ہو۔ اپنے مال و دولت اور علم و ہنر سے اہل وطن کی خدمت کرے۔ تعمیرِ وطن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے۔ اپنے دائرہ عمل میں ملک و قوم کی بہتری کے لیے ہر وقت کوشاں رہے۔ صحیح معنوں میں محبِ وطن وہ ہے جس میں دیانتداری، فرض شناسی، ہمدردی اور قربانی کا جذبہ موجود ہو۔

ہزار بار زمانے کے سرد طاقوں پر　　چراغ خونِ جگر سے جلائے ہیں ہم نے

ایک سچا محبِ وطن ملک کی بے لوث خدمت کرتا ہے۔ خود غرضی اور لالچ سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ اپنے وطن کے مفاد کی خاطر وہ قید و بند کی صعوبتیں جھیلتا ہے۔ مال و دولت صرف کرتا ہے مگر وطن کی بہتری اور بھلائی کے خیال سے دستبردار نہیں ہوتا۔ قائداعظم کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ انہیں طرح طرح کا لالچ دیا گیا لیکن مال و دولت، عیش و آرام اور جاہ و حشمت کا لالچ ملک و قوم کی بہتری کی خاطر مسلسل کوشش کرتے رہنے میں حائل نہ ہو سکا۔ ٹیپو سلطان، نواب سراج الدولہ، علی برادران، نواب بہادر یار جنگ، علامہ اقبال اور قائداعظم محبِ وطن تھے۔ ہر محبِ وطن کے یہ دل کی آواز ہے:

الٰہی وطن میرا آباد رکھ　　ابد کی گھڑی تک اسے شاد رکھ
مرے اس وطن کو تو آزاد رکھ　　یہ تجھ سے دعا ہے مری ہر گھڑی
کروں اس پہ قربان میں ہر خوشی　　کہ مرا وطن ہے مری زندگی

حب وطن کا جذبہ اس وقت مفید ہوتا ہے جب انسان دوسرے ممالک کے تعاون سے اپنے ملک کی بہتری کے لیے کوشاں ہو۔ اپنی قوم کو ترقی یافتہ اقوام کے دوش بدوش لا کھڑا کرنے کی تدابیر پر عمل پیرا ہو۔ دوسری قوموں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں تامل نہ کرے۔ جس طرح وہ چاہتا ہے کہ دوسرے ممالک کے تعاون سے میرا ملک ترقی کرے اس طرح دوسرے ممالک کی ترقی میں مدد دینے سے خود بھی نہ ہچکچائے۔ اگر یہ جذبہ ان حدود کے اندر ہے اور دنیا

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

میں جھگڑے اور فساد پیدا کرنے کا سبب نہ بنے تو یقیناً یہ جذبہ محمود ہے ورنہ مذموم۔

I realize that patriotism is not enough,

I must have no hatred toward any one (Edith Cavell)

یہ جذبہ جب مناسب حدود سے گزر جاتا ہے تو تعصب کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور جنگ کو ہوا دیتا ہے۔ یورپی اقوام نے دوسرے ممالک میں اپنی نوآبادیاں قائم کیں اور وہاں پر اپنے خیالات اور عقائد کو طاقت کے ذریعے رواج دینے کی کوشش کی۔ اس طرح اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی نے دوسرے ممالک کو مہذب بنانے کے بہانے طاقت کا استعمال کیا حالانکہ وہ ممالک فوجی طاقت کے سوا دوسرے تمام شعبوں میں اٹلی سے آگے تھے۔ حب وطن کے جذبے کا غلط استعمال انسان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور اس طرح کی تنگ نظری بنی نوع انسان کی ترقی میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اگر ہمارے خیالات، ذات، رنگ اور نسل کی تمیز سے بلند ہو جائیں تو ہم تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی خاندان سمجھیں گے۔ خود بھی امن کی زندگی بسر کریں گے اور دوسروں کو بھی امن کی زندگی بسر کرنے کا موقع دیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام دنیا کے انسان آزادانہ ترقی کر سکیں گے۔ اسلام کا نکتۂ نظر تو یہ ہے کہ دنیا میں قبیلے اور مخصوص گروہ تو آپس میں پہچان کے لیے ہیں نہ کہ تفاخر، غرور اور تکبر کے لیے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ○ (القرآن)

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔'' (الحجرات)

وطن کا تصور مغرب میں ایک محدود خطے کا ہے۔ جہاں ایک ہی نسل یا ایک ہی زبان بولنے والے افراد کا اجتماع ہو۔ وطن کا یہ تصور بہت سی خرابیوں کو جنم دیتا ہے۔ اس نظریے کو ماننے والے صرف اپنی ہی سرزمین اور وطن کی بہتری کا سوچتے ہیں۔ خواہ اس مقصد کے حصول کے لیے دوسرے ممالک کے حقوق کو پامال ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ وہ اپنے وطن کو ہی معیارِ حق سمجھتے ہیں اور اس طرح وطن پرستی ایک طرح کی بت پرستی بن کر رہ جاتی ہے۔ دو عالمی جنگوں میں جو تباہی و بربادی ہوئی وہ اس غلط نظریۂ وطنیت کا نتیجہ تھی۔ بقول علامہ اقبال

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے — جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اسلام مغربی تصورِ وطن کو نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے: ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے است۔

اسلام ایک عالمگیر نظریہ وطنیت کا قائل ہے۔ وہ دنیا کے تمام انسانوں کو ایک خاندان قرار دیتا ہے۔ اسلام کے ماننے والے روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کی بھلائی سوچتے ہیں اور صرف یہی نظریہ وطنیت نوع انسان کی فلاح و بہبود اور سلامتی کا ضامن ہے۔ اسلام کے نظریہ وطنیت وقومیت کی بنیاد ایک نظریہ یعنی کلمہ طیبہ پر ہے۔ یہ عالمگیر اور آفاقی نظریہ ہے۔

The world is my country, all mankind are my brother and to do good is my religion. (Thomas Paine)

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی ﷺ

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

(8) ایک دلچسپ سفر

ما کہ:

☆ سفر کی اہمیت ☆ سفر کا شوق ☆ ایک سفر کا حال

☆ اسٹیشن پہنچنا ☆ ریلوے اسٹیشن کا منظر ☆ گاڑی کی آمد

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

☆	سیٹ کی دقت	☆	مشاہدہ مناظر	☆	لطیفہ گوئی
☆	حالات حاضرہ پر تبصرہ	☆	ایک مسافر کا واویلا	☆	بغیر ٹکٹ مسافر
☆	تمباکو نوشی	☆	گداگر	☆	اخبار پڑھنا
☆	گاڑی روکنی پڑی	☆	رات کا کھانا	☆	سمہ سٹہ کی چائے
☆	منزل مقصود				

ہر انسان کو اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی ضرور سفر سے واسطہ پڑتا ہے۔ سفر کو وسیلۂ ظفر یعنی کامیابی کا ذریعہ بھی کہا گیا ہے اور سقر یعنی جہنم یا عذاب بھی۔ قدیم دور میں سفر واقعی سقر تھا، لیکن آج کل تو جدید ذرائع آمد و رفت کے باعث سفر بہت آسان اور آرام دہ ہو گیا ہے۔ پھر بھی گھر گھر ہے اور سفر سفر۔ سفر میں اگرچہ کچھ تکالیف بھی ہوتی ہیں لیکن یہ اپنے اندر بہت سی دلچسپیاں بھی رکھتا ہے اور پھر مختلف چیزوں کے مشاہدے اور لوگوں کے میل جول سے انسان کی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

ایک عربی شعر کا ترجمہ کچھ یوں ہے: ''جب سونا اپنی کان میں پڑا تھا تو پتھر ہی کا ایک ڈھیلا تھا لیکن جب وہ سفر کر کے کسی شہر میں پہنچا تو وہ امراء کے کانوں، ہاتھوں اور گلے کا ہار بن گیا۔''

اپنے پیارے ملک کے گوشے گوشے کی سیر ہم دوستوں کی مشترکہ خواہش ہے۔ اپنی اس خواہش کی تکمیل میں ہم کئی خوبصورت علاقوں کا سفر کر چکے ہیں۔ اب کیا کہیں بقول شاعر

خاکِ وطن کا ہر ذرہ مجھ کو دیوتا ہے

ہمارا ملک خوبصورت ترین علاقوں، بلند و بالا پہاڑی سلسلوں اور بہترین قدرتی مناظر سے بھرپور ہے۔

یہ دھوپ چاندنی ہے، یہ پتھر بھی پھول ہیں کیا جانے سحر کیا مری خاک وطن میں ہے!!

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''زمین کی سیر کرو اور قوموں کے انجام پر نظر ڈالو تا کہ تمہیں نصیحت و عبرت حاصل ہو۔''

یوں تو مجھے کئی مرتبہ سفر کرنے کا موقع ملا ہے لیکن ایک سفر ایسا ہے جسے ناقابل فراموش کہا جا سکتا ہے اور جس کی یاد کے نقوش ہمیشہ میرے دل پر ثبت رہیں گے۔ تیسرے درجے میں ریل کا سفر ہے جو مجھے اپنے ایک دوست کے ہمراہ لاہور سے رحیم یار خان تک کرنا پڑا۔

شیخ صاحب کا تعصب ہے جو فرماتے ہیں اونٹ موجود ہے پھر ریل پہ کیوں چڑھتے ہو؟

آج کل لوگ زیادہ تر بسوں پر ہی سفر کرتے ہیں اور ریل کے سفر کا رواج کچھ کم ہو گیا ہے۔ عام طور پر ریل کے سفر کو شاہی سفر کہا جاتا ہے اور واقعی اس میں کچھ مبالغہ بھی نہیں ہے اور پھر ریل کے سفر میں حادثات کے مواقع کم ہوتے ہیں۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

بہر کیف یہ ایک عجیب اور دلچسپ سفر تھا۔ آپ بھی اس کا حال سنیے اور لطف اٹھائیے۔

ہم نے اس سفر کی تیاری کے مراحل طے کیے اور کچھ مختصر سا ضروری سامان ساتھ لیا۔ ہم نے ایک ٹیکسی کرائے پر لی اور آدھ گھنٹے میں لاہور اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ لاہور کا یہ ریلوے اسٹیشن ایک منفرد خصوصیت اور شان رکھتا ہے۔ یہ قدیم اور درخشاں روایات کا حامل ہے۔ اسٹیشن پر قلیوں کا بے تحاشا ہجوم تھا۔ انہوں نے ہماری طرف سامان اٹھانے کے لیے رجوع کیا لیکن ہم نے اپنی مدد آپ کے تحت خود ہی یہ کام سرانجام دیا۔ ہم نے ٹکٹ خریدے اور متعلقہ پلیٹ فارم پر پہنچ گئے۔

سہارا جو کسی کا ڈھونڈتے ہیں بحرِ ہستی میں سفینہ ایسے لوگوں کا ہمیشہ ڈوب جاتا ہے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

"LAHORE"

معلوم ہوا کہ پسنجر ٹرین آدھ گھنٹہ لیٹ ہے۔ پلیٹ فارم پر گویا انسانوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ ہم پسینے میں شرابور ہو رہے تھے۔

گرمی سے تڑپ رہے تھے جاں دار اور دھوپ سے تپ رہے تھے کہسار

پنکھوں کے نیچے خاص طور پر ہجوم تھا۔ ہم بھی ایک پنکھے کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ خوانچہ فروشوں نے جگہ جگہ ڈیرے جما رکھے تھے۔ ہر طرف ٹھنڈے مشروبات کا دور دورہ تھا اور چائے نوش کرنے والوں کی بھی کمی نہ تھی۔ کچھ لوگ بک سٹال پر کھڑے مطالعے کے ذریعے وقت گزار رہے تھے۔ قلی مسافروں کا سامان لا لا کر پلیٹ فارم پر رکھ رہے تھے اور عجیب افراتفری کا عالم تھا۔

آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ پلیٹ فارم کی ہنگامہ پرور فضا میں ایک طوفانی گرج سنائی دی اور دیکھتے ہی دیکھتے پسنجر ٹرین چھک چھک کرتی ہوئی پلیٹ فارم کی حدود میں داخل ہوئی۔ قلی گاڑی کو دیکھتے ہی اس کی طرف لپکے۔ گاڑی اسٹیشن پر آن کھڑی ہوئی۔ مسافروں کا بپھرا ہوا سیلاب گاڑی کی طرف امڈ پڑا اور ایک کہرام سا مچ گیا۔ اترنے اور چڑھنے میں دھکم پیل ہونے لگی۔ آنے والے مسافر سامان نیچے لڑھکا رہے تھے اور جانے والے مسافر سامان اندر ٹھونس رہے تھے۔ عجیب نفسا نفسی کا عالم تھا۔ ہم بھی بمشکل تمام گاڑی میں سوار ہو ہی گئے۔

وہ آئیں اسٹیشن پہ لاہور کے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم ان کو کبھی اپنے حوصلے کو دیکھتے ہیں

گاڑی میں سوار ہوئے تو ڈبے میں بے پناہ بھیڑ تھی۔ سامان کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور مسافر سیٹوں کے لیے آپس میں الجھ رہے تھے۔ ہم کچھ عرصہ سامان کے پاس کھڑے رہے اور گاڑی چلنے کا انتظار کرنے لگے۔ آخر خدا خدا کر کے گارڈ نے سیٹی بجائی اور کافی لوگ جو اپنے عزیزوں اور دوستوں کو گاڑی پر بٹھانے کے لیے آئے ہوئے تھے نیچے اتر گئے۔ اب گاڑی حرکت میں آ چکی تھی اور ہمیں کچھ تگ و دو کے بعد سیٹ مل گئی اور ہم نے اپنا سامان سیٹ کے نیچے رکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔ اب گاڑی فراٹے بھرنے لگی۔

وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا عزت اسے ملی جو سٹیشن سے نکل گیا

ہماری سیٹ اتفاق سے کھڑکی کے پاس تھی۔ اس لیے مختلف بیرونی مناظر دیکھے جا سکتے تھے۔ ہم اپنے سامنے ہرے بھرے کھیت دیکھ رہے تھے۔ مویشی چراگاہوں میں چر رہے تھے۔ فضا میں پرندے اڑ رہے تھے۔ ساری زمین پیچھے کو بھاگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ہماری گاڑی نہایت تیز رفتاری سے پلوں، باڑوں، جھاڑیوں، کھیتوں، ٹیلوں اور وسیع و عریض میدانوں پر سے گزر رہی تھی۔ کبھی ہم کچے گھروں پر مشتمل گاؤں کا مشاہدہ کرتے اور دیہاتیوں کو گاڑی کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھتے، کبھی دیہات سے باہر کھیلتے ہوئے بچے نظر آتے۔ کبھی ہم کوئی چھکڑا آہستہ آہستہ رینگتا ہوا دیکھتے۔ الغرض اس قسم کے مختلف مناظر پلک جھپکنے میں ہماری نظروں سے گزر رہے تھے۔

نظر کو حسن کے جلووں میں ڈوب جانے دو یہ شے نہیں ہے حجابات رنگ و بو کے لیے

ریل کے ڈبے میں بیٹھے ہوئے ہم سفر ساتھی اب ہم سے گھل مل چکے تھے اور سب ایک دوسرے کو طرح طرح کے لطیفوں اور چٹکلوں سے محظوظ کر رہے تھے۔ یہ سفر کی بوریت کو کم کرنے کا اچھا طریقہ تھا۔ میں نے کہا: بزرگو اور بھائیو! ہمیں صرف ایسے لطیفے اور چٹکلے سنانے چاہئیں جن کا تعلق گاڑی سے ہو۔ ب صاحب بولے کہ ٹھیک ہے، میں آپ کو ایک ایسا لطیفہ سناتا ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ ایک آدمی گاڑی میں سفر کر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور اس سے چھا کہ کیا تم نے کبھی بھوت دیکھا ہے؟ اس شخص نے جواب دینے کے لیے سر اٹھایا تو دیکھا کہ سوال کرنے والا شخص غائب تھا۔ سب اس لطیفے سے بہت لطف وز ہوئے۔

"Good company in a journey makes the way to seem the shorter." (Izaak Walton)

لطیفہ گوئی کے بعد حالات حاضرہ پر تبصرہ ہونے لگا۔ ہر شخص اپنی اپنی رائے کا پوری آزادی کے ساتھ اظہار کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ جو لوگ یہ

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

بات کہتے ہیں کہ ہماری عوام سیاسی شعور نہیں رکھتی۔ وہ بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اب دیکھیے گاڑی میں بھی سیاست چل رہی تھی اور اس کی رفتار گاڑی کی رفتار سے کسی طرح کم نہ تھی۔ ہم بھی اپنی بساط کے مطابق اس گرما گرم بحث میں حصہ لے رہے تھے۔

"Travelling is almost like talking with men of other centuries." (Rene Descrates)

ابھی یہ سیاسی بحث جاری تھی کہ ایک کونے سے شدید قسم کی چیخ کی پکار سنائی دی۔ ایک مسافر بری طرح واویلا کر رہا تھا کہ لوگو! میں لٹ گیا! کسی نے میری روپوں کی تھیلی چرا لی ہے۔ یہ میرے خون پسینے کی کمائی تھی، ہائے میں کیا کروں، کہاں جاؤں۔ ڈبے میں بیٹھے ہوئے تمام مسافر اس کی چیخ و پکار سن کر بہت پریشان ہوئے اور اسے تسلی اور دلاسا دینے لگے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے۔ اگر جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہو تو اس کا اثر سارے بدن پر پڑتا ہے۔''

کیا وہ انسان ہے جو انسان کا غم خوار نہ ہو　　بھائی پر آئے مصیبت تو مددگار نہ ہو

لیکن اسے کسی پہلو چین نہ آتا تھا۔ آخر سب مل کر اس کی تھیلی ڈھونڈنے لگے۔ بڑی تلاش اور جستجو کے بعد آخر کار وہ تھیلی اسی مسافر کے صندوق کے نیچے سے برآمد ہو گئی۔ اسے پا کر اسے قرار آ گیا اور باقی مسافروں نے بھی اطمینان کا سانس لیا۔

اس واقعہ کے کچھ دیر بعد ایک ٹکٹ کلکٹر ہمارے ڈبے میں داخل ہوا اور مسافروں کے ٹکٹ چیک کرنے لگا۔ ایک مسافر جو بغیر ٹکٹ سفر کر رہا تھا چپکے سے کھسکا اور لیٹرین میں گھس گیا اور اس وقت باہر نکلا جب تک ٹکٹ کلکٹر جا چکا تھا۔ وہ اپنے اس کارنامے پر بہت فخر کر رہا تھا۔ ایک اور موقع پر بھی وہ اسی طرح بچ نکلا لیکن آخر کار پکڑا گیا اور اسے ریلوے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے: ''بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، آخر چھری کے نیچے آئے گی۔''

گاڑی میں تمباکو نوشی کی ممانعت ہے لیکن ہم نے دیکھا کہ لوگ دھڑلے سے سگریٹ کے کش پر کش لگا رہے تھے۔ شاید وہ نہیں جانتے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' اور بعض دیہاتی مسافر تو حقہ نوشی کا شغل یوں کر رہے تھے گویا وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آخر آزادی بھی تو کوئی شے ہے اور یہ کیا کہ انسان ہر وقت قواعد و ضوابط اور قانون کے شکنجے میں جکڑا رہے۔ بہر حال یہاں اصول و ضوابط بری طرح پامال ہو رہے تھے۔

قرض کے پیتے تھے سگریٹ اور سمجھتے تھے کہ ہاں　　رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

ریل کے سفر کے دوران آپ کو گداگروں سے بھی ضرور واسطہ پڑتا ہوگا۔ یہ گداگر پوری گاڑی میں بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور دعاؤں کے بدلے لوگوں کی جیبیں خالی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ پیشہ ور گداگر ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص ایک وقت کی خوراک موجود ہونے کے باوجود بھی دست سوال دراز کرتا ہے وہ اپنے لیے کثرت سے آتش دوزخ طلب کرتا ہے۔''

ہمیں ان گداگروں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے اور انہیں بھیک دینے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ انہیں کچھ دینا بھیک مافیا کے ہاتھ مضبوط کرنے کے مترادف ہے۔

خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے　　کہ ہیں عارضی زور کمزور سارے

ریل کے ڈبے میں مختلف لوگ آپ کو مختلف کام کرتے دکھائی دیں گے۔ کوئی کھانا کھا رہا ہے تو کوئی بوتل پی رہا ہے۔ کوئی چائے کی چسکیاں لے رہا ہے تو کوئی باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ کوئی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے اونگھ رہا ہے تو کوئی برتھ پر سو رہا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص اخبار لے لیتا ہے تو اس اخبار کے صفحات مختلف مسافروں کے ہاتھوں میں پہنچ جاتے ہیں اور سب اخبار پڑھنے میں محو ہو جاتے ہیں۔

میرا خلوص دوستوں میں بٹ کے رہ گیا　　ریل کے مسافروں میں اخبار کی طرح

ہمارے سامنے ایک بچہ کھڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا پرس سے کھیل رہا تھا۔ وہ پرس اپنی انگلی پر گھما رہا تھا کہ اس دوران پرس کھڑکی سے باہر گر پڑا۔ بچے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کے باپ نے شور مچا دیا کہ پرس میں میرے پانچ ہزار روپے تھے۔ لوگو! میری مدد کرو۔ اس کی چیخ و پکار سن کر میں جلدی سے اٹھا اور چھت کے قریب لگی ہوئی زنجیر کھینچ دی۔ گاڑی فوراً رک گئی۔ ایک ریلوے ملازم اندر آیا اور پوچھا: ''زنجیر کس نے اور کیوں کھینچی ہے؟'' اسے صورتِ حال سے مطلع کیا گیا۔ پرس والا مسافر نیچے اترا اور اپنا پرس واپس لے آیا۔ اس نے اپنے بچے کو بہت ڈانٹا کہ بچہ رونے لگ پڑا اور پھر دوسرے مسافروں نے اسے چپ کرایا۔

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اب گاڑی پھر رواں دواں تھی۔ ہم خانیوال اسٹیشن پر پہنچے تو رات کے کھانے کا پروگرام بنایا۔ میرا دوست نیچے اترا اور نان کباب لے آیا اور اس طرح ہم نے پیٹ پوجا کی۔ یہ کھانا کیسا تھا اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال کھانا جیسا بھی تھا ہم نے زہر مار کر لیا لیکن گھر اور گھر کا کھانا بہت یاد آیا۔

گھر کا مرکز واپس کھینچے نکلے جب انسان سفر پر

اب ہم کچھ دیر ستانے کے لیے لیٹ گئے۔ ہم نے کچھ دیر آرام کیا۔ گاڑی ایک اسٹیشن پر رکی تو معلوم ہوا کہ یہ سمہ سٹہ ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ جنکشن اسٹیشن ہے اور یہاں گاڑی کافی دیر ٹھہرتی ہے۔ ہم نے یہاں چائے نوشی کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ ایک چائے والے کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس نے چائے پیش کی اور ہم نے نوش کی۔ نام کی تو چائے ہی تھی لیکن آپ اسے ابلا ہوا پانی جوشاندہ یا کافی اور قہوے کی کوئی درمیانی چیز کہہ سکتے ہیں۔ یہ دودھ اور چینی کے تکلف سے آزاد چائے تھی لیکن آخر کار یہ سفر تھا۔ گھر تھوڑا ہی تھا۔ جی کڑا کر کے پی گئے اور جبر کر کے رہ گئے۔

"A wise traveller never despises his own country." (Goldoni)

ہر چند کہ تھے راہ میں کانٹے بچھے ہوئے جس کو تیری طلب تھی گزرتا چلا گیا

اب ہم دوبارہ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ ہم نے اپنے ہم سفروں کو بتا دیا تھا کہ ہمیں رحیم یار خان پہنچ کر آگاہ کر دینا۔ چنانچہ ہمیں بروقت بیدار کر دیا گیا۔ گاڑی رحیم یار خان اسٹیشن پر پہنچ چکی تھی۔ ہم گاڑی سے اترے۔ یہ صبح صادق کا وقت تھا۔ اس لیے اسٹیشن پر زیادہ بھیڑ نہ تھی۔ ہم اسٹیشن سے باہر آئے۔ رکشہ کرائے پر لیا اور گنگناتے ہوئے اپنی منزلِ مقصود کی طرف چل دیئے۔

منزل تو خوش نصیبوں میں تقسیم ہو چکی کچھ خوش خیال لوگ ابھی تک سفر میں ہیں

اس یادگار سفر کو ہم کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے۔

(9) تندرستی ہزار نعمت ہے

خاکہ:

- ☆ انسانی جسم قدرت کا شاہکار
- ☆ تندرستی کا مفہوم
- ☆ تندرستی نعمت خداوندی
- ☆ قدر صحت
- ☆ صحت اور دولت
- ☆ تندرستی کے کیا کہنے
- ☆ قدر نعمت بعد از زوال
- ☆ تندرست جسم تندرست دماغ
- ☆ بیمار آدمی
- ☆ تندرستی اور اسلام
- ☆ سادہ خوراک
- ☆ بھوک لگنے پر کھانا
- ☆ محنت مشقت
- ☆ ورزش
- ☆ سیر اور چہل قدمی
- ☆ مناسب نیند
- ☆ صاف ہوا صاف پانی
- ☆ دانتوں کی صفائی
- ☆ اچھی عادات
- ☆ حرف آخر

انسانی جسم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کاریگری کا بہترین شاہکار ہے۔ اربوں خلیوں پر مشتمل یہ جسم اپنے پیچیدہ نظام کے ساتھ معاملات کی انجام دہی کرتا ہے۔ یہ جسم مشین کی مانند ہے۔ مشین جب تک درست حالت میں ہو چلتی رہتی ہے، جونہی کسی پرزے میں کوئی نقص یا خرابی پیدا ہوئی مشین کام کرنا چھوڑ

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

دیتی ہے۔ جب تک اس پرزے کی خرابی دور نہ کر لی جائے، مشین بے کار پڑی رہتی ہے۔ انسانی جسم کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اگر خدانخواستہ جسم کے کسی حصے میں کچھ خرابی واقع ہو جائے تو جسم کے اعضاء بری طرح متاثر ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں پورا جسم کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

تندرستی دو لفظوں ''تن'' اور ''درستی'' سے مل کر بنا ہے۔ ''تن'' کے معنی ہیں جسم اور ''درستی'' میں درست کے بعد یائے مصدر لگی ہوئی ہے۔ اس کے معنی ہیں، صحیح اور درست حالت میں ہونا۔ تندرستی کا مطلب ہوا ''جسم کا صحیح اور درست حالت میں ہونا۔''

یوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کوئی شمار ممکن نہیں۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ترجمہ: ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ہرگز شمار نہ کر سکو گے۔''

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ترجمہ: ''تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔''

اس نے ہمیں حق کے راستے پر چلایا، ہدایت کی روشنی بخشی۔ اپنے پیارے نبی ﷺ کا امتی بنایا۔ ہمیں سمجھ، فہم اور ادراک سے نوازا۔ ہمیں اچھے برے کا شعور بخشا۔ ہمیں رزق کی فراوانی عطا کی، سر چھپانے کو چھت دی۔ اپنی پہچان کا درس دیا لیکن سب سے بڑھ کر۔ نعمت یہ ہے کہ اس نے ہمیں بہترین جسم عطا کیا اور اس جسم کو صحت اور تندرستی بخشی۔ تندرستی ایک بیش بہا نعمت ہے۔ وہ لوگ دنیا میں بہت خوش قسمت ہیں جو صحت اور تندرستی جیسی بیش قیمت نعمت سے سرفراز ہیں۔ شاہانہ جلال، دولت کے خزانے، نشاط و کیف، دوست احباب کی قربت دل کو تب ہی خوبصورت لگتی ہے۔ جب انسان تندرست ہو، اس کی صحت اچھی ہو۔

ہے صحت خوشی کی سنہری کلید کہ ہے تندرستوں کو ہر روز عید

صحت کی قدر اس وقت معلوم ہوتی ہے جب انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ بیمار اور تندرست میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

قدر صحت مریض سے پوچھو تندرستی ہزار نعمت ہے

ذرا صحت بگڑی تو زندگی کا سارا مزہ کرکرا ہو گیا۔ جینے کا لطف جاتا رہا، طبیعت کی بشاشت غائب ہو گئی۔ اچھے سے اچھے کھانے بھی بدمزہ معلوم ہونے لگے۔ دوستوں کا ہنسی مذاق زہر لگنے لگا۔ مزاج چڑچڑا ہو گیا۔ زندگی بوجھ لگنے لگی۔ آخر عزیز و اقارب بھی کب تک برداشت کرتے؟

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا انسان سے ہوتا ہے

اور یوں انسان تندرستی جیسی نعمت سے محروم ہو کر خاندان بھر کے لیے آزمائش بن جاتا ہے۔

انگریزوں کے ہاں مقولہ ہے Health is Wealth یعنی صحت دولت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحت دولت سے کہیں زیادہ قیمتی ہے بلکہ انمول ہے۔ بھلا صحت کا دولت کے ساتھ کیا مقابلہ؟ اگر کسی کی دولت جاتی رہے لیکن صحت قائم ہو تو وہ محنت مشقت کر کے تھوڑے ہی عرصے میں دوبارہ دولت حاصل کر سکتا ہے لیکن اگر کسی کی صحت خراب ہو جائے اور اس کے پاس دولت کے انبار بھی ہوں تو اس کے کس کام کے؟ دولت سے دوائیں تو قیمتی سے قیمتی خریدی جا سکتی ہیں لیکن صحت تو نہیں خریدی جا سکتی!

کسی دانا کا خیال ہے کہ ''دولت سے عینک تو خرید سکتے ہیں بینائی نہیں۔ بستر تو خرید سکتے ہیں میٹھی نیند نہیں۔ دوا تو خرید سکتے ہیں صحت نہیں۔''

جسے ملا یہ متاع گراں بہا اس کو نہ سیم و زر سے محبت ہے نہ غمِ افلاس

انسان کی صحت ٹھیک ہو تو وہ روکھی سوکھی کھا کر بھی تندرست اور توانا رہتا ہے۔ اس کے صحت مند خون کی سرخی اس کے چہرے پر جھلکتی ہے۔ اس کے بازو کی قوت اس میں خود اعتمادی پیدا کرتی ہے، اس کی دماغی قوت اس میں مومنانہ فراست پیدا کرتی ہے اور اس کی جسمانی قوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اس کی مددگار ہوتی ہے۔ اس کے لبوں پر کھیلنے والا ہمہ وقت تبسم اس کے نفسیاتی توازن کی عکاسی کرتا ہے، وہ جہاں جاتا ہے عزت پاتا ہے، جو اس کے پاس آتا ہے نہال ہو جاتا ہے۔ اس کے گرد ہر وقت ایسے دوستوں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے جو اس کی خوش گفتاری اور بلند کرداری کے باعث اس پر جان چھڑکتے ہیں۔ غرض

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

انسان دنیا میں جو کچھ چاہتا ہے وہ سب کچھ ایک صحت مند انسان کو میسر ہوتا ہے

''جس کے پاس صحت ہے اس کے پاس امید ہے اور جس کے پاس امید ہے، اس کے پاس سب کچھ ہے۔''

یہ تندرستی یارو بڑی بادشاہی ہے سچ پوچھیے تو عین یہ فضل الٰہی ہے

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہم آئے دن مشاہدہ کرتے رہتے ہیں لیکن بہت ہی کم لوگ ہیں جو صحت کی حالت میں اس کی قدر کرتے ہیں اور اپنی تندرستی قائم رکھنے کی فکر کرتے ہیں۔ بس ہر طرف پیسے کی دوڑ لگی ہے۔ معیارِ زندگی بلند کرنے کا جنون ہے۔ بینک بیلنس بڑھانے کی دھن ہے تندرستی جائے بھاڑ میں، بس پیسہ آنا چاہیے لیکن کوئی یہ نہیں سوچتا کہ جب صحت ہی نہ رہی تو پیسہ کس کام کا؟ بس ہر ایک یہی سوچتا ہے کہ ''چمڑی جائے، دمڑی نہ جائے''۔

لطف جاں حاصل نہ ہو گا تو اگر بیمار ہے تندرستی کے مقابل سیم و زر بیکار ہے

جسمانی صحت بہت ضروری ہے اور ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ صحت کے اصولوں کی طرف توجہ دے۔ اگر صحت ٹھیک نہ ہو تو دماغی کام بھی صحیح طریقے سے سرانجام نہیں دیئے جا سکتے۔ صحت مند دماغ اور ذہن کے لیے صحت مند جسم ضروری ہے۔

تنگ دستی اگر نہ ہو غالب تندرستی ہزار نعمت ہے

کچھ کاموں کے لیے روح کی تندرستی اور بالیدگی ضروری ہوتی ہے۔ بیماری کی حالت میں جسم ہی بیکار نہیں ہوتا روح بھی مضمحل ہو جاتی ہے۔ بیمار آدمی کے لیے نہ اپنی زندگی کی تعمیر ممکن ہے نہ اپنی بھلائی اور فلاح کا کوئی اقدام ہو سکتا ہے۔ جو اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتا، وہ کل کو ملک و قوم اور بنی نوع انسان کے لیے کوئی مفید اور نمایاں کام کیسے کر سکتا ہے۔

"Bulwer Lytton" کہتے ہیں:

"Refuse to be ill. Never tell people you are ill; never own it to yourself."

فلاحِ دین و دنیا منحصر ہے تندرستی پر غرض سو نعمتوں کی ایک نعمت تندرستی ہے

اسلام اپنے پیروکاروں کی تندرستی کا خاص خیال رکھتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''تمہارے جسم کا تم پر حق ہے۔''

نماز سے پہلے وضو ضروری ہے تاکہ جسم گرد و غبار سے پاک صاف ہو جائے۔ نماز سے بھی اچھی خاصی ورزش ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے جسم اور لباس کی صفائی ضروری ہے۔ روزہ معدہ کی اصلاح کر کے تندرستی کو بحال کر دیتا ہے۔ ابن قرۃ کا قول ہے ''جسم کی راحت تھوڑا کھانے میں ہے۔''

اس طرح حج کے ارکان اچھی خاصی محنت مشقت کا تقاضا کرتے ہیں۔ اسلام نے ایسی غذاؤں کو حرام قرار دیا ہے جو ہماری تندرستی کو خراب کرتی ہیں چنانچہ جن جانوروں کا گوشت ہمارے جسم کو نقصان پہنچاتا ہے وہ حرام کر دیئے گئے ہیں۔

تندرستی کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ ہماری خوراک بالکل سادہ ہونی چاہیے۔ زیادہ چٹ پٹے اور مرغن کھانے نظامِ ہضم پر بے جا بوجھ بن جاتے ہیں اور وہ انہیں صحیح طور پر ہضم نہیں کر پاتا اور جو کھانا ہضم ہو کر جزوِ بدن ہی نہیں بنے گا وہ جسم کے باقی نظاموں کو ان کی مطلوبہ خوراک کیسے مہیا کر سکے گا؟ یوں زبان کا معمولی سا چٹخارا تمام داخلی نظاموں کی کمزوری اور بالآخر تباہی کا باعث بنتا ہے۔ کسی دانا کا قول ہے ''بعض لوگ دانتوں سے اپنی قبر کھودتے ہیں۔''

تاریخی واقعہ ہے کہ ایک طبیب مدینہ منورہ میں مسلمان بھائیوں کی طبی خدمات کے لیے آیا۔ لیکن کافی دن گزر جانے کے باوجود اس کے پاس علاج کے لیے کوئی مریض ہی نہ آیا۔ طبیب نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں صورتحال کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ لوگ جب خوب بھوک لگے تو کھانا کھاتے ہیں اور ابھی کچھ بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ اس لیے یہ بیمار ہوتے ہی نہیں تو علاج کس بات کا کرائیں؟''

گویا تندرستی کو بحال رکھنے کا ایک گر یہ ہے کہ ہم بھی خوب بھوک لگے تو کھانا کھائیں اور ابھی کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دیں۔

کہتے ہیں ایک طبیب ایک چوہدری صاحب کو سمجھا رہے تھے کہ پیٹ کے تین حصے فرض کر لو۔ ایک حصے میں کھانا ڈالو، ایک حصے میں پانی اور تیسرا

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

حصہ سانس لینے کے لیے چھوڑ دو۔ چوہدری صاحب یہ سن کر بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تو پیٹ کے تینوں حصے کھانے سے بھر لیتا ہوں۔ پانی اپنی جگہ خود بنا لیتا ہے اور سانس کا کیا ہے؟ وہ آئے یا نہ آئے۔ اس انداز سے کھانا تو خود بیماری کو دعوت دینا ہے۔''

ارشادِ خداوندی ہے کہ ''کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔''

تندرستی قائم رکھنے کا ایک اور سنہری اصول وہ ہے کہ جسے پنجابی میں ''رج کے کھاہ، تے دب کے واہ'' کہتے ہیں۔ یعنی سیر ہو کر کھاؤ اور خوب مشقت کرو، تاکہ یہ کھانا ہضم ہو جائے۔ کسانوں اور دیہات میں رہنے والوں کی صحت اسی لیے اچھی ہوتی ہے کہ وہ روکھی سوکھی کھاتے ہیں لیکن دن بھر محنت مشقت اور کام کاج میں جتے رہتے ہیں۔

Health lies in labour and there is no royal road to it but through toil." (Werdell Phillips)

حفظ صحت کے لیے ورزش بھی ضروری ہے۔ اس سے جسم مضبوط ہوتا ہے۔ غفلت دور ہوتی ہے۔ جسم میں صحت و توانائی اور چستی و چالاکی آتی ہے۔ دوران خون تیز ہوتا ہے۔ جسم کی غلاظتیں پسینے کے راستے نکل جاتی ہیں۔ ورزش میں بھی اعتدال کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اتنی ورزش مفید نہیں جس سے تکان پیدا ہو۔ ورزش باقاعدگی سے ضروری ہے۔ یہ درست نہیں کہ کبھی ورزش کی اور کبھی نہیں کی۔ ارسطو کا خیال ہے کہ ''ورزش ایک ایسا ستون ہے جو زندگی کی مضبوطی اور پائیداری کا ذمہ دار ہے۔''

دوا کوئی ورزش سے بہتر نہیں یہ نسخہ ہے کم خرچ بالا نشیں

جن لوگوں کو کھانا کھانے کے بعد دن بھر کرسی پر بیٹھ کر کام کرنا ہوتا ہے، ان کے معدے کو پھیل کر کھانا ہضم کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ انہیں ہر روز صبح سویرے کھلی اور تازہ ہوا میں سیر کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے اور ہر کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی ضرور کرنی چاہیے۔ نیز ثقیل اور دیر سے ہضم ہونے والے کھانوں سے پرہیز کریں۔ کھانے میں سبزیاں اور پھل زیادہ استعمال کریں۔

ایک انگریزی کہاوت ہے:

An apple in a day keeps the doctor away.

نبی کریم ﷺ رات کو عشاء کے بعد جلد سو جاتے تھے اور نماز تہجد کے لیے رات کے پچھلے حصے میں بیدار ہو جایا کرتے تھے اور یہی تندرستی کے لیے نسخہ کیمیا ہے۔ آج کل لوگ رات کو دیر تک ٹی۔ وی دیکھتے رہتے ہیں اور رات جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے آرام، نیند اور سکون کے لیے بنائی ہے اسے فحش گانے اور نیم عریاں تصاویر اور ڈرامے دیکھنے میں ضائع کر دیتے ہیں۔ اسی لیے صبح دیر سے آنکھ کھلتی ہے۔ یہ فطرتِ انسانی کے خلاف کھلی جنگ ہے۔ اس سے تندرستی برقرار نہیں رہ سکتی۔

رات کو سونا سویرے، صبح کو اٹھنا شتاب صحت و دولت بڑھائے، عقل کو دے آب و تاب

تندرستی جیسی گراں قدر نعمت کو بحال رکھنے کی خاطر ہمیں حفظانِ صحت کے اصولوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔ صاف ہوا میں ناک کے ذریعے سانس لیں۔ ناک کے اندر باریک بال ہوا کی اکثر کثافتوں کو اندر جانے سے روکتے ہیں اور ناک سے پھیپھڑوں تک پہنچنے کا نسبتاً لمبا راستہ سرد ہواؤں کو معتدل بنا دیتا ہے۔ سانس منہ کے راستے باہر نکالیں۔

صاف اور تازہ پانی پئیں۔ گندا پانی پینے سے پیچش، اسہال، ہیضہ اور کئی دوسری متعدی بیماریاں لگ جاتی ہیں۔ برسات اور وبائی امراض کے دوران پانی کو جوش دے کر اور ٹھنڈا کر کے پئیں۔

صاف ہوا اور صاف پانی تندرستی کی پہلی نشانی

بہت زیادہ ٹھنڈی اور بہت زیادہ گرم چیزیں کھانے سے پرہیز کریں۔ کھانا خوب چبا چبا کر کھائیں۔ کھانے کے دوران پانی کم پئیں۔ البتہ کھانے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کے ایک آدھ گھنٹہ بعد خوب پیٹ بھر کر پانی پی سکتے ہیں۔ کھانے کے فوراً بعد نہانا مناسب نہیں ہے۔

حکما کا قول ہے کہ کھانے کے بعد پھر کھانا اور کھانے کے بعد نہانا معدے کے ساتھ اس سے بڑا اور کوئی ظلم نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ ''اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ یہ بات میری امت کو مشکل معلوم ہوگی تو میں انہیں ہر نماز کے وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

مسواک یا منجن سے روزانہ کم از کم رات کو سوتے وقت اور صبح اٹھتے ہی دانتوں کو صاف کرنا بے حد ضروری ہے۔ ورنہ دانتوں کے درمیان پھنسے ہوئے غذا کے ریزے گل سڑ کر جب معدے میں جائیں گے تو وہ معدے کو بھی خراب کر دیں گے۔

یہ بھی صحت کے لیے مفید ہے۔ بری عادات سے برے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ برے جذبات سے برے اعمال جنم لیتے ہیں اور برے اعمال صحت برباد کر دیتے ہیں۔ بری صحبت اور برے کاموں سے بچنا چاہیے۔ بد عادت سے جسم اور خوبصورتی کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ خون کی سرخی کم ہو جاتی ہے۔ چہرہ بدنما ہو جاتا ہے اور انسان پر ایک قسم کی لعنت محیط ہو جاتی ہے۔ اس لیے بری صحبت سے احتیاط لازمی ہے۔ ہر وقت خوش رہنا سیکھو۔ خوشی اور مسرت آدھی صحت ہے۔ غم و غصہ، بغض، کینہ، حسد صحت کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ جہاں تک ہو سکے ان سے بچنا چاہیے اور اپنے خیالات کو شگفتہ اور نیک رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

"Look at your health; and if you have it, praise God and value it next to a good consciense." (Izaak Walton)

اسلام سلامتی کا دین ہے۔ اس لیے اس نے اپنے اخلاقی نظام کے ذریعے ان تمام ذرائع کا سدباب کر دیا ہے جو انسان کی ذہنی یا جسمانی صلاحیتوں پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔ لہٰذا اپنی تندرستی کو ایک واقعی نعمت بنانے کے لیے ہمیں اسلام کے تمام اصولوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ ''اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو مزید نعمتیں عطا کروں گا۔ اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو جان لو یہ بات یقینی ہے کہ میرا عذاب بڑا سخت ہے۔'' اس لیے ہمیں تندرستی کی قدر کرنی چاہیے اور تندرستی برقرار رکھنے کی طرف سے بھی غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہراس اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس

(10) عیادتِ مریض

خاکہ:

- ☆ صحت کا مفہوم
- ☆ عیادت کا مفہوم
- ☆ خدا کا فرمان
- ☆ فرمانِ رسول ﷺ
- ☆ بے حس انسان
- ☆ عیادت کیوں ضروری ہے؟
- ☆ عیادت کیسے کی جائے؟
- ☆ مریض کے عزیز و اقارب کی دل جوئی
- ☆ عیادت کے آداب
- ☆ بوقت عیادت اخلاق کا مظاہرہ
- ☆ مریض کے لیے تحفہ
- ☆ غیر مسلم کی عیادت
- ☆ مالی اعانت
- ☆ حرفِ آخر

انسانی جسم ایک مشین کی طرح ہے۔ اس میں ہزاروں پرزے ہیں۔ جو خود بخود اپنا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک پرزہ بھی خراب ہو جائے تو انسانی جسم میں بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تمام جسمانی پرزہ جات حکم ربی سے صحیح کام کرتے ہیں اور اسی کے حکم سے خراب ہوتے ہیں۔ اس سے ہرگز مراد یہ نہیں کہ خدا ہمارے جسم میں خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ ایک امریکی طبیب کا کہنا ہے کہ ''اگر ہمارے دل میں خرابی اسی (80) سال تک پیدا ہو تو یہ ہمارا اپنا قصور ہے۔ قلب کی خرابی نہ تو مشیت ایزدی ہے نہ ہی تقاضائے فطرت۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اگر آدمی کے تمام اعضاء بہ احسن خوبی چلتے رہیں تو وہ صحت مند تصور ہوتا ہے۔ اگر کوئی پرزہ خراب ہو جائے تو آدمی کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔

بقول نظیر اکبر آبادی

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

معاشرہ انسانوں کے مجموعے کا نام ہے۔ لوگوں کا ایک دوسرے سے میل، باہم تقریبات میں شرکت، ایک دوسرے کے معاملات کی خبر گیری، خوشی اور غمی میں ساتھ نبھانا انہیں ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے۔ بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور رواداری کا ماحول جنم لیتا ہے۔ سماجی طور پر ہم رشتے ناطوں سے جڑے ہوئے لوگ ہیں۔ زندگی کے سفر میں انسان کو سو طرح کی مشکلات پیش آتی ہیں۔ مشکل کا ایک مرحلہ ایسا بھی ہے جو بہت زیادہ توجہ چاہتا ہے وہ مرحلہ حالتِ مرض کا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے۔ اگر جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہو تو اس کا اثر سارے بدن پر پڑتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے جہاں ہمیں صحت بخشی وہاں ہمارا واسطہ بیماری سے بھی پڑتا ہے۔ بیمار سے اس کا حال چال دریافت کرنا، اس کی بیماری کی سنگینی کو اپنی گفتگو سے معمولی قرار دینا، اس کو خوش آئند باتوں سے دلاسا دینا ہی عیادت کہلاتا ہے۔ Ecclesiaste کہتا ہے کہ ''بیمار کی عیادت میں دیر کیسی''۔

عیادت ہمارا معاشرتی اور اخلاقی فریضہ ہی نہیں بلکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔ ایک پرخلوص دل کا مالک انسان اپنے ہی جیسے انسان سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ دردمند دل رکھنے والا دوسروں کے درد کا احساس ضرور کرتا ہے۔ اللہ نے ہمیں بیمار کی عیادت کا حکم دیا ہے۔ اس لیے مریض کی تیمارداری کو مذہبی فرض سمجھ کر ادا کرنا چاہیے۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ انسان کو اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمائے گا۔ ''اے ابن آدم! میں بیمار پڑا تو نے میری عیادت نہ کی۔'' بندہ کہے گا ''اے میرے پروردگار! تو ساری کائنات کا رب ہے۔ تو کیسے بیمار پڑ سکتا ہے اور پھر میں تیری عیادت کیسے کرتا؟'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ''میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر تو اس کی عیادت کرنے جاتا تو مجھ کو وہاں موجود پاتا۔''

شاید اسی حوالے سے کہا جاتا ہے کہ انسان خدا کی خارجی شکل ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے ''اپنے اندر خدائی عادات پیدا کرو۔''

مریض کی بیمار پرسی کرنا عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔ کوئی غریب بیمار ہوتا تو حضور اکرم ﷺ عیادت کو تشریف لے جاتے۔ کسی کی عیادت کرنا اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا موجب بنتی ہے۔

ثوبان کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''مسلمان جب کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو ہمیشہ بہشت کی میوہ خوری میں رہتا ہے جب تک وہ عیادت سے واپس نہ آئے۔''

ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔''

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو شخص شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے صبح تک رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور بہشت میں اس کے لیے ایک باغ مقرر کر دیا جاتا ہے۔''

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور محض ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کو دوزخ سے ساٹھ برس کی مسافت کی دوری پر رکھا جاتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے تو ایک فرشتہ آسمان سے پکار کر کہتا ہے تجھ کو دنیا اور آخرت میں خوشی میسر ہو اور دنیا و آخرت میں تیرا چلنا مبارک ہو اور تجھ کو جنت میں ایک بڑا مرتبہ حاصل ہو۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی وہ جنت کے بالا خانے میں ہوگا۔''

وہ بے حس انسان ہے جو کسی بیمار کی عیادت نہیں کرتا۔ ایسا انسان پتھر دل ہے۔ دنیاوی اور اخروی سعادت سے محروم رہنے والا بد بخت ہے۔ وہ قیامت کے روز اللہ کے غضب کا نشانہ بنے گا۔ مریض کی بیمار پرسی نہ کرنے والا انسان انتہائی خودغرض اور کمینہ خصلت ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں بھی بیمار ہو سکتا ہوں مگر اس کے باوجود اس کی جہالت اسے بیمار پرسی سے روکے رکھتی ہے۔

کیا وہ انسان ہے جو انسان کا غم خوار نہ ہو بھائی پر آئے مصیبت تو مددگار نہ ہو

ارسطو نے کہا تھا کہ ''انسان ایک معاشرتی جانور ہے۔'' انسان ایک دوسرے سے مربوط اور بندھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ معاشرے کی جان افرادِ معاشرہ ہیں۔ مریض کی تیمارداری سے آپ کے خلوص، جذبات اور رشتے کی تجدید ہوگی۔ خدانخواستہ آپ بھی کسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ بھی آپ کی تیمارداری کے لیے آئے گا۔ بیماری کی حالت میں انسان اپنے آپ کو اکیلا اور تنہا محسوس کرتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اس کا حال پوچھنے والا ہو، کوئی اس کی مزاج پرسی کو آئے۔ یہ خواہش پوری ہونے پر وہ مریض دوسروں کی تیمارداری کے لیے اپنے دل میں جذبات محسوس کرے گا۔

جب آدمی کو اپنے عزیز و اقارب، دوست احباب یا کسی محلے دار کی بیماری کا پتہ چلے تو اس کی تیمارداری کے لیے ضرور جانا چاہیے۔ مریض سے بڑے پرخلوص اور سادہ انداز میں ہمدردی کا اظہار کرے۔ بیمار کو جلد صحت یابی کی امید دلائے، اسے بھرپور حوصلہ دے کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور شفا دے گا۔ اپنے تاثرات سے اس بات کو عملی طور پر ظاہر کرنے کی کوشش کریں کہ آپ مریض کی تکلیف کی شدت کو محسوس کر رہے ہیں۔ اگر مریض مایوسی کا اظہار کرتا ہے تو تسلی و تشفی دیں، اس پر ہرگز قنوطیت طاری نہ ہونے دیں۔ بیماری کی شدت کے باوجود اسے حوصلہ دیں، بیماری سے مقابلے کی ہمت دیں۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ ''گمراہوں کے سوا ایسا کون ہے جو اپنے پروردگار سے ناامید ہو۔''

آپ کے نرم جملے، خوبصورت الفاظ مریض کے دکھ کا مرہم بن سکتے ہیں۔ دوا اور علاج کے بارے میں گفتگو کریں۔ طبیب یا ڈاکٹر کی صلاحیت پر شکوہ کرنے کی بجائے مریض کو اس کی لیاقت کا یقین دلائیں اور اسے یہ بھی بتائیں کہ

"God heals and the doctor takes the fees." (Benjamin Franklin)

اگر آپ مرض کے حوالے سے کچھ معلومات رکھتے ہوں تو پرہیز اور غذا کے بارے میں بھی کچھ مشورہ دیں کیونکہ

"Prevention is better than cure." (Erasmus)

دوا وقت پر اور باقاعدگی سے کھانے کی تلقین کریں۔ یہ باتیں مریض کے دل کو اطمینان بخشیں گی۔

مریض کے لواحقین سے کہیے کہ آپ ذرا اس کا خیال رکھیں، جو یہ کہتا ہے اس کے حکم کی بجا آوری کریں۔ ان سے ہمدردی کیجیے اور ان کے ذاتی احوال پوچھنے میں بھی برائی نہیں۔ آپ اپنی خدمت ان کے حضور پیش کیجیے۔ اس سے آپ کے خلوص کا پتا چلے گا جو آپ تعاون کر سکتے ہیں وہ ضرور کریں۔ انگریزی کہاوت ہے۔

Do good, have good.

عیادت اسلامی تہذیب و روایات کا حصہ ہے۔ اس کے بھی کچھ اصول و ضوابط ہیں۔ بعض اوقات مرض کی شدت کی بنا پر یا طوالتِ مرض کی وجہ سے مریض کے مزاج میں تلخی پیدا ہونے سے چڑچڑا پن آ جاتا ہے۔ اس لیے اس کے مزاج کی مناسبت سے ہی عیادت کی جانی چاہیے۔ آپ کی اولین کوشش یہی ہونی چاہیے کہ آپ کی گفتگو، آپ کی تیمارداری اس کی طبیعت پر بوجھ نہ بنے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین دن بعد مریض کی عیادت کرتے تھے یعنی بیمار ہونے کے تین دن بعد مریض کی عیادت کرتے تھے (یا ایک مرتبہ عیادت کے بعد دوسری عیادت تین دن بعد ہوتی تھی)۔

مریض کو پرسکون ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے پاس شور وغل سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مریض کے پاس زیادہ دیر نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ بیمار آدمی کی حاجتیں ہوتی ہیں۔ ہوسکتا ہے آپ کی موجودگی کسی حاجت کو پورا کرنے میں حائل ہو۔ لیکن اگر مریض خود بیٹھنے کی خواہش ظاہر کرے تو اس کی تسلی کے لیے کچھ دیر بیٹھنا چاہیے۔ عیادت کرتے ہوئے آپ کا انداز سلجھا ہوا ہونا چاہیے۔ آپ کا لہجہ اس کے لیے ہی نہیں اس کے اہلِ خانہ کے لیے بھی دل آویز ہو۔ آپ کا یہ انداز ایسا ہو کہ وہ آپ سے پھر تشریف لانے کا تقاضا کریں۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

مریض کے گھر عیادت کے لیے جائیں تو ادھر ادھر تانک جھانک مت کریں۔ خواتین کی عزت و ناموس کو اپنی عزت تصور کریں۔ ایسی کوئی بات نہ کریں جس سے اہلِ خانہ کو تکلیف ہو۔

جب آپ مریض کی عیادت کے لیے جائیں تو مریض کے لیے اس موسم کا پھل وغیرہ ضرور لے جائیں۔ پھل ویسے تو صحت و تندرستی کے ضامن سمجھے جاتے ہیں۔ مریض کے لیے پھل ہمراہ لے جانے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آپ اس کی تندرستی کے دلی خواہاں ہیں۔

یہ تندرستی یارو بڑی بادشاہی ہے سچ پوچھیے تو عین یہ فضل الٰہی ہے

بعض اوقات ڈاکٹروں نے مریضوں کو صرف پھلوں کے استعمال کی اجازت دی ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر آپ کا تحفہ بہت قیمتی اور بروقت ثابت ہوتا ہے۔ یہ آپ کے خلوص کا اظہار بھی کرتا ہے اور مریض کو خوشی بھی عطا کرتا ہے۔ ایک انگریزی کہاوت ہے۔

An apple in a day, keeps the doctor away.

ہمیں غیر مسلم کی بھی تیمارداری کرنی چاہیے۔ یہ تیمارداری انسانیت کے ناطے سے بہت اہم ہے۔ وہ لوگ ہمارے اس معاشرے کا حصہ ہیں۔ آپ کی اپنائیت، خلوص اور عیادت اس غیر مسلم کے دل کو متاثر کرسکتی ہے۔

"The world is my country, all mankind are my brothers and to do good is my religion." (Thomas Paine)

نبی کریم ﷺ بھی غیر مسلموں کی عیادت کے لیے جایا کرتے تھے۔ جو بڑھیا آپ ﷺ پر روزانہ گندگی پھینکا کرتی تھی۔ جب آپ ﷺ کو اس کی بیماری کا پتا چلا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ غیر مسلموں کی عیادت بھی اسی طرح خلوص کے ساتھ کریں جس طرح اپنے مسلمان بھائیوں کی کرتے ہیں۔ اس محبت کے مظاہرے سے معاشرے کے مختلف طبقے آپس میں جڑتے ہیں اور معاشرتی تنظیم میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دو سرا کا خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

بیمار کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ صحت یاب ہو جائے۔ صحت اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ ترجمہ: ''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ اللہ ہی مجھے شفا دیتا ہے۔'' اپنے بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے دربار سے صحت اور تندرستی مانگئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی صحت مند رکھے گا۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ''دین خیر خواہی ہے۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

مریض کی تیمارداری کو اپنا دینی فرض سمجھ کر ادا کریں۔ اس میں کوتاہی دنیوی اور اخروی خسارے کا باعث بن سکتی ہے۔ روزِ حشر میں مریض کی تیمارداری نہ کرنے پر باز پرس ہوسکتی ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے قرب و جوار میں مرض میں مبتلا افراد کا علم ہونا چاہیے تاکہ بروقت عیادت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستاں کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو

اگر بیمار آدمی مالی امداد کا مستحق ہو تو اس کی مالی اعانت سے گریز نہ کریں اور جس حد تک ہو سکے اس کی مدد کریں۔ یہ مدد قرضِ حسنہ کے طور پر بھی ہوسکتی ہے اور فی سبیل اللہ بھی۔ اللہ آپ کو اس کا بڑا اجر دے گا کیونکہ اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

(11) ماں باپ کے ساتھ سلوک

خاکہ:

- ☆ احسان کا بدلہ احسان
- ☆ قرآن کی روشنی میں
- ☆ جہاد اور والدین کی خدمت
- ☆ والدین کا دلی احترام
- ☆ والدین کے رشتوں کا لحاظ
- ☆ غیر مسلم والدین کی خدمت
- ☆ حقوق کی اقسام
- ☆ احادیث کی روشنی میں
- ☆ ماں کی عظمت و رفعت
- ☆ ایک عبرت ناک واقعہ
- ☆ والدین کے لیے دعائے خیر
- ☆ علامہ اقبال کا خراجِ عقیدت
- ☆ مقامِ والدین
- ☆ حضور ﷺ کا تین مرتبہ آمین کہنا
- ☆ ماں کے قدموں تلے جنت
- ☆ خدمت والدین
- ☆ دورِ حاضر کی اولین ضرورت

ایک شخص کسی دوسرے پر احسان کرتا ہے۔ مصیبت میں اس کی مدد کرتا ہے۔ تکلیف میں اسے راحت پہنچاتا ہے تو دوسرا شخص اس کا شکر گزار ہوتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کسی اور طریقے سے کسی اور نوعیت سے اس کے احسان کا صلہ دے۔ اگر وہ صلہ دینے کی طاقت رکھتا ہے تو ویسا ہی صلہ دیتا ہے۔ ورنہ اسے دعائیں ضرور دیتا ہے۔ احسان کو یاد رکھنا اور اس کے لیے ممنون ہونا اخلاقی اور انسانی فریضہ ہے۔

اگر انسان غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اگر اس دنیا میں کوئی ہستی ایسی بھی ہے جس کے انسان پر سب سے زیادہ احسانات ہوں۔ جس کی مہربانیاں بے شمار ہوں۔ جس کی شفقت بے مثال ہو اور جس کی توجہ قابل قدر ہو تو وہ ہستی والدین کی ہے۔ والدین کے ہم پر اتنے احسانات ہیں کہ دل و نگاہ ان کی مہربانیوں اور ان کی محبتوں کے سامنے جھکے جاتے ہیں اور انسان کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ ان کی بے مثال محبت اور پرخلوص شفقت کا صلہ دے سکے۔

Honor thy father and thy mother. "Bible"

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

حقوق دو طرح کے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے وہ اگر اللہ چاہے تو معاف کر سکتا ہے لیکن حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہو سکتے جب تک کہ بندے یہ حقوق معاف نہ کریں۔ حقوق العباد میں سے والدین کا حق سب سے زیادہ مقدم ہے۔

والدین اولاد کی پیدائش، پرورش اور دیکھ بھال کے ذمے دار ہوتے ہیں۔ والدین کے بغیر بچے کی صحیح پرورش اور تربیت نہیں ہوسکتی۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ تمام جانداروں میں انسان کے بچے کی پرورش اور دیکھ بھال سب سے زیادہ مشکل کام ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ محض گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے۔ وہ پروان چڑھنے کے لیے کئی برس تک والدین کی پرورش اور دیکھ بھال کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لیے والدین کا بڑا مقام ہے اور ان کا درجہ خدا کے بعد دوسرا

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ہے۔William Penn کا کہنا ہے کہ ''خدا کے بعد صرف والدین۔''

قرآن مجید میں والدین کی اطاعت، خدمت اور حسن سلوک پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، نیکی اور خدمت کی تاکید بارہ مختلف آیتوں میں نازل ہوئی اور اکثر موقعوں پر یہ تعلیم توحید کے بعد آئی ہے۔ ارشاد ہے۔ ''اور تیرے رب کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے عزت کے ساتھ بات چیت کرو۔'' پھر ارشاد ہوتا ہے۔ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کی ہدایت کی ہے۔'' ایک اور موقع پر فرمایا۔ ''اور میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی۔''

احادیث رسول ﷺ میں بھی والدین کی اطاعت و خدمت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ''بڑے بڑے گناہ یہ ہیں۔ خدا کا شریک ٹھہرانا، والدین سے بدسلوکی کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔'' پھر فرمایا۔ ''وہ شخص ذلیل ہو جائے، پھر ذلیل ہو جائے، پھر ذلیل ہو جائے۔ جس نے والدین کو بڑھاپے میں پایا اور وہ جنت میں نہ گیا۔ دونوں کو یا ایک کو۔'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا۔ ''باپ کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے اور باپ کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے۔''

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے ہوئے تین مرتبہ آمین کہا۔ صحابہ کرامؓ نے تعجب سے اس کا سبب پوچھا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ابھی جبرائیل میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے تین بار بددعائیں دیں اور میں نے ان پر آمین کہا۔''

پہلی بددعا یہ تھی: ''وہ شخص تباہ و برباد ہو جس نے والدین کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت نہ کی۔''

دوسری بددعا یہ تھی: ''وہ شخص تباہ و برباد ہو جس نے رمضان شریف کے روزے پائے اور نہ رکھے۔''

تیسری بددعا یہ تھی: ''وہ شخص تباہ و برباد ہو جس نے میرا نام سنا اور درود نہ پڑھا۔''

ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے جہاد کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' وہ بولا کہ ہاں۔ ارشاد فرمایا ''جاؤ اور انہی کی خدمت میں جہاد کی کوشش کرو۔''

مسجد نبوی میں ایک شخص سرکار مدینہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے بڑا حق دار کون ہے؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تیری ماں'' اس نے پھر عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تیری ماں'' تیسری مرتبہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تیری ماں'' چوتھی مرتبہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تیرا باپ''۔

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات　　تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

اگرچہ باپ کا بھی بڑا حق ہے لیکن ماں کا حق فوقیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ ماں کو بچے کی خاطر باپ کے مقابلے میں زیادہ تکالیف اٹھانا پڑتی ہیں۔ سب سے پہلے تو وہ نو ماہ تک بچہ کو پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے۔ یہ عرصہ اس کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو کر بچے کو جنم دیتی ہے اور بعض عورتیں تو بچے کی پیدائش ہی کے موقع پر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ پھر بچے کی پرورش کا کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔ بچے کو کھلانا، پلانا، سلانا، جگانا وغیرہ اس کے فرائض میں شامل ہے۔ وہ بچے کی خوشی سے خوش اور اس کی تکلیف سے غمگین ہو جاتی ہے۔

Who ran to help me when I fell,

And would some pretty story tell,

Or kiss my head to make me well. (My Mother) "Ann Taylor"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

حضرت ابراہیمؑ نے باوجود اس کے کہ ان کا باپ مسلمان نہ تھا خدا سے دعا مانگی 'اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔''

آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ انسان والدین کا احترام کرے۔ ان کی اطاعت کرے۔ ان کے احکام کے سامنے دیدہ و دل کو جھکا دے۔ ان کی سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے کیونکہ ان کی دعائیں ہی اخروی نجات کا ذریعہ ہیں۔ بڑھاپے میں ان کی راحت، ان کے آرام اور ان کی آسائش کا خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ جب وہ خود بے بس اور لاچار تھا تب انہوں نے انتہائی تکلیف اٹھا کر اسے پالا۔ آج وہ بڑھاپے میں بے بس اور لاچار ہیں تو انہیں تمہارا سہارا درکار ہے۔

ایک دفعہ ایک آدمی نے حضورﷺ کے پاس آ کر اپنے ماں باپ کی شکایت کی کہ ''وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔'' نبی اکرمﷺ نے اس کے باپ کو بلوایا تو ایک بوڑھا کمزور شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا حاضر ہوا۔ آپﷺ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہنا شروع کیا۔ ''اللہ کے رسولﷺ! ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی۔ میں مالدار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا۔ میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے منع نہیں کیا تھا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست و توانا ہے۔ میں خالی ہاتھ اور یہ مالدار ہے اور اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔''

بوڑھے کی باتیں سن کر حضورﷺ رو پڑے اور اس آدمی سے مخاطب ہو کر فرمایا ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہو خیال   اس ناسعید بیٹے کی قسمت الٹ گئی

والدین اگرچہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں، پھر بھی ان سے حسن سلوک کرنا چاہیے لیکن والدین کی اطاعت اس حد تک کرنی چاہیے کہ اس سے خدا اور اس کے رسولﷺ کی نافرمانی نہ ہو۔ اگر والدین کوئی حکم خلافِ شریعت دیں تو پھر ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے ''اور اگر وہ تیرے در پے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے، جس کا تجھے کچھ علم نہیں، تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا۔''

علامہ اقبال نے اپنی شہرہ آفاق کتاب بانگ درا میں اپنی والدہ کی وفات پر ایک نظم لکھی ہے ''والدہ مرحومہ کی یاد میں''۔ اس نظم میں آپ نے فلسفہ موت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی والدہ سے گہری محبت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

کس کو اب ہو گا وطن میں آہ! میرا انتظار؟   کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار؟
خاک مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا   اب دعائے نیم شب میں کسے میں یاد آؤں گا؟
تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا   گھر مرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے   سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(12) چاندنی رات

خاکہ:

- ☆ ایک گراں قدر نعمت
- ☆ چاندنی رات کی اہمیت
- ☆ شعراء اور چاندنی رات
- ☆ بچے اور چاندنی رات
- ☆ جوان اور چاندنی رات
- ☆ بوڑھے اور چاندنی رات
- ☆ محاورے کی زبان میں
- ☆ چودھویں کا چاند
- ☆ دریا یا جھیل پر سیر
- ☆ پارک یا باغ کی سیر
- ☆ دیہات میں چاندنی کا منظر
- ☆ شہر میں چاندنی کا منظر
- ☆ کوہسار اور چاندنی رات
- ☆ مدوجزر
- ☆ دامنِ کوہ اور چاندنی رات

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

یوں تو اللہ نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان نعمتوں کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے لیکن چاندنی رات خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک گراں قدر نعمت ہے۔ یہ دلکشی اور حسن و جمال کا شاہکار ہے۔ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جسے چاند اور چاندنی سے محبت اور لگاؤ نہ ہو۔ یہ اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسے قدرت کے اس شاہکار سے محبت نہیں۔ وہ انتہائی بدذوق شخص ہے۔ ہمیں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہیے۔ جس نے چاند کو ہمارے لیے نورانی پیکر بنایا اور اس کی نکھری ہوئی چاندنی سے ہماری تاریک راتوں کو جگمگا دیا۔ ذرا تصور کیجیے چاند اور اس کی چاندنی کے بغیر ہماری راتیں کس قدر تیرہ و تاریک ہوتیں۔

ہوئی چاندنی پہ تجلی فشاں کہ ہے عالم وجد میں آسماں

دنیا بے شمار دلکش اور دلفریب مناظر سے بھری پڑی ہے۔ یہ خوبصورت مناظر دنیا کی خوبصورتی اور زیب و زینت کو چاند چاند لگا رہے ہیں لیکن ان دلفریب مناظر میں چاندنی رات کا منظر سب سے زیادہ حسین اور دلکش ہوتا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا مردہ دل انسان ہوگا جو چاند کی ٹھنڈی ٹھنڈی اور دلفریب روشنی سے لطف اندوز نہ ہوتا ہو۔ یوں معلوم ہوتا ہے پوری کائنات نے سفید پھولوں کی چادر اوڑھ لی ہے۔ دودھیا چاندنی دل و دماغ کو فرحت اور نظر کو تازگی بخشتی ہے۔ چاندنی کا یہ منظر اس قدر دلفریب ہوتا ہے کہ اسے الفاظ میں بیان کرنا محال ہے۔

اے شبِ ماہ ترا کیا کہنا چاند تاروں کا پہن کر گہنا
جلوہ آرائے بزمِ ہستی ہے حسن سے محو خود پرستی ہے

شاعروں کی تو کچھ نہ پوچھیے، ان کے دلوں پر جو گزرتی ہے اس کا احساس ہمیں ان کی نظموں اور گیتوں سے کچھ نہ کچھ ہو سکتا ہے۔ جو انہوں نے اس حسین و جمیل منظر کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھے ہیں۔ دنیا کے ہر ملک کی شاعری میں چاندنی رات یا چاند پر بے شمار نظمیں، گیت اور شعر لکھے گئے ہیں۔ خود اردو زبان میں ایسے اشعار کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے اور بیسیوں نظمیں بھی مل جاتی ہیں۔ اردو کے ایک باکمال شاعر میر تقی میر کے بارے میں تو یہاں تک مشہور ہے کہ جب وہ چاند کو دیکھتے تو اس کے حسن کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ علامہ اقبال چاند سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن ہے مگر دریائے دل تیری کشش سے موجزن

جوش ملیح آبادی نے چاندنی کے منظر کی یوں عکاسی کی ہے۔

چاندنی شب بھر دکھاتی ہے ضیائے روئے حور ذرہ ذرہ صبح کو کہتا ہے میں ہوں برق طور

ننھے سے بالک کو دیکھیے۔ ماں اسے لوریاں سنا سنا کر اور تھپک تھپک کر سلانے کی کوشش کرتی ہے مگر وہ ان سب باتوں سے بے نیاز ماں کی آغوش میں مچل مچل کر چاند کو پکڑنے کے لیے ہمکتا اور اچھلتا ہے۔ دونوں ہاتھ پھیلائے وہ چاند کو اپنے سینے سے لگا لینا چاہتا ہے۔ لڑکے بالے شہر میں ہوں یا دیہات میں۔ ندرات میں وقت پر گھر جانے کو ان کا جی نہیں چاہتا۔ ایک خوشی، مسرت اور جوش ان کی رگ رگ میں موجزن ہوتا ہے۔

چاندنی رات تیرا کیا کہنا تو نے پہنا ہے نور کا گہنا

جوانی میں چاندنی رات انسانی جذبات میں ایک نامعلوم، انوکھی اور دلفریب ہلچل پیدا کر دیتی ہے۔ دلوں میں ایک نہایت میٹھا اور خوشگوار اضطراب ب لینے لگتا ہے۔ ایسے میں بستر پر لیٹنے کو جی نہیں چاہتا۔ جی میں یہی آتا ہے کہ اس دلکش منظر میں انسان کچھ نہ کچھ کرے۔ زیادہ سے زیادہ اس سے لطف اندوز لے۔ ایسی رات پھر کہاں، چنانچہ نوجوانوں کی ٹولیاں دریا کے کنارے یا کسی اور تفریحی مقام پر پکنک منانے چل پڑتی ہیں۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

بے دل و جان سا ہوتا ہوں اندھیری رات میں　　چاندنی کے ساتھ میرا دل بھی لے جاتا ہے چاند

بوڑھے لوگ جو رات کو بستر پر لیٹنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ انہیں بھی چاندنی کا طلسم کچھ اس طرح متاثر کرتا ہے کہ وہ بھی جلدی سو نہیں سکتے۔ اس وقت انہیں نہ جانے کیا کیا کچھ یاد آتا ہے۔ کتنی حسرتیں اور ارمان ان کے سینوں میں چاند کی روشنی سے جگمگا اٹھتے ہیں۔

ہر کمالِ راز والے ہے اصولِ کائنات　　زندگی کو زندگی کے راز سمجھاتا ہے چاند

چاند کا لفظ کتنا پیارا اور دلکش ہے، چاند کے متعلق بہت سے محاورات اور تشبیہات بنائی گئی ہیں۔ مثلاً چار چاند لگانا، چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات، چاند کا مکھڑا وغیرہ جب کوئی عزیز بڑی مدت کے بعد ملتا ہے تو ہم بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں ''آج کدھر سے چاند نکلا ہے'' یا ''بھئی! آپ تو عید کا چاند ہو گئے۔'' ماں اپنے پیارے بچوں کو لاڈ پیار سے میرا چاند کہہ کر پکارتی ہیں۔ شاعر بھی حسین چہرے کو چاند سے تشبیہ دیتے ہیں۔

چودھویں رات کا چاند اپنی خوبصورتی اور رعنائی میں بے مثال ہوتا ہے۔ یہ چاند کے عروج اور جوبن کی رات ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے فطرت نے پوری کائنات پر چاندی سی بکھیر دی ہے۔ تمام اشیاء نقرئی چادر اوڑھے کائنات کے حسن کا دلفریب منظر پیش کر رہی ہوتی ہیں۔ دل میں بے اختیار یہ خواہش ابھرتی ہے کہ چاند کا یہ حسن و جمال اپنے دل و جاں میں بسا لیں۔ اس اجالے کو اس دریا کے نور کو اپنی آنکھوں کی جھیل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈبو لیں۔ چاند اپنی چاندنی بڑی فیاضی سے اس زمین پر لٹاتا رہتا ہے۔ پہاڑوں کا دامن چاندنی سے لبریز ہوتا ہے۔ درختوں کے پھل پھول چاندنی میں نہائے ہوتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے آسمان سے نور کی نہ رکنے والی بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا ہو۔

بنے آئینہ سارے دیوار و در　　سفیدی پھری ہر در و بام پر

چاندنی رات میں دریا یا جھیل کی سیر اس قدر حسین و دلفریب ہوتی ہے کہ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس دلفریب منظر کا صحیح اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں۔ جنہیں اس قسم کی سیر کا موقع ملا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بے شمار چاند پانی میں اتر آئے ہیں اور زمین سے آسمان تک فضا بقعۂ نور بن کر رہ گئی ہے۔ یہی جی چاہتا ہے کہ صبح تک پانی میں چاند کو بلکورے کھاتے دیکھتے رہیں۔ چاندنی جب لہروں سے ٹکراتی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے دو دھاری تلواریں دھیرے سے ایک دوسرے کے گلے سے لگ گئی ہوں۔ چاند بھی جب اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ بادلوں کی اوٹ سے جھانکتا ہے تو پانی میں اپنا عکس دیکھ کر شرما سا جاتا ہے اور پھر منہ چھپا لیتا ہے۔ وادی کاغان کی مشہور اور جادو آفریں جھیل ''سیف الملوک'' بھی چاندنی رات میں پاگل ہو جاتی ہے بلکہ اس رات جھیل اپنا نظارہ کرنے والوں کو بھی پاگل اور بے خود کر دیتی ہے اور اکثر حادثات کو جنم دینے کا باعث بنتی ہے۔

لرزتی ہے پانی پہ یہ چاندنی　　کہ دریا میں بجلی کی ہے روشنی

اکثر صاحبِ ذوق چاندنی رات کے خوبصورت نظارے کے لیے گھر میں بیٹھنے کی بجائے باہر نکل کر سیر کو ترجیح دیتے ہیں۔ لوگ پارکوں اور باغوں میں گھومنے اور چاندنی رات سے محظوظ ہونے کے لیے نکل جاتے ہیں۔ چاندنی میں باغ کا حسن بھی اپنے جوبن پر ہوتا ہے۔ چاندنی میں سبزہ اور بھی نکھر جاتا ہے۔ شبنم کے قطرے موتیوں کی مانند دمکنے لگتے ہیں۔ درختوں کے پتوں سے چھن چھن کر چاندنی کی بارش ہونے لگتی ہے۔ پرندے بھی اس نور کی بارش میں چہچہاتے اور گیت گاتے پھرتے ہیں۔ بلبل کا نغمہ دلوں میں تلاطم سا بپا کر دیتا ہے۔ یہ ماحول، یہ سماں اور خوبصورت فضا سارے غموں کو دور کر دیتی ہے۔ ساری اداسیاں چھین لیتی ہے، سارے غم مٹا دیتی ہے۔ طبیعت شگفتہ ہو جاتی ہے اور زندگی کے سارے رنگ پھر سے خوبصورت لگنے لگتے ہیں۔

گرا چھن کے پتوں سے نورِ قمر　　کہ ہیرے کے ٹکڑے پڑے ہیں ادھر

ایک انگریزی مقولہ ہے کہ ''دیہات خدا نے بنائے اور شہر انسان نے۔'' چنانچہ دیہات میں چاندنی کا منظر شہروں کی نسبت کچھ زیادہ ہی دلکش اور

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

دلفریب ہوتا ہے۔ ہرے بھرے کھیت، کھلے میدان اور چراگاہیں چاند کے نور سے جگمگا اٹھتی ہیں۔ دیہاتی لوگ چاندنی رات سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ اپنے کھیتوں میں رات گئے تک کام کرتے ہیں، ہل چلاتے ہیں اور مویشیوں کے لیے چارہ کاٹ کر لاتے ہیں اور نوجوان کھلے میدانوں کی طرف نکل جاتے ہیں۔ کہیں لڑکوں کی ایک ٹولی کبڈی کھیل رہی ہے تو دوسری طرف کچھ نوجوان گیتوں سے اپنا جی بہلا رہے ہیں۔ دور پار سے کبھی کبھی بانسری کی آواز بھی کانوں میں رس گھولتی ہے۔ اس طرح گاؤں سے باہر کھیتوں اور چوپالوں میں رات گئے تک ایک چہل پہل سی رہتی ہے۔

کتنا پیارا ہے عروسِ شب کا زیور چاندنی! بن گئی ہے آج تو پھولوں کی چادر چاندنی!

شہروں میں چاندنی رات کا استقبال کچھ اور انداز میں ہوتا ہے۔ شہر کے رہنے والے اپنی مصروفیات اور مشینی زندگی کے سبب چاندنی کے دلفریب حسن کا احساس نہیں کر پاتے۔ ان کی شبانہ روز مصروفیات میں چاندنی رات آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ شہروں کی گلیاں اور بازار، گھر کے تمام در و دیوار مصنوعی بجلی سے پیدا کردہ روشنیوں سے سجے ہوتے ہیں۔ اس لیے چاند کی چاندنی شہر میں اپنی دلکشی کھو بیٹھتی ہے۔ زیادہ تر شہری لوگ اس خوبصورت فطرتی منظر سے محروم رہ جاتے ہیں لیکن پھر بھی اہل نظر چاندنی کے مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لیے زیادہ تر دریا کے کنارے یا کسی باغ کا رخ کرتے ہیں جہاں وہ رنگا رنگ پھولوں اور پانی کی لہروں پر چاندنی کی شفاف اور نورانی کرنوں کی بارش کے دلکش نظارے سے دل کو بہلاتے ہیں۔

اوڑھ کر اپنے تن نازک پہ چادر چاندنی اوج گردوں سے اتر آئی زمین پر چاندنی

چاندنی رات میں کوہساروں کی دلفریبی بھی قابلِ دید ہوتی ہے۔ جب چاندنی ان پر اپنا عکس ڈالتی ہے تو پہاڑوں کی چوٹیاں جگمگا اٹھتی ہیں۔ سیاہ چٹانیں چاندنی کا اجلا لباس پہن لیتی ہیں۔ ریگستانوں کے ذرے اپنی ذات میں آفتاب دکھائی دینے لگتے ہیں۔ غرض کہ چاندنی رات انسانوں کے لیے ایک بیش بہا اور قیمتی نعمت ہے۔ چاندنی انسان کی فطرت کو ہی حسن نہیں بخشتی بلکہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اپنے دامن میں خوبصورتی بھر لیتا ہے۔ کیف و سرور اور مستی ہر ذی روح پر چھا جاتی ہے۔ شہر اور بستیاں چاندنی میں نہانے لگتے ہیں۔ یوں لگتا ہے بام و در، سبزہ زار سب نور کے لبادے اوڑھے ہوئے ہیں۔ بقول شاعر

لبریز نور سے طبق آسماں تمام فیضِ مہ تمام سے روشن جہاں تمام

چاند کی کشش سمندر کے پانی پر عجیب طرح سے اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کشش کے ذریعے سمندر کی لہروں میں اتار چڑھاؤ پیدا ہوتا ہے جسے جوار بھاٹا یا مدوجزر کہتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے لہریں اچھل اچھل کر چاند کو دیکھنے اور پکڑنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ یہ منظر انتہائی دلکش اور دلفریب ہوتا ہے۔

تجلی کثافت کو دھونے لگی مکانوں پہ قلعی سی ہونے لگی

چاندنی رات میں دامنِ کوہ کا منظر بڑا دلفریب ہوتا ہے۔ رنگا رنگ پھولوں پر جب چاند کی نقرئی کرنیں پڑتی ہیں تو اس دلفریب منظر کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ سبزے کی شگفتگی اور تروتازگی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں جگمگا اٹھتی ہیں۔ سیاہ چٹانیں چاندنی کا سفید لباس اوڑھ لیتی ہیں۔ ریگستانوں کی ریت کے ذریعے ستاروں کی طرح جگمگانے لگتے ہیں۔ یہ پورا ماحول ایک طلسماتی دنیا معلوم ہوتا ہے۔ جس میں انسان بے خود ہو کر کھو جاتا ہے۔

راتوں کو میرے ذوقِ ترنم نے بارہا گاتے سنے ہیں چاند ستاروں کے قافلے

چاندنی رات میں عجیب سرور کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ جس کی تاثیر محبت ہوتی ہے۔ مہجوروں کو بھولے ہوئے یارانِ وطن یاد آ جاتے ہیں۔ جن کے دست عزیز ساتھ ہوں وہ ان سے گھل مل کر باتیں کرتے ہیں۔ جو وطن سے دور ہوتے ہیں ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں۔

جگمگاتی رہی رات بھر چاندنی کس کو بھاتی رہی رات بھر چاندنی

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

جی جلاتی رہی رات بھر چاندنی ٹمٹماتے رہے حسرتوں کے دیئے
مسکراتی رہی رات بھر چاندنی

جس طرح چاندنی بہت تھوڑے عرصے کے لیے ہوتی ہے اور پھر اندھیری راتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح انسانی زندگی میں رنج کے بعد راحت اور زندگی کے بعد موت ہے۔ چاندنی ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ہر عروج کی قسمت میں زوال ہے۔ وقت سدا ایک جیسا نہیں رہتا۔ ہر خوبصورت چہرے کو آخر رو بہ زوال ہونا ہے۔ ہر جوانی کو اپنے اختتام تک پہنچنا ہے اس لیے ہمیں چند روزہ حسن اور جوانی پر اترانا نہیں چاہیے بلکہ ان نعمتوں کے لیے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ہمیشہ ساتھ رہنے والے کردار و سیرت کو بہتر بنانے پر توجہ دینی چاہیے۔

سیرت نہ ہو تو عارض و رخسار سب غلط خوشبو اڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا

(13) شہری اور دیہاتی زندگی

خاکہ:

- ☆ تمہید
- ☆ دیہات کے روشن پہلو
- ☆ حسن فطرت
- ☆ پرسکون ماحول
- ☆ صحت مندانہ ماحول
- ☆ سادگی اور خلوص
- ☆ قناعت پسندی
- ☆ اخوت ومحبت
- ☆ مہمان نوازی
- ☆ محنت ومشقت
- ☆ بزرگوں کا احترام
- ☆ تفریحات
- ☆ دیہات کے تاریک پہلو
- ☆ جہالت
- ☆ فضول رسمیں
- ☆ مقدمہ بازی
- ☆ تعصب اور تنگ نظری
- ☆ قدامت پسندی
- ☆ توہم پرستی
- ☆ تعلیمی سہولتوں کی کمی
- ☆ طبی سہولتوں کا فقدان
- ☆ محدود ذرائع آمدورفت
- ☆ غربت اور بے روزگاری
- ☆ صفائی کا فقدان
- ☆ عدم تحفظ کا احساس
- ☆ شہری زندگی کے روشن پہلو
- ☆ تعلیمی سہولتیں
- ☆ طبی سہولتیں
- ☆ روزگار کے مواقع
- ☆ تفریحی سہولتیں
- ☆ بہتر ذرائع آمدورفت
- ☆ اشیائے ضرورت کی فراوانی
- ☆ صنعتی ترقی
- ☆ ذرائع رسل ورسائل
- ☆ بینک
- ☆ احساس تحفظ
- ☆ برق رفتار ترقی
- ☆ صفائی کا انتظام
- ☆ شہری زندگی کے تاریک پہلو
- ☆ شوروہنگامہ
- ☆ رہائش کا مسئلہ
- ☆ پرتکلف زندگی
- ☆ مشینی زندگی
- ☆ پانی کا مسئلہ
- ☆ آلودگی
- ☆ مہنگائی
- ☆ فیشن پرستی
- ☆ جرائم
- ☆ حاصل کلام

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ملک جغرافیائی سرحدوں کے اندر ایک وسیع رقبے کا حامل علاقہ ہوتا ہے۔ معاشرہ اور قوم افراد سے مل کر بنتے ہیں۔ چند افراد مل جل کر رہتے ہیں تو وہ گاؤں کہلاتا ہے۔ زیادہ آبادی والے علاقے شہر کہلاتے ہیں۔ پاکستان ایک ایسی تسبیح ہے جس کے دانوں میں شہر اور گاؤں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ جتنا ملک کے لیے شہر ناگزیر ہیں اسی طرح دیہات بھی ملک کی بنیادی ضرورت ہیں۔ ہر چیز کے دو پہلو اور ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں۔ اچھا اور برا۔ روشن یا تاریک۔ اسی طرح شہری اور دیہاتی زندگی کا ماحول بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ دیہاتی زندگی کی اپنی خصوصیات ہیں اور شہری زندگی کی اپنی خصوصیات۔ دونوں کے روشن پہلو بھی ہیں اور تاریک بھی۔ آیئے اب ہم علیحدہ علیحدہ دونوں تصویروں کو ان کے اصل رنگ روپ میں پیش کرتے ہیں۔

دیہات کے روشن پہلو:

دیہات میں حسن فطرت کی فراوانی ہوتی ہے۔ فطرت کو اپنے اصلی روپ میں دیکھنا ہو تو گاؤں سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں۔ انگریزی کا ایک مقولہ ہے کہ ''دیہات خدا نے بنائے اور شہر انسان نے'' خاص طور پر دیہات کے صبح و شام کے مناظر قابلِ دید ہیں۔ صبح کا منظر دلفریب ہوتا ہے مگر شام کا منظر بھی اپنے اندر کچھ کم کشش نہیں رکھتا۔ یہ مناظر اس قدر دلفریب ہوتے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ انسان دیکھتا چلا جائے۔

ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ

لہلہاتے ہوئے کھیت، ہرے بھرے سایہ دار درخت، کھلی فضا اور تازہ ہوا گاؤں والوں کے لیے قدرت کا بہت بڑا عطیہ ہے۔ بقول احسان دانش

واہ رے، دیہات کے سادہ تمدن کی بہار سادگی میں بھی ہے کیا کیا ترا دامن زرنگار

دیہات ہر قسم کے شور و غل اور ہنگامے سے پاک ہوتے ہیں۔ وہاں نہ ٹریفک کا شور ہے نہ ہارنوں کی بے ہنگم آواز۔ کارخانے اور فیکٹریاں نہ ہونے کی وجہ سے مشینوں کا شور اور دھواں وغیرہ نہیں ہوتا۔ ہرے بھرے کھیت اور کھلی فضا ہوتی ہے۔ مرد صبح سویرے کھیتوں میں کام کے لیے چلے جاتے ہیں۔ عورتیں بھی ان کے کام میں ہاتھ بٹاتی ہیں اور شام کو گھر واپس آتے ہیں۔ شہروں کی طرح ٹریفک کا مسئلہ بھی وبالِ جان نہیں ہوتا۔ اسی لیے شہر کے لوگ شہر کی ہنگامہ پرور زندگی سے اکتا کر سکونِ قلب کی تلاش میں بالعموم دیہات کا رخ کرتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال

شورش سے بھاگتا ہوں، دل ڈھونڈتا ہے میرا ایسا سکوت جس پر تقدیر بھی فدا ہو

دیہات کا ماحول صاف ستھرا اور صحت مندانہ ہوتا ہے۔ دیہاتی لوگ کھلی فضا اور سادہ مکانات میں رہتے ہیں۔ محنت مشقت کرتے ہیں۔ تازہ ہوا اور خالص غذا کھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شہری لوگوں کی نسبت زیادہ توانا اور صحت مند ہوتے ہین۔

ہے صحت خوشی کی سنہری کلید کہ ہے تندرستوں کو ہر روز عید

وہ بلڈ پریشر، ذیابیطس اور اختلاج قلب جیسے امراض کے بہت کم شکار ہوتے ہیں۔

''جس کے پاس صحت ہے اس کے پاس امید ہے اور جس کے پاس امید ہے اس کے پاس سب کچھ ہے۔''

دیہات کی سادہ زندگی فطرت کے بہت قریب ہوتی ہے۔ دیہات کے لوگ سادہ اور مخلص ہوتے ہیں۔ تکلف، تصنع، بناوٹ، مکر و فریب اور ریاکاری سے کوسوں دور ہیں۔ وہ سراپا خلوص و محبت ہوتے ہیں۔ ان کی سادگی فطرتی اور محبت اصلی ہوتی ہے۔ دیہی زندگی میں خلوص کی فراوانی ہوتی ہے۔

فرانس کے عظیم فلسفی روسو نے اٹھارہویں صدی کے وسط میں اپنے ایک مقالے میں لکھا: ''علم و فنون کی ترقی نے اخلاق و آداب تباہ کر دیئے ہیں۔ تہذیب و تمدن نے ہر جگہ انسانوں کو اخلاقی اور جسمانی اعتبار سے کمزور بنا دیا ہے۔ صرف وہی قومیں اور گروہ مضبوط ہیں اور نیکی کی راہ پر چل رہے ہیں جنہوں نے اپنی قدیم سادگی برقرار رکھی ہے۔''

یہ ہیں جن پر تغافل کارگر ہوتا نہیں جن کے دل میں کبر و نخوت کا گزر ہوتا نہیں

دیہاتی لوگ قناعت پسند ہوتے ہیں۔ وہ طمع، لالچ اور حرص و ہوا سے دور ہوتے ہیں۔ وہ اپنی قسمت پر صابر و شاکر رہتے ہیں اور اس لیے اطمینان کی

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

زندگی بسر کرتے ہیں۔

قناعت ہی وہ دولت ہے جو ہرگز کم نہیں ہوتی　　مگر چشمِ ہوس اس راز کی محرم نہیں ہوتی

گاؤں کے لوگ اخوت و محبت کے نمونے ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے دلی محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتے ہیں۔ پورا گاؤں گویا ایک خاندان ہوتا ہے۔ گاؤں کی زندگی میں ایک شخص کے غم کو سب کا غم اور ایک شخص کی خوشی کو سب کی خوشی سمجھا جاتا ہے۔ مصیبت کے وقت پورا گاؤں حضور سرورِ کائناتﷺ کی اس حدیث کی تفسیر بن جاتا ہے کہ ''مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں جس کے کسی ایک حصے میں تکلیف ہو تو پورا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔''

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں　　تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

گاؤں کے لوگ بہت ملنسار اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔ جب ان کے ہاں کوئی مہمان آتا ہے تو بے حد خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور اپنی بساط سے بڑھ کر اس کی خاطر مدارات کرتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات یہ ہیں ''مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے۔''

دیہاتی لوگ سستی اور کاہلی سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ وہ سخت محنت اور مشقت کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ کسان کی محنت ضرب المثل ہے۔ وہ محنت سے مشقت سے اناج اگاتے ہیں اور وہی اناج دنیا کی خوراک بنتا ہے۔ شہروں کے رہنے والے تصور بھی نہیں کر سکتے کہ روٹی کے ایک لقمے کو ان تک پہنچانے میں کسان کو کتنی مصیبت اٹھانا پڑی۔

وہ تھکتے ہیں اور چین پاتی ہے دنیا　　اگاتے ہیں وہ اور کھاتی ہے دنیا

دیہاتی زندگی میں بزرگوں کا بہت زیادہ احترام کیا جاتا ہے۔ ان کے فیصلوں کو دل سے قبول کیا جاتا ہے۔ تمام معاملات میں ان سے مشورہ لیا جاتا ہے۔ مشترکہ خاندان کا رواج عام ہے۔ خاندانی اقدار اور روایات کی پاسداری کی جاتی ہے۔ کنبے کے سربراہ کی خواہش خاندان کے تمام افراد کے لیے حکم کی حیثیت رکھتی ہے۔

دیہات کی تفریحات سادہ اور مفید ہوتی ہیں۔ نوجوان کبڈی، کشتی اور اس قسم کے دوسرے کھیل کھیلتے ہیں۔ لڑکیاں آنکھ مچولی کھیلتی ہیں۔ گاؤں کے بڑے بوڑھے شام کو چوپال میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جہاں وہ کہانیاں، ماہیے اور ہیر رانجھا کے قصے گاتے اور سنتے ہیں۔ وہاں حقے کی گڑگڑاہٹ اور دھوئیں میں آپس کی شکر رنجیاں اور مسائل بھی تحلیل ہو جاتے ہیں۔ گاؤں کے میلے ہر چھوٹے بڑے کو پرجوش بنا دیتے ہیں۔

دل یہ کہتا ہے فراق انجمن سہنے لگوں　　شہر کی رنگینیاں چھوڑوں یہیں رہنے لگوں

دیہات کے تاریک پہلو:

دیہاتی زندگی کا سب سے تاریک پہلو جہالت ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ ''کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔''

وہاں تعلیم کا رواج بہت کم ہے۔ شہروں کی طرح نہ تو تعلیمی سہولتیں ہیں اور نہ لوگوں کو حصولِ تعلیم کا ہی شوق ہے۔

علم کی دھن جسے لگی ہی نہیں　　سچ تو یہ ہے وہ آدمی ہی نہیں

دیہاتی لوگ اپنے بچوں کو اپنے کام میں لگائے رکھتے ہیں۔ گو اکثر دیہات میں ہائی اسکول موجود ہیں لیکن ان میں طلباء کی تعداد محدود ہے۔ تعلیم کی عدم موجودگی میں دیہاتی لوگ پوری طرح قومی زندگی میں حصہ لینے سے قاصر ہیں۔

دیہاتوں میں بہت سے فضول رسم و رواج پائے جاتے ہیں۔ جاہلانہ رسموں کی پابندی کی جاتی ہے۔ شادی بیاہ اور دوسرے مواقع پر ہزاروں لاکھوں روپے ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔ لوگ قرض لے کر رسموں پر خرچ کرتے ہیں اور تمام زندگی قرض اتارتے رہتے ہیں۔ جائیدادیں بک جاتی ہیں۔ مکانات اور زیورات گروی رکھے جاتے ہیں لیکن ان رسموں کو چھوڑنے کی کسی کو ہمت نہیں پڑتی۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

دیہاتی لوگ مقدمہ بازی اور باہمی رقابتوں کا شکار ہوتے ہیں۔ خاندان کے مابین قتل در قتل کا لامتناہی سلسلہ ہوتا ہے۔ وہ جائیداد اور زمین کی خاطر مقدمہ بازی میں پھنسے رہتے ہیں اور اپنی ناک اور انا کا مسئلہ بنا کر سب کچھ اس کی نذر کر دیتے ہیں۔ اس مقدمہ بازی اور باہمی رقابت کی وجہ سے اکثر خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

چیونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے

اس چکر میں روپے پیسے کے ساتھ ساتھ ان کا قیمتی وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔

دیہات کے لوگ بالعموم متعصب اور تنگ نظر ہوتے ہیں۔ ان میں فراخ دلی اور وسعتِ نظری کا فقدان ہوتا ہے۔

گھٹن کی صورت میں یہ تعصب تجھے کھا جائے گا اپنی ہر سوچ کو محسنؔ نہ علاقائی کر

ان میں قوت برداشت نہیں ہوتی۔ وہ ذرا ذرا سی بات کو انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔ ہٹ دھرمی، جھگڑے اور بحث و تکرار ان کا روز کا معمول ہے۔

دیہاتی پرانے خیالات کے مالک اور لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ وہ آباؤ اجداد کے طور طریقوں کو آسانی سے نہیں چھوڑتے۔ عجیب و غریب رسموں کی پابندی کرتے ہیں۔

ہم لوگ لیے پھرتے ہیں اب تک بھی دلوں میں فرسودہ رسومات و خیالات کی تصویر

قدامت پسندی کی وجہ سے ان کے خیالات، نظریات اور عقائد واضح نہیں ہوتے بلکہ ان میں ہٹ دھرمی اور الجھاؤ کا عمل دخل ہوتا ہے۔

دیہاتی ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست ہوتے ہیں۔ جعلی پیروں اور نام نہاد درویشوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ وہ جادو ٹونے اور تعویذات پر اندھا اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہر کام شروع کرنے سے پہلے شگون لینا پسند کرتے ہیں۔

دیہات میں تعلیمی سہولتوں کی کمی ہوتی ہے۔ سکول بہت تھوڑے اور کالج نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ کئی دیہاتوں میں تو پرائمری سکول تک نہیں ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد کئی ہونہار طالب علم مزید تعلیم محض اس وجہ سے حاصل نہیں کر پاتے کہ وہ شہر جا کر تعلیم حاصل کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

دیہات میں طبی سہولتوں کی کمی ہوتی ہے۔ مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے۔ ڈاکٹر دیہات میں جانے سے گریز کرتے ہیں۔ نیم حکیم خطرہ جان بنے رہتے ہیں۔ سنگین اور پیچیدہ بیماریوں میں بہت پریشانی ہوتی ہے۔ حادثات کی صورت میں زخمیوں کو ہسپتال پہنچاتے وقت کافی خون بہہ جاتا ہے۔

موجودہ دور میں ترقی کی رفتار تیز کرنے میں ذرائع آمدورفت کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ ذرائع آمدورفت کی سہولت میسر نہ ہونے کے باعث دیہات بالعموم شہروں سے کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں اپنا غلہ شہر کی منڈیوں میں پہنچانے میں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ضرورت کی اشیاء منڈی سے گاؤں تک لانا بھی ان کے لیے اچھا خاصا مسئلہ بن جاتا ہے۔

بقول منشی پریم چند: ''دیہات کے راستے شام ہوتے ہی بچے کی آنکھ کی طرح بند ہو جاتے ہیں۔''

غربت بھی دیہات کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ دیہاتیوں کی آمدنی محدود ہوتی ہے۔ وہ کھیتی باڑی پر ہی انحصار کرتے ہیں اور سال میں تقریباً چار ماہ فارغ رہتے ہیں۔

جن کی گرد رہ گزر ہے غازہ روئے بہار جن کا شانہ روز سلجھاتا ہے زلفِ روزگار

دیہات میں چونکہ بے روزگاری عام ہوتی ہے اس لیے فراغت کے لمحات میں اکثر لوگ مجرمانہ طرزِ عمل اختیار کر لیتے ہیں اور شریف لوگوں کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔

دیہات میں عموماً صفائی کا ناقص انتظام ہوتا ہے۔ گلیاں کچی ہوتی ہیں۔ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ گندے پانی کے نکاس کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کو اکثر بیماریاں لاحق رہتی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صفائی نصف ایمان ہے۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

صفائی عجب چیز دنیا میں ہے صفائی سے بڑھ کر نہیں کوئی شے

اکثر دیہات پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے دور ہوتے ہیں۔اس لیے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے سلسلے میں دیہاتیوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ دیہات میں آئے دن مختلف قسم کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ پنجابی زبان کے نامور افسانہ نگار افضل حسین رندھاوا نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ''ہمارے شہروں اور گاؤں میں آج بھی صدیوں کا زمانی فاصلہ ہے۔''

شہری زندگی کے روشن پہلو:

شہروں میں تعلیمی سہولتیں عام ہوتی ہیں۔شہری لوگوں کو اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر تعلیم دلانے کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔جگہ جگہ اسکول و کالج کھلے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی یونیورسٹیاں انہی شہروں میں ہیں۔اخبارات و رسائل کی دستیابی آسان ہے۔اس لیے شہری لوگوں کے لیے اپنے بچوں کو آداب زندگی سکھانا آسان ہے۔

سعادت، سیادت، عبادت ہے علم بصیرت ہے، دولت ہے، طاقت ہے علم

شہروں میں روزمرہ استعمال کی ہر چیز وافر اور با آسانی دستیاب ہوتی ہے۔ جیب میں پیسے ہوں تو وہاں ہر چیز کا حصول آسان اور ممکن ہے۔تازہ پھل، سبزیاں اور دیگر اشیائے خورد و نوش ہر جگہ مل جاتی ہیں۔شہروں میں غلہ منڈیاں اور سبزی منڈیاں موجود ہوتی ہیں جو شہریوں کی خدمات سرانجام دیتی ہیں۔

شہروں میں کارخانے، فیکٹریاں اور دیگر صنعتی ادارے عام ہوتے ہیں۔شہر کے لوگ ان کارخانوں اور اداروں میں کام کرتے ہیں اور اس طرح ملک حقیقی لحاظ سے ترقی کرتا ہے اور ملک کی فی کس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

شہروں میں عوام کے خطوط کی بروقت ترسیل کے لیے ڈاک خانے بھی ہیں اور ان کے پیغامات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لیے تار گھر بھی۔ شہریوں کو ای میل کی سہولت بھی میسر ہے اور انٹرنیٹ پر گفتگو کے مواقع بھی۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شہروں میں رقوم کی حفاظت کے لیے بنک بھی موجود ہیں۔ بنک پوری معیشت کو کنٹرول کیے ہوئے ہیں۔بنکوں کی بدولت ہی سرمائے کی بحفاظت منتقلی آسان ہوگئی ہے۔نہ چوری کا اندیشہ نہ راہزنی کا کھٹکا۔

چونکہ شہروں میں پولیس اور قانون نافذ کرنے والے دیگر اداروں کا بہتر انتظام ہوتا ہے اس لیے لوگ جان، مال اور آبرو کے تحفظ کے بارے میں فکرمند نہیں ہوتے۔

آج کی دنیا نہایت تیزی سے ترقی کے مراحل طے کر رہی ہے۔شہر کے لوگ رفتارِ زمانہ کا ساتھ دیتے ہوئے ترقی کی اس دوڑ میں شریک رہتے ہیں۔ اس طرح انفرادی اور اجتماعی ترقی کے نئے نئے راستے کھلتے ہیں۔ایڈل مین کے مطابق: ''ترقی وہ عمل ہے جس کے ذریعے معیشت میں مسلسل اور کافی زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔''

چھو لے نہ بندگی کہیں دامن خدائی کا معراج ارتقائے بشر دیکھتا ہوں میں

شہروں میں صفائی کا معقول انتظام ہوتا ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسلام کی بنیاد لطافت اور پاکیزگی پر ہے۔'' شہروں میں صفائی کا انتظام میونسپل کمیٹیوں یا کارپوریشنوں کے سپرد ہوتا ہے۔خاکروب دن میں دو بار شہر کی گلیوں میں جھاڑو دیتے ہیں اور نالیاں صاف کرتے ہیں۔جس کی وجہ سے گندا پانی جمع نہیں ہوتا۔گندے پانی کے نکاس کا معقول انتظام ہوتا ہے۔کوڑا کرکٹ گاڑیوں اور ٹرکوں کے ذریعے شہر سے باہر پہنچا کر ضائع کر دیا جاتا ہے۔ارشادِ خداوندی ہے کہ ''بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

شہری زندگی کے تاریک پہلو:

شہر کا ماحول دیہات کی طرح پرسکون نہیں ہوتا۔ یہاں کی ہوا ٹریفک کے شور سے بوجھل اور کارخانوں کے دھوئیں سے کثیف رہتی ہے۔ کارخانوں، فیکٹریوں اور ٹریفک وغیرہ کے شور وغل کی وجہ سے شہریوں کو سکون کے لمحات کم ہی میسر آتے ہیں اور وہ دل جمعی کے ساتھ کام نہیں کر سکتے۔ بقول خوشی محمد ناظر

ہے شہر میں غل اور شور بہت اور حرص و ہوا کا زور بہت

شہروں میں رہائش کا مسئلہ بہت سنگین ہوتا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے مناسب رہائشی سہولتوں کا فقدان ہوتا ہے۔ کرائے پر مکان نہیں ملتے اور اکثر لوگ تنگ و تاریک اور غلیظ مکانوں میں رہتے ہیں جس سے ان کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ گھروں میں جگہ کم ہونے کی بناء پر بچوں کو کھیل کود کے مواقع نہیں ملتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔'' شہر کی زندگی دیہات کی طرح سادہ نہیں ہوتی۔ یہاں تصنع اور بناوٹ پائی جاتی ہے۔ لباس، خوراک اور رہائش غرض ہر چیز میں دکھاوا ہوتا ہے۔ ایک خاندان کی آمدنی چاہے کتنی ہی کم ہو وہ اپنے رکھ رکھاؤ اور جھوٹی شان و شوکت کی خاطر بہت زیادہ خرچ کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر پریشان رہتا ہے۔

اے ذوقؔ تکلف میں ہے تکلیف سراسر اچھے ہیں جو لوگ تکلف نہیں کرتے

شہروں کی زندگی مشینی قسم کی ہوتی ہے۔ عجب نفسانفسی کا عالم ہوتا ہے۔ یہاں باہمی ہمدردی اور ایک دوسرے کے دکھ کا احساس کم ہی ہوتا ہے۔ لوگوں کو فراغت اور مل بیٹھنے کا موقع کم ہی ملتا ہے۔ ہر شخص مشین کے پرزے کی طرح رواں دواں نظر آتا ہے۔ بیکن کا کہنا بجا ہے کہ ''جتنا بڑا شہر ہو اتنی ہی بڑی تنہائی ہوتی ہے۔''

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات
جا سمندر دیکھ لی ہم نے تیری دریا دلی تشنہ لب رکھا صدف کو بوند پانی کے لیے

شہروں میں آلودگی بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ دھوئیں اور گرد و غبار سے اکثر لوگ گلے اور سانس کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کارخانوں اور فیکٹریوں کی چمنیاں رات دن دھواں اگلتی اور فضا کو مسموم کرتی رہتی ہیں۔ ڈیزل سے چلنے والی بے شمار گاڑیاں ہر وقت دھواں چھوڑتی اور گرد اڑاتی پھرتی ہیں۔ طرح طرح کی زہریلی گیسوں اور متعفن پانی کی بدبو شہروں میں رہنے والوں کو برداشت کرنا پڑتی ہے۔

صاف ہوا اور صاف پانی تندرستی کی پہلی نشانی

شہر میں رہنے والوں کا اہم ترین مسئلہ مہنگائی ہے۔ ہوش اڑا دینے والی مہنگائی نے لوگوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ ان کی قوتِ خرید کم ہو کر رہ گئی ہے۔ آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں۔ اب تو سوئی گیس، بجلی، ٹیلی فون اور پانی کے بل ادا کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ بچوں کے تعلیمی اخراجات سر نہیں اٹھانے دیتے۔ محدود آمدنی میں مکان کا کرایہ، آمد و رفت کے اخراجات، راشن اور دیگر ضروریاتِ زندگی حاصل کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

شہروں میں خالص غذا نہیں ملتی۔ شہروں میں گھٹیا اور ملاوٹ شدہ غذا دستیاب ہوتی ہے۔ دودھ میں ملاوٹ، مرچوں میں ملاوٹ، نمک میں ملاوٹ، آٹے میں ملاوٹ، گھی میں ملاوٹ غرض ہر چیز میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ لوگوں کو راتوں رات امیر بننے کا شوق ہوتا ہے۔ خوراک میں ملاوٹ انسانی صحت کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہری لوگ آئے روز بیماریوں کا شکار رہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

Oscar Wilde کا کہنا ہے کہ:

Fashion is a form of Ugliness so intolerable that we to alter it, after every sixmonths.

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

شہر کے لوگ فیشن کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ نت نئے فیشن شہری زندگی کی پہچان ہیں۔ لباس، جوتے اور گھر کی آرائش میں فیشن، غرض ہر کام میں فیشن شہریوں کی زندگی کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ فیشن آئے روز بدلتے رہتے ہیں۔ اس لیے اخراجات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے شہری لوگ جائز اور ناجائز ذرائع آمدنی تلاش کرنے اور پھر انہیں اختیار کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ حالانکہ انہیں جاننا چاہیے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔''

شہروں میں دیہات کی نسبت زیادہ تعداد میں جرائم ہوتے ہیں۔ یہاں کچھ امیر گھرانوں کے نوجوان شوقیہ تفریح کی خاطر جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ چونکہ زیادہ تر آسودہ حال لوگ شہروں میں رہائش پذیر ہوتے ہیں اس لیے چور اور ڈاکو وارداتوں کے لیے شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ بنکوں سے رقم نکلوا کر نکلنے والوں کو بھی بسا اوقات لوٹ لیا جاتا ہے۔ جیب تراشی، سفارش، رشوت اور اسی قبیل کے دوسرے جرائم نے شہریوں کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ کوآپریٹو سوسائٹیز کے ذریعے لوگوں کو لوٹنے کے منصوبے ہوں یا پلاٹوں پر ناجائز قبضے کے واقعات۔ سب شہروں میں جنم لیتے ہیں۔ کسی دانشور کا خیال ہے کہ ''جرم اندھیرا ہے اور انصاف روشنی۔''

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

شہروں میں حادثات روز کا معمول بن گئے ہیں۔ بے تحاشا دوڑتی اور ٹریفک کے اصولوں کو نظر انداز کرتی ہوئی گاڑیوں معصوم اور بے گناہ لوگوں کو اپنی زد میں لے لیتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں بہت سارے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور بہت سارے ہمیشہ کے لیے معذور ہو جاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اب سڑکیں سڑکیں نہیں رہیں موت کے اکھاڑے بن گئی ہیں اور گاڑیاں اب گاڑیاں نہیں رہیں فرشتہ اجل کے آلات بن گئی ہیں۔ خالد ارشاد اپنے ایوارڈ یافتہ مضمون ''سڑکوں پر بہتا لہو'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ''یا اللہ! یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ ہم نے قومی شاہراہوں کو ترقی کا زینہ بنانے کی بجائے مقتل گاہیں بنا دیا ہے۔ جن پر سارا سال خون بہتا رہتا ہے۔''

کیوں حادثات روز کا معمول بن گئے ہر شخص اپنے فرض سے غافل ہے آج کل

حاصل کلام:

الغرض دیہاتی اور شہری زندگی کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ ہر ایک کے روشن پہلو بھی ہیں اور تاریک بھی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دیہی ترقی کی طرف بھی توجہ دی جائے اور شہری زندگی کے مسائل بھی حل کیے جائیں تاکہ ہمارے دیہات اور شہر دونوں مل کر ملک و قوم کی ترقی و خوشحالی کا باعث بن سکیں۔

(14) وقت کی پابندی

خاکہ:

☆ وقت کیا ہے؟	☆ پابندیٔ وقت کا مطلب	☆ نظامِ کائنات
☆ روزمرہ کے مشاہدات	☆ فرد کے لیے اہمیت	☆ قوم کے لیے اہمیت
☆ پابندیٔ وقت اور ارکانِ اسلام	☆ گزرا ہوا وقت	☆ طلبہ کے لیے اہمیت
☆ فوجی کی مثال	☆ تاریخ سے مثالیں	☆ وقت کے ضیاع کے نقصانات
☆ وقت سے دوستی	☆ وقت سے دشمنی	☆ نتیجۂ کلام

وقت ایک زنجیر ہے۔ لمحے، سیکنڈ، گھنٹے، دن، رات، ہفتے، مہینے، سال اور صدیاں اس زنجیر کی کڑیاں ہیں جو ہر آن میں گزر رہی ہیں۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو زندگی اور وقت ایک چیز ہے۔ جس چیز کو ہم زندگی یا حیات کہتے ہیں وہ ایک وقت معین کے اندر جیتے رہنے کا نام ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اگر کوئی شخص اپنی زندگی کو مربوط اور منظم بنانا چاہے تو اسے چاہیے کہ ہر کام کو مقررہ وقت پر سرانجام دے اور اس کی عادت ڈالے۔ اس کو وقت کی پیش بندی یا وقت کی پابندی کہا جاتا ہے۔ ورنہ سیل زمانہ تو رواں دواں ہے نہ وہ کسی کے لیے ٹھہرتا ہے اور نہ ہی کسی کا انتظار کرتا ہے۔ حضور ﷺ سرور کائنات نے اسے الوقت سیف قاطع کہا ہے۔ یعنی وقت وہ تلوار ہے جو رکتی نہیں کاٹتی چلی جاتی ہے۔

نہ کر عمر کی اک بھی ضائع گھڑی کہ ٹوٹی لڑی جبکہ چھوٹی لڑی

ہم دیکھتے ہیں کہ نظامِ کائنات سارے کا سارا پابندی وقت میں جکڑا ہوا ہے۔ سورج وقت پر طلوع ہوتا ہے اور وقت پر غروب ہوتا ہے۔ چاند کے طلوع و غروب کا بھی وقت مقرر ہے۔ سورہ رحمان میں ارشاد ہے ''سورج اور چاند ایک حساب مقرر کے پابند ہیں۔''

سورۃ یٰسین میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''نہ سورج ہی سے ہوسکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

رات دن اور موسموں کے تغیر و تبدل میں پابندی وقت کا اصول کارفرما ہے۔ سیاروں کی گردش بھی وقت کی پابند ہے۔ اسی طرح فصلوں، پھولوں اور پھلوں کے بھی مقررہ اوقات ہیں۔ کسان وقت پر فصلیں کاشت کرتا ہے اور وقت پر انہیں کاٹتا ہے۔ باغبان پودوں کو وقت پر پانی دیتا ہے اور وقت پر پھل حاصل کرتا ہے۔ دفاتر وقت مقررہ پر کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ فیکٹریوں اور کارخانوں کے کھلنے کے اوقات مقرر ہیں۔ ریلیں ٹائم ٹیبل کے مطابق چلتی ہیں۔ تعلیمی ادارے وقت پر کھلتے ہیں اور وقت پر بند ہوتے ہیں۔ امتحانات کا وقت مقرر ہے۔ غرضیکہ زندگی کا ہر شعبہ پابندی وقت سے منسلک ہے۔ اگر کسی بھی شعبہ میں وقت کی پابندی سے انحراف کیا جائے تو پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ پھر زندگی کی تمام رعنائی، حسن اور دلکشی افراتفری میں بدل جائے گی۔

گنوائے گا نہ عاقل بے کار دن کہ انسان کی زندگی ہے چار دن

وقت قدرت کا انتہائی قیمتی عطیہ ہے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ وقت کی قدر نہ کرنا امانت میں خیانت کے مترادف ہے۔ دنیا میں وہی شخص کامیاب زندگی گزار سکتا ہے جو اپنے کام کاج میں وقت کا پابند ہو۔ دنیا میں کامیابی اسی کا مقدر ٹھہری جس نے وقت جیسی انمول متاع کو بے دردی سے ضائع کرنے کی بجائے اس کی اہمیت کو جانا۔ اس کی قدر کی، اس کی اہمیت کو نہ سمجھنے والے زندگی میں کامیابیاں حاصل نہیں کر پاتے۔ جو بڑی بے دردی سے وقت ضائع کرتے ہیں وہ بڑی بھول میں ہوتے ہیں۔ وہ وقت کو ضائع نہیں کر رہے ہوتے، وقت انہیں ضائع کر رہا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ بعد میں بہت پچھتاتے ہیں لیکن بیتا ہوا وقت، منہ سے نکلی بات کمان سے نکلے تیر کی طرح واپس نہیں لایا جا سکتا۔

فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

افراد کے علاوہ قوموں کی ترقی کے لیے بھی وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ مغربی اقوام جو تجارت، صنعت و حرفت، سائنس اور دوسرے علوم میں ہم سے بہت آگے ہیں یہ مقام ان کو وقت کی پابندی سے ملا ہے۔ اس کے برعکس جن قوموں نے وقت کی قدر و قیمت کو نہیں پہچانا وہ زندگی کی دوڑ میں ترقی یافتہ اقوام سے بہت پیچھے رہ گئی ہیں۔ مقام افسوس ہے ہمارے ملک میں وقت کی صحیح قدر و منزلت کا احساس بہت کم ہے۔

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

اسلام جو دین فطرت ہے وقت کی پابندی پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے۔ اسلام عملی طور پر پابندی وقت کی تربیت دیتا ہے۔ نماز پنجگانہ، ماہ رمضان کے روزے، سحری و افطاری، حج، قربانی، عیدین اور تمام دینی فرائض وقت کی پابندی کا پیغام دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''بے شک نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔'' اللہ نے عبادات کا وقت مقرر فرما کر انسان کو خبردار کیا ہے کہ ''دنیا عارضی ہے، انسان خسارے میں ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہ وقت (قیامت) ضرور آ کر رہے گا۔''

دنیا کی یہ زندگی ختم ہونے سے پہلے آخرت کی فکر کر لیں۔ وقت کی قدر کریں۔ یہ دوبارہ حاصل نہ ہوگا۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اے شیخ کیا ڈھونڈے ہے شب قدر کا نشاں   ہر شب ہے شبِ قدر، اگر تو ہو قدرداں

جس طرح دریا کا گزرا ہوا پانی اور ہوا کا گزرا ہوا جھونکا واپس نہیں آ سکتا۔ اس طرح گزرے ہوئے وقت کا واپس لانا بھی ممکن نہیں۔ ہم محنت شاقہ سے روپیہ کما سکتے ہیں، عمدہ خوراک، دوا اور پرہیز سے کھوئی ہوئی صحت بحال کر سکتے ہیں۔ تعلیم، نیک چلنی اور رفاہِ عامہ کے کاموں سے نیک نامی حاصل کر سکتے ہیں لیکن ہم اپنی تمام تر فہم وفراست، اثر ورسوخ اور دولت وثروت کے باوجود گزرے ہوئے وقت کا ایک لمحہ بھی واپس نہیں لا سکتے۔

مشہور ہے کہ سکندرِ اعظم نے مرتے وقت کہا تھا ''کوئی میری تمام سلطنت مجھ سے لے لے اور مجھے جینے کے لیے چند لمحے دے دے۔'' لیکن ایسا کون کر سکتا تھا؟

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی   گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

طلبہ کے لیے بھی وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ اگر ایک طالب علم صبح سویرے وقت مقررہ پر اٹھے، وقت پر سکول جائے، پڑھائی کا کام محنت اور باقاعدگی سے کرے، وقت پر کھیلے، وقت پر سوئے تو اس کی صحت بھی اچھی رہے گی اور وہ تعلیم میں بھی ترقی کرے گا۔ اس کے برعکس جو طالب علم وقت کا پابند نہیں ہوتا وہ امتحان میں کبھی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ طلباء کسی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ انہی پر قوم کی ترقی وخوشحالی کا انحصار ہے۔ مستقبل کی عظیم ذمہ داریاں انہی نے سنبھالنی ہیں۔ اس لیے انہیں وقت کی قدر وقیمت کا پورا احساس ہونا چاہیے اور اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ نیلسن کا قول ہے کہ ''میری زندگی کی تمام کامیابیاں صرف ایک بات میں پوشیدہ ہیں کہ میں ہر کام کے وقتِ مقررہ سے پندرہ منٹ پہلے تیار رہتا تھا۔''

جو ہر کام کرتا رہے وقت پر   ملے اس کو آرام شام و سحر

فوج کی زندگی پابندیٔ وقت کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ ایک فوجی پابندیٔ وقت کا پورا پورا لحاظ رکھتا ہے۔ اس کا کھانا پینا، سونا، جاگنا، پریڈ کرنا اور دیگر امور سب پابندیٔ وقت کے تابع ہوتے ہیں۔ جو فوج وقت کی پابندی کا خیال نہ رکھے اور اس کی قدر وقیمت کو نہ سمجھے وہ کبھی کوئی معرکہ سرانجام نہیں دے سکتی۔ وہ ہمیشہ دشمن سے مغلوب ہو جاتی ہے۔

میں وقت سے بیکار نہ رکھوں تو یہی وقت   ماضی کے کسی طاق میں رکھ جائے مجھے

نیوٹن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ وقت کا اتنا پابند تھا کہ جب وہ سیر کو نکلتا تھا تو لوگ اپنی گھڑیاں ٹھیک کر لیا کرتے تھے۔ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ گھڑیاں غلط ہو سکتی ہیں مگر یہ عظیم الشان انسان وقت کا اتنا پابند ہے کہ اس سے غلطی سرزد نہیں ہو سکتی۔

سرسید احمد خاں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب میں لندن سے واپس آ رہا تھا اور جہاز ڈوبنے کا خطرہ تھا۔ ہر شخص پریشان اور جان کے خطرے میں مبتلا تھا مگر میں نے اپنے ساتھ کے کمرے میں اپنے ایک ہمسفر انگریز کو دیکھا کہ وہ ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر مطالعہ میں مصروف تھا۔ میں نے اس سے پوچھا ''اس وقت جبکہ ہر شخص سراسیمہ اور جان بچانے کی فکر میں ہے، آپ مطمئن ہیں؟'' اس انگریز نے جواب دیا کہ ''اگر ہمارا ڈوب جانا یقینی ہے تو میں زندگی کے ان قیمتی لمحات کو بیکار کیوں ضائع کروں اور علمی مطالعہ میں کیوں نہ صرف کروں۔''

غنیمت ہے دم کچھ کرو کام کاج   ہوا چل رہی ہے اڑا لو اناج

گیا ایک پل بھی جو غفلت میں چھوٹ   تو مالا گئی ساتھ ہیروں کی ٹوٹ

وقت کی پابندی نہ کرنے سے تمام نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ کسان فصلوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ طالب علم امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے۔ کارخانے اور فیکٹریاں دیوالیہ ہو جاتی ہیں۔ ملازم اپنی ملازمتیں کھو بیٹھتے ہیں۔ مسافر گاڑی میں سوار ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ ایک دانشور کا قول ہے کہ ''کبھی میں نے وقت کو برباد کیا تھا افسوس اب وقت مجھے برباد کر رہا ہے۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ایک عجیب بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اجتماعی طور پر قوم تنزلی اور پستی میں گر جاتی ہے۔ وقت کی پابندی نہ کرنا غلام اور بیمار قوموں کا شیوہ ہے۔ آزاد قوم وقت کو ضائع کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ سینکڑوں ایسے واقعات موجود ہیں جہاں قومیں چند لمحوں کی قدر نہ کرنے سے صدیوں پیچھے چلی گئیں۔ وقت بہت بڑی دولت ہے۔ یہ تو ایسا جوار بھاٹا ہے جو ایک دفعہ ابھرا تو دوبارہ واپس نہیں لایا جا سکتا۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

وقت کی قدر کی جائے تو یہ انسان کا بہت بڑا دوست ہے۔ یہ حق دوستی ادا کرتا ہے۔ انسان مستعدی اور فرض شناسی سے کام لے تو وقت اسے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرتا ہے۔ اسے محنت کا بہترین پھل دیتا ہے۔ فتح و نصرت کا پیغام دیتا ہے۔ کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے وقت کی اہمیت کو یوں واضح کیا ''کوئی دن ایسا نہیں کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے انسان! میں ایک نا پید مخلوق ہوں۔ میں تیرے عمل پر شاہد ہوں۔ مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو کر لے۔ میں اب قیامت تک واپس لوٹ کر نہیں آؤں گا۔''

ہے آج رخ ہوا کا موافق تو چل نکل کل کی کسے خبر ہے کہ کدھر کی ہوا چلے

وقت انسان کا دشمن بھی ہے۔ اگر انسان غفلت سے کام لے اور خواب خرگوش میں پڑا رہے تو وقت اسے اپنے پاؤں تلے روند کر گزر جاتا ہے۔ اس کا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ اس کے حصے میں سوائے ناکامی و حسرت کے کچھ نہیں آتا۔

واٹرلو کی جنگ دنیا کی مشہور ترین تاریخی جنگوں میں سے ایک ہے۔ اس میدان میں یورپ کے سب سے بڑے جرنیل بادشاہ نپولین نے شکست کھائی تھی۔ اگر تاریخ کے واقعات کو غور سے دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نپولین کو یہ شکست محض چند لمحوں کے ہیر پھیر سے ہوئی۔ اس کا ایک نہایت ہی آزمودہ کار اور معتمد جرنیل وقت مقررہ سے سات منٹ دیر سے پہنچا۔ ادھر جنگ کا نقشہ بدل چکا تھا۔ نپولین کی فتح شکست میں بدل چکی تھی۔

یونہی وقت سو سو کے ہیں جو گنواتے وہ خرگوش، کچھوؤں سے ہیں زک اٹھاتے

ہماری زندگی بہت مختصر ہے۔ کام زیادہ ہیں اور وقت کم ہے۔ اس زندگی میں بہت سے ضروری کام ہمارے ذمے ہیں۔ اگر ہم اپنے روزمرہ کاروبار میں وقت کی پابندی کریں تو ہم اپنی تھوڑی سی زندگی میں زیادہ سے زیادہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس مہلتِ زندگی سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور وقت کی قدر و قیمت کو سمجھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ کریں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''جس کا آج کل سے اچھا ہے، وہ اچھا ہے۔ جس کا آج کل سے برا ہے اس نے وہ سب کچھ گنوا دیا جو نہیں مل سکتا۔''

خبر لو وقت کی اپنے خبر لو اڑا جاتا ہے جو کرنا ہے کر لو

(15) میرے دوست

خاکہ:

- ☆ دوستی ایک نعمت
- ☆ دوست کسے کہتے ہیں؟
- ☆ دوستوں کی اقسام
- ☆ زبانی دوست
- ☆ کھانے پینے کے دوست
- ☆ سچے دوست
- ☆ میرے چند دوست
- ☆ میرے پہلے دوست
- ☆ میرے دوسرے دوست
- ☆ میرے تیسرے دوست
- ☆ نتیجہ سخن

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ ''مفلس ہے وہ شخص جو مخلص دوست نہ پا سکا اور اس سے بھی مفلس ہے وہ شخص جس نے کسی مخلص دوست کو پایا اور پھر اسے کھو دیا۔'' دوستی ایک ایسا قابل قدر رشتہ ہے جس کی بنیاد صرف خلوص پر ہے۔ یہ ایک قلبی واسطہ اور روحانی تعلق ہے۔ دل مردہ اور روح افسردہ ہو جائے تو پھر یہ تعلق بھی مفاد کا پابند ہو جاتا ہے ورنہ اس تعلق کی قدر و قیمت کو دل ہی سمجھ سکتا ہے۔ لفظوں میں اس رشتے کی پاکیزگی نہیں آ سکتی۔ اس لیے ذوقؔ نے کسی پرانے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

دوست کی ملاقات کو مسیحا اور خضرؑ کی ملاقات سے بھی افضل قرار دیا تھا۔

اے ذوقؔ! کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضرؑ سے

کسی دانشور کا خیال ہے کہ ''دوستی وہ پاک جذبہ ہے جس کی عظمت آسمان اور زمین کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔

انسان اس دنیا میں تن تنہا زندگی بسر کرنے سے قاصر ہے۔ وہ دوسروں کا مرہونِ منت ہے۔ باہمی میل ملاپ اور محبت اور الفت سے معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بنتا ہے ورنہ معاشرتی بگاڑ معاشرے کی بنیادیں کھوکھلی کر دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو لوگ آپس میں مل جل کر رہتے ہیں، اپنے مشترک مفادات کی نگہبانی کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں، وہ سب ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔ کسی دانشور کا خیال ہے کہ ''دوست کا مطلب ہے دو دوست۔ جو ہر وقت ایک دوسرے کی مدد کے لیے تیار ہوں''

دوستی نام ہے اپنے آپ کو کسی کے لیے وقف کر دینے کا، دوست کی عزت و آبرو پر مر مٹنے کا، دوست کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنا بھی دوستی کا حق ادا کرنے کے مترادف تصور ہوتا ہے۔ پھر بھی دوستی کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ کسی کی خاطر مدارت کرنا دوستی نہیں ہوتی اور نہ کسی سے الفت بڑھا لینا ہی دوستی ہے۔ کسی دانشور کا خیال ہے ''دوستی ایک مقدس رشتہ ہے جس کی بنیاد اعتماد اور وقار پر ہے۔''

تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فرازؔ دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

Claude Mermet کا خیال ہے:

Friends are like melons. Shall I tell you why? To find one good, you must a hundred try.

شیخ سعدی نے اپنے وسیع تجربے اور شہر و بیاباں کی سیر کے بعد دوستوں کی تین اقسام بیان کی ہیں۔ میں نے بھی اپنے دوستوں کو شیخ سعدی کی بیان کردہ اقسام میں تقسیم کیا ہوا ہے اور ان سے اسی تقسیم کے مطابق تعلق رکھتا ہوں۔ شیخ سعدی نے دوستوں کی جو اقسام بیان کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

شیخ موصوف کہتے ہیں کہ ایک دوست وہ ہے کہ دیکھ لیتے ہیں تو قربان ہو ہو جاتے ہیں اور اس دل سوزی سے خیر خبر پوچھتے ہیں کہ اپنے آپ پر رحم آنے لگتا ہے۔ کام کاج کی حالت بھی پوچھتے ہیں اور کاروبار کے بہتر ہو جانے کے بارے میں تسلی آمیز گفتگو بھی فرماتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ کاش میں اس قابل ہوتا کہ آپ کی کوئی مدد کر سکتا۔ ایسی ہی ادھر ادھر کی چند باتیں کیں اور چلتے بنے۔ ان دوستوں کو انہوں نے ''زبانی دوست'' کا خطاب دیا ہے۔

دشمنوں کے ستم کا خوف نہیں دوستوں کی وفا سے ڈرتے ہیں

پھر ایک دوست ایسے بھی ہیں جو مرزا ظاہر دار بیگ کے خاندان سے ہیں۔ ایسے وقت میں ملاقات کے لیے آتے ہیں کہ کھانے کا وقت قریب تر ہوتا ہے اور بامر مجبوری انہیں کھانے میں شریک کرنا پڑتا ہے یا کھانے کی دعوت دینا پڑتی ہے جسے وہ فوراً منظور کر لیتے ہیں اور کبھی انکار نہیں کرتے۔ یہ صاحب خود کبھی کھانے کی دعوت نہیں دیتے۔ باتیں بہت لچھے دار کرتے ہیں اور دوستی کے حقوق گناتے نہیں تھکتے۔ ان سے دوستی نباہنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کی باتیں شیر مادر سمجھ کر پیے جاؤ اور انہیں کھانا کھلاتے جاؤ۔ کبھی ان سے کھلانے کی توقع نہ رکھو۔ یہ دوست ''کھانے پینے کے دوست'' ہیں۔

محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں میں شاید مجھے نکال کے کچھ ''کھا رہے'' ہوں

دوستوں کی تیسری قسم وہ ہے جن کے دل میں قربانی کا جذبہ اور ایثار کا ولولہ ہوتا ہے۔ یہ بے تکلف دوست ہوتے ہیں اور ہر قسم کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔ ان کی باتیں سچی اور بے لاگ ہوتی ہیں۔ خوشامد سے دور رہتے ہیں اور دوست کو فائدہ پہنچانے کی سبیل سوچتے رہتے ہیں اور جب اسے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو ان کی مسرت کی انتہا نہیں رہتی۔ حضرت شیخ نے ایسے دوستوں کو ''سچے دوست'' یا ''بھائی دوست'' قرار دیا ہے۔

سعدی کہتے ہیں کہ زبانی دوست سے زبانی ہمدردی کر کے گلو خلاصی کرا لو اور روٹی کے دوست کو روٹی کھلاؤ اور گھر سے نکال دو لیکن یار جانی کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو بلکہ اگر ایسے دوست پر جان بھی قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کرو۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اے عدم ہر گناہ کر لیکن دوستوں سے ریا کی بات نہ کر

Adams کا کہنا ہے:

One friend in a life is much, two are many, three are hardly possible.

میرے دوست یوں تو بے شمار ہیں۔ تقریباً ہر شعبہ زندگی میں میرا کوئی نہ کوئی دوست موجود ہے۔ ہر کسی سے مختلف حوالوں سے گہرا تعلق ہے لیکن ان میں سے چند ایک ہی میرے بہترین دوست ہیں۔ ان کو میں نے بارہا آزمایا ہے اور وہ ہمیشہ دوستی کے معیار پر پورے اترے ہیں۔ ان میں سے بھی تین دوست ایسے ہیں جن پر مجھے بجا طور پر ناز ہے۔ اب میں آپ کو ان کے متعلق ذرا تفصیل سے بتاتا ہوں۔

فاران احمد میرے ایک ایسے دوست ہیں جن کی آنکھوں میں حیا، باتوں میں دلنوازی اور اداؤں میں محبت کی جھلک ہے اور قابلِ قدر بات یہ ہے کہ ان کا دل اللہ کے خوف سے آباد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کوشش رہتی ہے کہ وہ کسی کا دل نہ دکھائیں اور ان کی کسی بات سے کسی سے دل کا رشتہ نہ ٹوٹ جائے۔ یوں لگتا ہے کہ میر تقی میر کا یہ شعر ہر لمحہ ان کے ذہن میں ہوتا ہے اور یہی سوچ ان کا عمل بنتی چلی جاتی ہے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

میرے یہ دوست ایک عظیم انسان ہیں۔ انہوں نے اپنی دنیا خود تعمیر کی ہے۔ انہوں نے زندگی کے بہت سے گرم اور سرد دور دیکھے ہیں۔ والدین کا سایہ بچپن ہی سے اٹھ گیا تھا۔ انہوں نے سخت محنت کی۔ وہ فاقوں کے ساتھ سوتے اور فاقوں کے ساتھ اٹھتے رہے مگر انہوں نے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اپنی عزت نفس کو رسوا نہیں کیا۔ انہوں نے اپنی دنیا آپ پیدا کی اور اپنی زندگی کو اپنے ہی خونِ جگر سے رنگین بنا دیا۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ ''انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔''

مانگے کی روشنی سے نہ پاؤ گے راستہ اس تیرگی میں لے کے خود اپنے کنول چلو

میرا دل اسی لیے ان کے حضور میں جھکتا ہے کہ وہ غربت و ناداری کے عالم میں بھی غیور رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غربت عطا کر دے تو ایسا غریب اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جایا کرتا ہے۔ اسی کا نام خودداری ہے اور خودی والا ہی خدا والا ہوتا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

میرے دوسرے دوست افتخار احمد ہیں جو اس گئے گزرے دور میں بھی پرانے وقتوں کی ایک حسین و جمیل نشانی ہیں۔ وہ انتہائی کم گو ہیں اور اکثر ان کی خاموشی بھی بولتی ہے، چہکتی ہے، مسکراتی ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں کہ بولتے ہیں تو ہر لفظ شکایت بن جاتا ہے اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ جاتے ہیں اور اکثر میرے حسین الفاظ بھی ان کی خاموشی کے روبرو شرمندہ شرمندہ سے لگتے ہیں۔

مسکراتی خموشیاں اس کی میرے طرزِ بیان میں کانٹے

اور میرے یہی چپ چاپ سے دوست جب سٹیج پر کسی موضوع کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے شاخ گفتار سے رنگا رنگ پھول ٹوٹے چلے جا رہے ہیں اور جب بعد میں اس موضوع کے بارے میں ان سے کچھ سوال کیے جاتے ہیں تو ان کی گفتگو سے ایسے دلائل بکھرتے ہیں کہ ہر جواب لاجواب محسوس ہوتا ہے۔

فقط اس شوق میں پوچھی ہیں ہزاروں باتیں میں ترا حسن، تیرے حسنِ بیاں تک دیکھوں

معاذ ضیاء میرے ایک اور دوست ہیں۔ وہ ایک مخلص انسان ہیں۔ ان کے نزدیک دوستی ایک دلی مسرت اور ذہنی کیفیت کا نام ہے۔ وہ دوستی کو غرض

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کا پابند نہیں کرتے۔ وہ دوستوں کے لیے وہ کچھ کرتے ہیں جو ان سے ہوسکتا ہے۔ وہ دوستوں کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھتے سمجھ لیتے ہیں۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں:

A friend in need is a friend indeed.

وہ سراپا ایثار ہیں، انتہائی غریب پرور ہیں۔ غریبوں کی امداد اس انداز سے کرتے ہیں کہ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

وہ اکثر اپنی خوشیاں بھی دوسروں میں بانٹ دینے کے آرزومند رہتے ہیں اور قابل قدر امر یہ ہے کہ کسی سے کوئی توقع نہیں کرتے اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ جن کے لیے تڑپتے ہیں اور جن کے غم میں موم بتی کی طرح گھلتے اور پگھلتے ہیں وہی ان کے لیے آستین کا سانپ ثابت ہوتے ہیں۔

دیکھا جو تیر کھا کے تیر کمین گاہ کی طرف اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

انہیں ادب اور تاریخ سے دلچسپی ہے۔ چونکہ مزاج اسلامی ہے اس لیے ادب اور تاریخ میں وہی کتابیں اور وہی موضوع انہیں پسند ہیں جو اسلام اور ہمارے دینی مشاہیر سے تعلق رکھتی ہیں۔ نعت کے ساتھ انہیں خصوصی لگاؤ ہے۔ انہوں نے اپنی ڈائری میں نعتوں کا ایک معیاری انتخاب کر رکھا ہے اور یہی انتخاب ان کی تنہائی کی نعمت ہے۔ انہیں حضور ﷺ سے محبت ہے اور اس عقیدت کو وہ اپنی زندگی کا معیار اور اس زندگی کا وقار سمجھتے ہیں اور حق یہ ہے کہ ہماری اس دنیا کی آبرو بھی حضور ﷺ کے نام سے ہے اور اخروی زندگی کی سرخروئی کے لیے بھی انہی کے کرم سے وابستہ ہے۔

آنکھوں میں نور، دل میں بصیرت ہے آپ ﷺ سے میں خود تو کچھ نہیں، میری قیمت ہے آپ ﷺ سے

میں سیرت کے اسی حسن، فکر کی اسی پاکیزگی اور دل کی اسی چاندنی کی وجہ سے اپنے ان دوستوں کو سب دوستوں سے بڑھ کر عزیز سمجھتا ہوں۔ مجھے ان سے رہنمائی بھی ملتی ہے اور پریشانی میں میرا سہارا بھی بنتے ہیں۔ میں سراپا لغزش ہوں اور وہ قدم قدم پر میری لغزشوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ وہ انہیں اچھالتے نہیں۔ نتیجتاً معلوم کہ میں ان کی دل سے قدر کرتا ہوں اور دل کی گہرائیوں سے اس بات کا معترف ہوں کہ

میرے لہجے میں آئی ہے حلاوت جمال ہم نشیں تیرے اثر سے

(16) خوشامد

انسان جسم اور روح سے مرکب ہے۔ جب تک جسم اور روح دونوں تندرست رہیں انسان ہر لحاظ سے قابل عزت و احترام رہتا ہے۔ اس میں کام کرنے کی صلاحیت اور دوسروں سے تعاون کا جذبہ برقرار رہتا ہے لیکن جونہی جسم بیمار ہوتا ہے تو انسان ظاہری طور پر بیکار ہو جاتا ہے۔ ہم جسم کی صحت کے لیے ہر ممکن علاج کرتے ہیں مگر جب روح بیمار ہو جائے تو اس کا علم بہت ہی کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ روح کی بہت سی بیماریاں ہیں جن میں حسد، بغض، تکبر، ریاکاری اور خوشامد وغیرہ شامل ہیں۔ ان بیماریوں میں سے جب کوئی بھی بیماری انسانی روح کو لگ جاتی ہے تو جس طرح جسمانی بیماریوں سے انسان جسمانی لحاظ سے کمزور اور لاغر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی بیماریوں سے انسان اخلاقی طور پر پست اور روحانی طور پر دیوالیہ ہو جاتا ہے۔

اپنی تعریف کسے اچھی نہیں لگتی مگر ہر وقت بغیر کسی موقع و محل کے دوسرے شخص سے تعریف کروائے جانا خوشامد کہلاتا ہے۔ یہ بیماری معاشرتی اور اخلاقی برائیوں میں سے ایک ہے۔ ہمارے مذہب اسلام نے کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔ ''جو شخص کسی کے سامنے اس کی تعریف کرتا ہے وہ گویا اسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔'' اور کسی کے منہ پر تعریف کرنے والے کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ ''اس کا منہ مٹی سے بھر دو۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

خوشامد کی ممانعت اسلام نے اس لیے بھی کی ہے کہ بے جا تعریف سے ایک انسان میں غرور و تکبر کے جذبات پیدا ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور تکبر کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ''جس کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

خوشامد کے باعث تکبر کا وہ منفی جذبہ جو اکثر وجود میں خوابیدہ رہتا ہے، انگڑائی لے کر بیدار ہو جاتا ہے۔ بقول سرسیدؒ ''خودی جو انسان کو برباد کرنے والی چیز ہے چپ چاپ سوئی ہوتی ہے۔ خوشامد اس کو جگاتی اور ابھارتی ہے اور جس کی خوشامد کی جائے اس چھچھورے پن کی کافی لیاقت پیدا کر دیتی ہے۔''

خوشامد درحقیقت منافقت ہی کی ایک قسم ہے۔ خوشامد کرنے والا شخص منافقت کا لبادہ اوڑھے ہر جگہ اور ہر وقت لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اس کے دل میں ان سب کی بہت عزت ہے۔ ان کی خوشامد کرتا ہے۔ خوشامدی لوگ اپنے فن میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ جب ایک شخص خوشامدیوں کے نرغے میں آ جاتا ہے تو وہ دنیا جہان کے اوصاف اس شخص کی ذات سے منسوب کرنے لگتے ہیں۔ جن کا شاید ایک فیصد بھی اس کی ذات میں موجود نہیں ہوتا۔ اس طرح جس شخص کی خوشامد کی جائے اس میں تکبر اور گھٹیا پن بڑھنے لگتا ہے۔ وہ ہوتا تو نہایت کم ظرف ہے مگر ان خوشامدی لوگوں کی مہربانیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو نہایت عالی ظرف، شجاع، سخی اور عقلِ کل کا مالک سمجھ بیٹھتا ہے۔ شیکسپیئر نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا تھا کہ ''خوشامد کرنے والا اور خوشامد سن کر خوش ہونے والا دونوں کم ظرف ہیں۔'' بقول شاعر:

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے — وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثناء آپ اپنی — وہ ظرف جو خالی ہو صدا دیتا ہے

خوشامد اس لحاظ سے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے کہ یہ انسانی صلاحیتوں کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ انسان اپنی تعریف سن کر اپنے آپ کو مکمل سمجھنے لگتا ہے اور آگے بڑھنے کی جستجو کھو دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کی فطری صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے اور پھر ایسے لوگوں کی خوشامد جو کسی بھی طرح تعریف کے اہل نہیں ہوتے اور بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسے لوگ حقیقت میں اپنے آپ کو ویسے ہی سمجھنے لگتے ہیں جیسا کہ لوگ انہیں بناتے ہیں اور نتیجتاً خود فریبی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس پر مزید یہ کہ اس خود فریبی کے پردے کو چاک کر کے اپنی حقیقت اور اصلیت سے آگاہ ہونے کی صلاحیت کھو دیتے ہیں۔

یہاں پر ایک ہی سوال اٹھتا ہے کہ لوگ آخر خوشامد کیوں کرتے ہیں؟ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ بعض افراد کو صرف اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے فنی طور پر دوسروں کی تعریف کر کے اپنا کام نکلوا لیتے ہیں۔ یہ لوگ حقیقت میں نہایت چالاک اور مکار ہوتے ہیں۔ سیاستدان عوام کی خوشامد کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنا لیتے ہیں۔ ماتحت اپنے اے۔ سی۔ آر درست رکھوانے کے لیے افسران کی خوشامد کرتے ہیں اور ضرورت کے وقت خوشامد ہی کے بل بوتے پر اپنا کام نکلوا لیتے ہیں۔ گھروں کے ملازمین ہوں یا سرکاری دفتروں کے سب ہی خوشامد سے اپنا کام نکلوانے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک طبقہ بلاضرورت خوشامد کرتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے عزت و احترام بٹھا سکیں۔ بہرحال یہ چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ہی میں شامل کر دی ہے کہ وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوتا ہے۔ شاعرِ مشرق نے خوشامد کو ایک دلچسپ واقعے کی رو سے نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

سو کام جہاں میں خوشامد سے ہیں نکلتے — دنیا میں جسے دیکھو خوشامد ہی کا ہے بندہ

مگر یہ بات بھی بخوبی یاد رکھنی چاہیے کہ جس طرح خوشامد ایک بدتر چیز ہے۔ اسی طرح مناسب اور سچی تعریف کرنا نہایت ہی عمدہ اور نہایت ہی خوب چیز ہے۔ جس شخص میں جتنا ظرف اور جتنی خوبی ہوتی ہے وہ اسے اتنا ہی چھپاتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ شخص جو ذرا سی خوبی آ جانے پر اس کا ڈھنڈورا پیٹنے لگتے ہیں حقیقت میں نہایت ہی کم ظرف ہوتے ہیں۔ شاعر نے اسی بات کو دوسرے انداز میں بیان کیا ہے۔

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت — جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ خوشامد کے مرض سے بچنے کے لیے ہر وقت اپنے اعمال اور کردار کا جائزہ لیتے رہیں۔ اپنے دوستوں اور پاس بیٹھنے والوں پر بھی نظر رکھیں کہ کہیں ان میں کوئی خوشامدی گھسا نہ بیٹھا ہو۔ جو ان کی روح کو مریض بنا دے۔ حضور ﷺ کے کئی ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ خوشامد اور

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ناجائز تعریف حضور ﷺ کی نظر میں کس قدر ناپسندیدہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خوشامد پسندی سے بچائے۔ آمین

(17) برسات کا موسم

خاکہ:

☆ تمہید ☆ پاکستان کے موسم ☆ بیماریوں کا موسم
☆ غذا اور موسم برسات ☆ گرمی کی شدت ☆ کالی گھٹائیں
☆ بادلوں کے بعد کا سماں ☆ موسلا دھار بارش ☆ پانی ہی پانی
☆ بارش کے بعد کا سماں ☆ برسات کے حسین مناظر ☆ دیہات کا منظر
☆ برسات اور غریب ☆ برسات اور سیلاب ☆ وبائیں اور زہریلے کیڑے مکوڑے
☆ حبس ☆ حاصل کلام

یہ گرمی یہ سردی یہ مینہ کی جھڑی پلٹنے کو رت کے مقرر کھڑی

ہمارے ملک پاکستان میں چار موسم ہر سال باری باری آتے ہیں یعنی موسمِ گرما، موسمِ برسات، موسمِ سرما اور موسمِ بہار۔ ان میں موسمِ گرما اور موسمِ سرما لمبے ہوتے ہیں جبکہ موسمِ برسات اور بہار مختصر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر موسم میں ایک خاص قسم کا سماں ہوتا ہے۔ اس سماں یا سے کو موسم کہا جاتا ہے۔

پاکستان میں موسم اور ان کے مہینے حسب ذیل ہیں:

موسمِ گرما: اپریل سے ستمبر تک۔ موسمِ برسات: جولائی، اگست۔ یاد رہے کہ موسمِ گرما کے دوران ہی برسات کا موسم بھی ہو گزرتا ہے۔ موسمِ سرما: اکتوبر سے نصف فروری تک۔ موسمِ بہار: نصف فروری تا مارچ۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

طبی اعتبار سے موسمِ برسات تمام موسموں سے زیادہ غلیظ و مرطوب، متعفن و کثافت آمیز ہوتا ہے۔ نیز اس موسم کو کیڑوں مکوڑوں یعنی جراثیم کے باعث پیدا ہونے والی بیماریوں کا موسم قرار دیا گیا ہے۔ اس موسم کی خاص بیماریاں ہیضہ، اسہال، پیچش، بھوک کی کمی، سوءِ ہضم، فسادِ خون وغیرہ ہیں۔ اس موسم میں ہوا اور پانی دونوں جراثیم سے آلودہ ہو جاتے ہیں اور بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔

صاف ہوا اور صاف پانی تندرستی کی پہلی نشانی

اس موسم میں غذا کا معتدل اور متوازن ہونا نہایت ضروری ہے۔ لحمی غذاؤں میں بکری کا گوشت زیادہ موزوں ہے۔ دالوں میں سالم مونگ، ماش اور مسور کا استعمال کم سے کم کریں۔ اگر مجبوری ہو تو ان میں زیرہ سفید اور سیاہ مرچ کی تھوڑی سی مقدار ضرور شامل کریں۔ مچھلی، دہی اور لسی سے پرہیز کریں۔ تربوز اور پھوٹ کا استعمال ترک کر دیں۔ اس موسم کے معروف پھل آم اور جامن ہیں۔ شوگر کے مریض کے لیے جامن کا وجود مژدۂ جانفزاء سے کم نہیں۔ آم کو پھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ موسمِ برسات میں پیاز اور ٹماٹر پر لیموں نچوڑیں اور کالی مرچ اور نمک چھڑک کر استعمال کریں۔ اس سے آپ کی صحت ٹھیک رہے گی۔

ہے صحت خوشی کی سنہری کلید کہ ہے تندرستوں کو ہر روز عید

جون جولائی کے مہینوں میں ہمارے ہاں گرمی اپنے جوبن پر ہوتی ہے۔ آسمان سے آگ برستی ہے اور زمین تپ کر تانبا ہو جاتی ہے۔ شہر اور دیہات جہنم کا نمونہ بن جاتے ہیں۔ انسان تو ایک طرف رہے۔ جانوروں کا بھی گرمی کے مارے برا حال ہو جاتا ہے۔ سورج کی کرنیں زمین پر پڑتی ہیں اور جنگلوں، پہاڑوں اور میدانوں میں گرمی کے مارے برا حال ہوتا ہے۔ صحرا کی ریت راکھ کی طرح گرم ہو جاتی ہے۔ دریا کا پانی کھولنے لگتا ہے۔ بقول میر انیس

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

پانی تھا آگ، گرمی روزِ حساب تھی ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

گرمی کی شدت میں لوگوں کی نظریں بارش کے انتظار میں بار بار آسمان کی طرف اٹھتی ہیں۔ خدا خدا کر کے موسم میں کچھ تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ پروا یعنی مشرق کی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ یہ ہوا بارش کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادلوں کے آوارہ ٹکڑے تیرنے لگتے ہیں۔ پھر شانِ خداوندی سے یہی ابر پارے کالی گھٹاؤں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور گھٹائیں جھومتی ہوئی سارے آسمان پر پھیل جاتی ہیں۔

گھنگھور گھٹائیں چھا رہی ہیں برکھا کی ہوائیں آ رہی ہیں
پھولوں میں بسی ہوئی فضا ہے خوشبو سے لدی ہوئی ہوا ہے

بادلوں کے آسماں پر چھا جانے سے موسم خنک ہو جاتا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جی کو لبھانے لگتے ہیں۔ نگاہوں کو ٹھنڈک اور طراوت نصیب ہوتی ہے۔ لوگ باگ گھٹاؤں کا نظارہ کرنے اور موسم کا لطف اٹھانے کے لیے گھروں سے باہر نکل آتے ہیں۔ بچے گلیوں میں شور مچانے لگتے ہیں۔ کالے بادل کالے روڑ مینہ برسا دے زور و زور۔

پہاڑوں سے اٹھا بادل ہے بدلی حالت اب دل کی چمن میں گونجتی پھرتی ہیں آوازیں عنادل کی

بادلوں کی گھن گرج سے دل دہل جاتے ہیں۔ بجلی کی کڑک سے لوگ سہمے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں رم جھم پھوار پڑنے لگتی ہے۔ یہ پھوار آہستہ آہستہ ننھی بوندوں میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بوندا باندی ہونے لگتی ہے۔ اس بوندا باندی کی وجہ سے درختوں کے پتوں سے ایسی آواز آتی ہے گویا کوئی ساز بج رہا ہو۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ بوندا باندی موسلا دھار بارش میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ زمین سے آسمان تک کی فضا پوری کی پوری دھواں دار ہو جاتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان میں شگاف پڑ گئے ہیں اور اس کے پرنالے کھل گئے ہیں۔

شاخوں پر ہل ہل کے برستی ہوئی بوندیں رستوں میں رہ رہ کے چھلکتا ہوا پانی!
گردوں سے اترتے ہوئے انوار کے چشمے مٹی پہ بہتی ہوئی تاروں کی جوانی!

ہر طرف پانی کی حکمرانی نظر آتی ہے۔ آسمان سے چھاجوں پانی برسنے لگتا ہے۔ پرنالے دھائیں دھائیں چلنے لگتے ہیں۔ آہستہ آہستہ بارش اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ مکانوں کے صحن تالاب بن جاتے ہیں۔ گلیاں اور بازار ندیوں اور نالوں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ راہ گزاروں میں ہر طرف پانی پھیل جاتا ہے۔ تالاب اور جوہڑ پانی سے اس طرح لبالب بھر جاتے ہیں کہ ان کے کناروں کا کوئی اندازہ نہیں رہتا۔ نالے اور دریا جوش مارنے لگتے ہیں۔ ان کا پانی کناروں سے اچھلنے لگتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف جل تھل کا عالم ہو جاتا ہے۔ لیکن بارش ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتی۔ پہلے لوگ بارش کے لیے دعائیں مانگ رہے تھے اب اس کے رکنے کے لیے التجائیں کرنے لگتے ہیں۔

آخر خدا خدا کر کے بارش تھمتی ہے تو لوگوں کی جان میں جان آتی ہے۔ رفتہ رفتہ بادل چھٹنے لگتے ہیں۔ موسم بڑا پیارا اور سہانا ہو جاتا ہے۔ کائنات دھل کر نکھر جاتی ہے۔ آسمان پر دھنک یعنی قوسِ قزح نمودار ہو جاتی ہے۔ یہ ایک انتہائی دلکش اور دلفریب منظر ہوتا ہے۔

یہ کوئی جادو ہے یا سچ مچ ہے اک رنگیں کماں واہ واہ! کیسا بھلا لگتا ہے یہ پیارا آسماں

ہر چیز مسرور اور شادماں نظر آتی ہے۔ کسانوں کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھتا ہے۔ ان کے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ انسان تو ایک طرف رہے، بو پائے اور چرند پرند بھی موسم کی اس خوشگوار تبدیلی کا اثر محسوس کرتے ہیں۔ درخت اور پودے بارش کے پانی سے دھل کر تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ باغوں کی رونق، تر و تازگی اور شگفتگی لوٹ آتی ہے۔ کوئل کی کوک کانوں میں رس گھولتی ہے۔ پپیہے ''پی کہاں'' ''پی کہاں'' کا شور مچاتے ہیں۔ جنگل میں مور خوشی سے ناچتے ہیں۔ برسات کے بادل نے اپنی مسیحائی کا ذکر کرتے ہوئے علامہ اقبال کی زبان میں کیا خوب کہا ہے۔

چشمۂ کوہ کو دی شورشِ قلزم میں نے اور پرندوں کو کیا محوِ ترنم میں نے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

غنچۂ گل کو دیا ذوقِ تبسم میں نے　　سر پہ سبزے کے کھڑے ہو کے کہا قُم میں نے
فیض سے میرے نمونے ہیں شبستانوں کے　　جھونپڑے دامنِ کہسار میں دہقانوں کے

القصہ جونہی مطلع صاف ہوتا ہے لوگ موسم کا لطف اٹھانے کے لیے گھروں سے باہر نکل آتے ہیں۔ بچے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے، دیوانہ وار اچھل کود کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ لڑکے پانی میں ڈوبی ہوئی سڑکوں پر چھینٹے اڑاتے ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے بھاگتے دوڑتے نظر آتے ہیں۔ کبھی کاغذ کی کشتیاں بنا کر پانی میں تیرانے کا مقابلہ کرتے ہیں اور باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ لوگ احتیاط سے ادھر ادھر گھوم پھر رہے ہوتے ہیں لیکن پھر بھی کوئی یہاں گرتا ہے تو کوئی وہاں گرتا ہے۔ بقول نظیر اکبر آبادی

کوچے میں کوئی اور کوئی بازار میں گرا　　کوئی گلی میں گر کے ہے کیچڑ میں لوٹتا
رستے کے بیچ پاؤں کسی کا رپٹ گیا　　اس سب جگہ کے گرنے سے جو بچ رہا
وہ اپنے گھر کے صحن میں آ کر پھسل پڑا

اس طرح بارش تھم جانے کے بعد موسم انتہائی خوشگوار ہوتا ہے۔ لوگ ایسے موسم اور منظر کے منتظر ہوتے ہیں۔ یہ سماں دیکھ کر ہر شخص کا دل سیر و تفریح کے لیے مچل جاتا ہے۔ لوگ موسم کا لطف اٹھانے کے لیے گھروں سے باہر نکل آتے ہیں۔ نوجوانوں کی پارٹیاں سیر و تفریح کے لیے دریاؤں، نہروں اور باغوں کا رخ کرتی ہیں۔ جہاں پکے ہوئے رس بھرے آموں کا دور نظر آتا ہے۔ زندہ دل لوگوں کے لیے یہ موقع ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہوتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ باغوں میں بیٹھ کر آم کھانے والے، پانی میں کاغذ کی کشتیاں چلانے والے، گھروں میں پکوان پکانے والے اور جھولوں سے موسم کا لطف اٹھانے والے سب برسات کے حسین مناظر میں جذب ہو گئے ہیں۔

گھٹا کا فیض ہے ارضِ وطن میں جاری و ساری　　بہارِ رنگ و بو ہے دامنِ فطرت کی گُل کاری
زمیں پر ہر طرف جوشِ نمو کی ہے فسوں کاری　　ہوا ہے اہلِ عالم پر نزولِ رحمتِ باری

ہمارے دیہات میں بارش کا منظر عجیب و غریب ہوتا ہے۔ کھیتوں کی فضا میں جا کر اور سبزے کا منظر دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے زمین کی کوکھ ہری ہو گئی ہو۔ حد نظر تک سبزہ نظر آتا ہے۔ کسان اپنے ہرے بھرے کھیتوں کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ پانی سے بھری ہوئی کھیتیوں میں دھان کی پود لگانے والی ٹولیاں جب مل کر خوشی کا نعرہ لگاتی ہیں تو فضائیں گونج اٹھتی ہیں۔ طوفانی موجوں سے بپھرے ہوئے اور طغیانی پر آئے ہوئے ندی نالوں کا شور جب دور سے سنائی دیتا ہے تو دل میں ایک عجیب قسم کی مستانہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ برسات کے فیض سے فضا میں ہر طرف زندگی رقص کرتی نظر آتی ہے۔

ہے بھیگی رُت، یہ مستانہ ہوا، برسات کا موسم　　بہاروں کا سماں، یہ رس بھرے جذبات کا موسم

قاعدہ ہے کہ جب بھی کوئی چیز اعتدال سے بڑھ جاتی ہے تو اس میں نقصان کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے۔ بارش کی کثرت بھی رحمت کی بجائے زحمت بن جاتی ہے۔ جب بارش حد سے زیادہ ہو جائے تو آبادیوں میں ہر طرف پانی ہی پانی پھیل جاتا ہے۔ غریب غربا کا برا حال ہو جاتا ہے۔ مزدوری بند ہو جاتی ہے۔ کاروبار مندہ پڑ جاتا ہے۔

میلے کچیلے کپڑے آنکھیں بھی ڈبڈبائی　　پھٹا پڑا ہے چولہا ٹوٹی پڑی کڑھائی

مکانات کی چھتیں ٹپکنے لگتی ہیں۔ بقول غالب ''بارش اگر ایک گھنٹہ برستی ہے تو چھت دو گھنٹے ٹپکتی ہے۔'' دیواریں، منڈیریں اور بالکونیاں گرنے لگتی ہیں۔ ہر طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔

برسات نے وہ ڈالی ہیں ہر سو مصیبتیں　　ظاہر ہوئی ہیں چہرے پہ لوگوں کے کلفتیں

دریاؤں اور ندی نالوں کا پانی بپھر کر کناروں سے باہر نکل آتا ہے اور سیلاب کی شکل میں آبادیوں کی طرف چل پڑتا ہے۔ یہ سیلاب بعض اوقات اس

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

قدرتیز ہوتا ہے کہ بڑے بڑے تناور درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ کھڑی فصلوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ انسانوں اور مویشیوں کو بہا کر لے جاتا ہے۔ سڑکیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ ریل کی پٹڑیاں اکھڑ جاتی ہیں اور ذرائع آمدورفت معطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ الغرض جو پانی کائنات کے لیے حیاتِ تازہ کا پیغام ہوتا ہے، وہی پانی طوفان کی شکل اختیار کر کے املاک، جانور اور انسانوں کی ہلاکت کا موجب بن جاتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ''ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک، مالوں اور جانوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور صابروں کو خوشخبری دے دو۔''

زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام ہیں!!

جگہ جگہ پانی کھڑا ہونے سے مچھروں اور زہریلے کیڑوں کی افزائش شروع ہو جاتی ہے۔ زمین سے بے شمار کیڑے مکوڑے اور پتنگے نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ کنکھجورے اور سانپ بھی بعض اوقات نکل پڑتے ہیں اور لوگوں کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتے ہیں۔ برسات میں پانی جمع ہونے سے تعفن پھیلتا ہے اور وبائی امراض پھوٹ پڑتے ہیں۔ مچھروں کے کاٹنے سے ملیریا بخار ہو جاتا ہے۔ ہیضہ بھی اکثر ہو جایا کرتا ہے۔ ان وبائی امراض سے بہت سی اموات واقع ہو جاتی ہیں۔

الٰہی رحم کر جان لب پہ آئی تری مخلوق دیتی ہے دہائی

برسات کا موسم شروع ہونے سے اگرچہ گرمی کا زور کافی حد تک ٹوٹ جاتا ہے مگر حبس بڑھ جاتا ہے۔ شہروں میں یہ حبس خصوصیت سے تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ دیہات میں اکثر لوگ باہر کھلی فضا میں رہتے ہیں۔ اس لیے وہ اس حبس کی مصیبت سے بچ جاتے ہیں۔

اگرچہ موسم برسات کے کئی نقصانات بھی ہیں مگر بارشوں سے جو فائدے پہنچتے ہیں ان کے سامنے یہ نقصانات ذرا برابر بھی اہمیت نہیں رکھتے۔ موسم بہار میں جو دلکشی اور دل آویزی ہے، وہ بے مثال ہے۔ اس موسم کی شادابی، تروتازگی، نشاط انگیزی انسان کی طبیعت میں جو ولولہ پیدا کرتی ہے وہ الفاظ کی محتاج نہیں۔ اسی لیے تو لوگ خواہش کرتے ہیں کہ

الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے

(18) تعلیم نسواں

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

نسواں عربی زبان کے لفظ ''نساء'' سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں عورت۔ اس لحاظ سے جب ہم ترکیب تعلیم نسواں استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے ''عورتوں کی تعلیم''۔

تجربات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ کوئی بھی شے اس وقت تک اکمل نہیں کہلا سکتی جب تک کہ اس کے تمام اجزاء ہر لحاظ سے موزوں اور مناسب نہ ہوں۔ مرد اور عورت انسانی تہذیب اور سوسائٹی کے دو اہم اعضاء ہیں اور یہ تہذیب اور سوسائٹی اس وقت تک مکمل کہلانے کی حقدار نہیں جب تک کہ دونوں اعضاء مکمل اور یکساں ہوں۔

مرد اور عورت اسی وقت مکمل کہلانے کے مستحق ہیں جب کہ وہ صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ نہ ہوں۔ کیونکہ تعلیم ہی انسان میں ذہنی بلوغت پیدا کرتی ہے۔ اس لیے تعلیم کے حاصل کرنے کو ہر زمانے میں تحسین کی نظروں سے دیکھا گیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''

اسلام دین فطرت ہے۔ اس نے عورتوں کو وہ مقام عطا کیا ہے جو کبھی بھی اور کسی بھی زمانے میں اسے حاصل نہیں ہوا۔ رسول دو عالم ﷺ نے جہاں مردوں کی تعلیم کا اہتمام کیا وہاں عورتوں کو بھی زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے ایک دن مخصوص رکھا۔ لہٰذا عورتوں تک بھی دین کا علم بخوبی پہنچتا رہا اور عورت

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

بھی زیورِ علم سے آراستہ و بہرہ مند ہوتی رہی کیونکہ

وجود زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

کسی دانشور کا قول ہے کہ ''عورت اور مرد زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔''

ظاہر ہے کہ اگر یہ دونوں پہیے درست ہوں تو گاڑی درست رفتار سے اپنی منزل مقصود کو پہنچے گی اور اگر ان میں سے ایک پہیہ تو درست اور دوسرا ناقص، گھٹیا اور بے کار ہو تو گاڑی اپنی منزل مقصود کو کبھی نہ پہنچ سکے گی۔

جیسے کسی پرندے کا اگر ایک پر کاٹ دیا جائے تو وہ صرف ایک پر سے نہیں اڑ سکتا۔ اسی طرح ہماری سوسائٹی کے دونوں اعضاء مرد و عورت برابر اور مکمل تعلیم یافتہ نہ ہوں تو سوسائٹی مہذب و شائستہ نہیں ہو سکتی۔

نپولین کا قول ہے ''آپ مجھے بہترین مائیں دیں میں آپ کو بہترین قوم دوں گا کیونکہ بہترین مائیں ہی بہترین بچے پیدا کر سکتی ہیں۔''

ماں ہی بچے کی پہلی استانی اور ماں کی گود ہی بچے کی پہلی درسگاہ ہے۔ بچے جو کچھ اپنی ماں کی گود میں سیکھتے ہیں وہ ہمیشہ ان کے دلوں پر نقش ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ عورت اگر تعلیم یافتہ ہو گی تو اپنے بچے کی بہت اچھے طریقے سے تعلیم و تربیت کر سکے گی۔

گویا بچے کی بہترین تعلیم و تربیت کا انحصار ماں پر ہی ہے۔ اسی کی وجہ سے یہ بچے بڑے ہو کر اپنے ملک و ملت کے لیے مایہ ناز ہستیاں بنیں گے۔ ایک جاہل عورت بھی ماں کہلاتی ہے اور ایک پڑھی لکھی عورت کو بھی بالآخر ماں ہی بننا ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ تعلیم یافتہ عورت گھریلو کاروبار، بچوں کی پرورش، کھانا پکانا، گھر کا خرچ، مہمانوں کی آؤ بھگت، ہمسایوں اور رشتہ داروں سے تعلقات غرض یہ کہ ان تمام مسائل کو بطریق احسن حل کر لیتی ہے۔

جبکہ اس کے مقابلے میں ایک ان پڑھ اور غیر تعلیم یافتہ عورت اپنے وسائل کے مقابلے میں مسائل زیادہ پیدا کر لیتی ہے۔ اس کے پاس گھریلو نظام چلانے کا کوئی پروگرام نہیں ہوتا۔ بچوں کی تربیت کا بہتر انتظام نہیں کر پاتی جس سے بچے جسمانی اور معاشرتی مصائب کا سامنا کرتے ہیں اور نتیجہ یہ کہ پسماندہ ماحول اور برا معاشرہ جنم لیتا ہے۔ گویا وہ نہ صرف گھر کی تباہی بلکہ معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

وہ قوم کسی شان کی حقدار نہیں ہے جس قوم کی عورت ابھی بیدار نہیں ہے۔

ایک حکمران اس وقت بہترین حکمرانی کر سکتا ہے جبکہ اس کے وزیر اور مشیر انتہائی تعلیم یافتہ، باصلاحیت اور باتدبیر ہوں اور اپنے حکمران کو بہترین مشورے دے سکیں۔ گھر کی مثال ایک ریاست کی سی ہے جس کو حکمران اور بیوی کو وزیر کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر تعلیم یافتہ، باتدبیر، باصلاحیت، سلیقہ مند اور سمجھدار ہو تو گھر کی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔

کبھی عورت کی تعلیم دلانا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ لوگ سمجھتے تھے کہ تعلیم حاصل کرنے سے عورت آزاد خیال اور بے راہ رو ہو جاتی ہے اور خود کمانے کے قابل ہو جانے کی بنا پر خاوند کی وفا شعار نہیں رہتی مگر یہ خیالات ان لوگوں کے ہیں جو نہ صرف تعلیم کی افادیت سے بے بہرہ ہیں بلکہ عورت کو ہمیشہ محکوم اور غلام دیکھنے کے عادی ہیں۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ علم اگر مرد کی عقل کو جلا بخشتا ہے تو عورت کی عقل اس سے روشنی حاصل کرتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ تعلیم حاصل کرنے سے عورت میں نہ صرف تہذیب پیدا ہوتی ہے بلکہ وہ ذہین، ماہر اور سلیقہ مند ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کے مقام و مرتبے کو بھی درست طریقے سے پہچانتی ہے۔

مردوں کی بھی تعلیم ضروری تو ہے مگر پڑھ جائے جو خاتون تو نسلوں کو سجا دے

اس معاشرے میں بہت سی ایسی ملازمتیں ہیں جو عورت کے لیے ہی مناسب ہیں جیسے لیڈی ڈاکٹر، نرس، لیکچرار، گرلز سکول اور پرائمری سکول ٹیچرز

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

وغیرہ لیکن ضروری نہیں کہ عورت نوکری کرنے کے لیے ہی علم حاصل کرے۔ اپنی گھریلو زندگی گزارنے کے لیے بھی اسے مختلف علوم کی ضرورت ہوتی ہے جیسے مذہبی علم، علم حساب، امور خانہ داری، اصولِ حفظانِ صحت وغیرہ۔

اس تمام بحث کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تعلیم نسواں بے حد ضروری ہے اور اس کی وجہ سے ملک کی ترقی اور قوم کی خوشحالی کا کام لیا جا سکتا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کی بہبود اور عظمت کی ضمانت بھی مل سکتی ہے۔

دلہن کے لیے زیور تعلیم سے بڑھ کر تحفہ کسی بابل کا کوئی اور نہیں ہے

(19) سائنس کے کرشمے

خاکہ:

- ☆ مفہوم
- ☆ برقی توانائی
- ☆ زرعی ترقی
- ☆ تفریح
- ☆ ایٹمی توانائی
- ☆ مشینوں کی حکومت
- ☆ سائنس کی حیرت انگیز ترقی
- ☆ ذرائع مواصلات
- ☆ مشینی نظام
- ☆ پیغام رسانی
- ☆ طرزِ فکر میں تبدیلی
- ☆ حرفِ آخر
- ☆ طبی فتوحات
- ☆ خلائی مہمات
- ☆ کمپیوٹر
- ☆ گھریلو آسائش
- ☆ مہلک ہتھیار

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ یہ شرف اسے اس لیے حاصل ہے کہ اسے علم جیسی نعمت سے نوازا گیا ہے۔ سائنس علم ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین دماغی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ وہ ان صلاحیتوں سے کام لے کر مسلسل ارتقاء و ترقی کی منازل طے کرتا رہتا ہے۔ انسان نے سائنس کی بدولت اس قدر ترقی حاصل کر لی ہے کہ اس کے کارناموں پر حیرت ہوتی ہے۔ انسان نے آج تک جو ترقی کی منازل طے کی ہیں وہ سب سائنس ہی کی مرہونِ منت ہیں اور ابھی ارتقاء و ترقی کا یہ سلسلہ برابر جاری و ساری ہے۔

Ulugh Beg کا کہنا ہے کہ

The religions disperse, kingdoms fall apart, but works of science remain for all ages.

چھو لے نہ بندگی کہیں دامن خدائی کا معراج ارتقائے بشر دیکھتا ہوں میں

آج انسانی عقل و فکر کی کرشمہ سازیوں نے اس کی معاشرت اور طرزِ زندگی میں ایسا حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے کہ اگر انیسویں صدی کا انسان اتفاق سے موجودہ دنیا میں آ جائے تو وہ دورِ حاضر کی معجز نما ایجادات کو دیکھ کر یقیناً اپنے حواس کھو بیٹھے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج سائنسی ایجادات کی بدولت ہم ایک ایسی طلسماتی دنیا میں پہنچ گئے ہیں جس کا تصور بھی ہمارے پیشرو نہیں کر سکتے تھے۔ ہر لحظہ تغیر پذیر ہے، ماضی کی ناممکن باتیں آج ممکن ہو گئی ہیں۔ جن چیزوں کا ذکر ہم قدیم قصے کہانیوں میں سنتے تھے اور ان کی صداقت پر یقین نہیں کرتے تھے، آج وہ دیومالائی داستانیں اور جنات کے کارنامے حقیقت کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں اور ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ موجودہ دنیا بالکل بدل جائے گی۔ آنے والی نسلیں آج کے ٹیلی ویژن اور ریلوے انجن کو زمانہ قدیم کی سادہ ایجادات کے نام سے یاد کریں گی۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

طبی دنیا میں سائنس کی فتوحات اور بھی حیرت انگیز ہیں۔ آج اس کے ذریعے اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور مایوس بیماروں کو شفا مل رہی ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

آج کے مریض کو جو آسائشیں حاصل ہیں ماضی میں ان کا تصور بھی نہ تھا۔ آج انسان بیماریوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ حفاظتی ٹیکوں کے ذریعے وبائی اور مہلک امراض مثلاً ملیریا، چیچک، پولیو، کالی کھانسی، ہیضہ وغیرہ کا قلع قمع ہو گیا ہے۔ H.G.Bohn کا قول ہے:

Nature, time and patience are the three great physicians.

ایکس رے اس دور کی بہترین ایجاد ہے۔ اس کے ذریعے انسانی جسم کے ہر حصے کی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔ انسانی جانوں کو موت کے پنجے سے محفوظ رکھنے کے لیے ریڈیائی لہروں کی مسیحائی بھی اب کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مہلک جراثیم کی ہلاکت کے لیے، آپریشن کے لیے، غدودوں کی تپ دق اور بعض قسم کے پھوڑوں اور گندے مادوں کو جلانے کے لیے بھی ریڈیائی لہریں استعمال کی جاتی ہیں۔ آپریشن کے ذریعے انسانی عضو کاٹے بھی جاتے ہیں اور ان کی پیوند کاری بھی ہوتی ہے۔ طبی سائنس نے تو یہاں تک ترقی کی ہے کہ اگر انسانی پھیپھڑے، گردے، جگر اور دل ناکارہ ہو جائیں تو انہیں نکال کر یہ اعضاء آپریشن کے ذریعے نئے لگا دیئے جاتے ہیں اور اب تو کلوننگ کے ذریعے پہلے سے موجود جانداروں جیسے نئے جانداروں کی تخلیق کا عمل بھی شروع ہو چکا ہے۔

ولایت، پادشاہی، علم اشیا کی جہانگیری یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

غور کیجیے، قدیم انسان کو محض آگ جلانے کے لیے کتنے ہی پتھروں کو ایک دوسرے سے رگڑنا پڑتا تھا۔ پھر کہیں ایک چنگاری کی شکل نظر آتی تھی۔ زندگی اتنی کٹھن اور دشوار تھی کہ مرمر کے جیئے جانے کا مقولہ ان پر صادق آتا تھا۔ آج سائنس کی بدولت بجلی ایسی خطرناک قوت ہماری خادم ہے۔ یہ بھی ہمارے لیے آگ مہیا کرتی، سردیوں میں کمروں کو گرم کرتی اور گرمیوں میں حدت کو خنکی عطا کرتی ہے۔ پنکھے اسی سے چلتے اور دیوہیکل مشینیں اسی سے حرکت کرتی ہیں۔ جو پلک جھپکنے میں اتنا کام کر لیتی ہیں کہ ہزاروں مزدور مہینوں میں بھی نہیں کر سکتے۔ اسی سے کپڑے دھلتے، نچڑتے، خشک ہوتے اور اسی سے ان کی شکنیں دور ہوتی ہیں۔ فلک بوس عمارتوں کی لفٹیں اسی سے چلتی ہیں۔ اسی سے چلنے والے فریج اور اوون کے ذریعے چیزوں کو نہ صرف ٹھنڈا اور گرم کیا جا سکتا ہے بلکہ انہیں خراب ہونے سے محفوظ بھی رکھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ رنگ برنگے قمقمے تاریک راتوں کو بقعۂ نور بنا دیتے ہیں کہ جن کی چمک دمک سے آسمان کے تارے بھی شرما جاتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک جن ہے جو انسان نے قابو کر لیا ہے اور جو کام اس سے چاہتا ہے لیتا ہے۔

مرے ذوقِ تسخیر فطرت کے آگے عناصر کا قلب و جگر کانپتا ہے

کاروں، بسوں، ریل گاریوں، بحری جہازوں اور ہوائی جہازوں نے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور سامان منگوانا یا بھجوانا بہت آسان بنا دیا ہے۔ ہوائی جہازوں کی بدولت دنیا کے فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ مہینوں اور سالوں کے سفر گھنٹوں اور دنوں میں طے ہونے لگے ہیں۔ آج کے مسافر کو نہ راستے کی صعوبتوں کا کوئی خوف ہے اور نہ زادِ راہ کے لٹنے کا کوئی اندیشہ۔ اب سینکڑوں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی بلٹ ٹرین ایجاد ہو گئی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اتنی تیز رفتاری کے باوجود مسافروں کو جھٹکے محسوس نہیں ہوتے۔ ایسے جہاز بھی بن گئے ہیں جو فضا میں اڑ بھی سکتے ہیں اور پانی پر تیر بھی سکتے ہیں۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہِ کامل نہ بن جائے

ہوائی جہازوں سے آگے بڑھ کر انسان راکٹوں اور مصنوعی سیاروں کی دنیا میں جا پہنچا ہے۔ ان خلائی جہازوں کی مدد سے اس نے خلا میں تحقیق کے سفر کا آغاز کیا۔ 1957ء میں پہلا راکٹ خلا میں بھیجا گیا۔ اس کے بعد امریکا اور روس میں خلائی دوڑ کا آغاز ہو گیا۔ 1961ء میں روسی خلاباز یوری گاگرین نے خلا میں پہلی مرتبہ چہل قدمی کی۔ 1969ء میں امریکی خلاباز آرم سٹرانگ نے چاند پر پہلا قدم رکھا۔ اس کے بعد سے اب تک بے شمار خلائی مہمات بھیجی گئی ہیں۔ زہرہ اور مریخ پر خلائی راکٹ بھیجے گئے۔ موجودہ صدی میں انسان کو یہ توقع ہے کہ وہ ایک ایسا خلائی سٹیشن ضرور قائم کر لے گا جہاں انسان سالوں تک قیام کر کے خلائی تسخیر کے مراحل طے کر سکے گا۔ گو کہ قلیل المیعاد خلائی اسٹیشن اب بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ سَخَّرْنَا لَكُمْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ○

ہے اس کی زد میں خلا اور ماورائے خلا یہ مشتِ خاک کہاں خاک میں سمائی ہے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ نے انسانوں پر معلوم کے ان گنت دروازے کھول دیئے ہیں۔ آج دنیا کے ایک کونے میں ہونے والے واقعے کی خبر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اگلے ہی لمحے پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ انٹرنیٹ کی ایجاد نے انسان کو کتاب کی ضرورت سے بے نیاز کر دیا ہے۔

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ ہوائیں　　یہ گنبد افلاک یہ خاموش فضائیں

آبادی میں اضافے اور بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر بجلی کی توانائی ناکافی ثابت ہو رہی ہے۔ اس لیے اب انسان ایٹمی توانائی کو بروئے کار لا رہا ہے۔ یہ ایٹمی توانائی بے پناہ پیداواری صلاحیت رکھتی ہے اور اس دور میں کوئی قوم اپنی رفتارِ ترقی کو اس کے بغیر برقرار نہیں رکھ سکتی۔ ایٹمی توانائی کے پرامن استعمال نے طب اور زراعت میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔

پنجۂ مومن میں رہوارِ عناصر کی لگام　　مردِ مومن کے تصرف میں جہان شش جہات

سائنس نے نہ صرف ہمارے ماحول کو بدلا ہے بلکہ طرزِ فکر میں بھی زبردست تبدیلی پیدا کی ہے۔ زمانہ قدیم میں انسان جن چیزوں کی پرستش کرتا تھا۔ آج سائنس کی بدولت انہیں محکوم بنانے پر تلا ہوا ہے۔ سائنس نے بہت سے پرانے عقائد کو بالکل وہم ثابت کر دیا ہے۔ جن کو جہالت کی وجہ سے انسان عرصہ قدیم سے تسلیم کیے ہوئے تھا۔ گویا سائنس کی بدولت انسان کو توہم پرستی سے نجات مل گئی ہے۔

ہم لوگ لیے پھرتے ہیں اب تک بھی دلوں میں　　فرسودہ رسومات و خیالات کی تصویر

سائنس کی ان برکات اور معجز نمائیوں کے ساتھ تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے رہے۔ سائنس نے جہاں انسانی معاشرے کی تعمیر و ترقی کے لیے نہایت اہم رول ادا کیا ہے وہاں وہ انسان کے لیے تباہی اور ہلاکت کا پیغام بھی لائی ہے۔ ریل گاڑیوں، موٹر کاروں اور طیاروں کے آئے دن کے حادثات اور مہلک ہتھیاروں کی روز افزوں ایجادات کے سبب انسان تباہی کے خطرناک موڑ پر پہنچ گیا ہے۔ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم پلک جھپکنے میں انسانوں اور اس کرۂ ارض پر بسنے والی دیگر جاندار مخلوق کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ ایک انگریز سائنس دان کا قول ہے کہ ''اس دور کے کیمیا گروں نے ایک ایسا کیمیائی مرکب معلوم کر لیا ہے جس کی قلیل مقدار پورے کرہ ارض کو بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل کر سکتی ہے۔ اگر اس دور کے سائنس دانوں کو کسی اخلاقی ضابطے کا پابند نہ کیا گیا تو انسان کے لیے آئندہ دس سال نہایت خطرناک ہوں گے۔''

سائنسی ایجادات نے آج کے انسان کو آسائش اور سہولتیں دے کر آرام طلب اور تن آسان کر دیا ہے۔ دوسری طرف وہ مصنوعی اور نمائشی زندگی کا عادی بن چکا ہے۔ وہ سائنس کی ترقی کے ساتھ اپنے آپ کو، اپنی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کو، اپنے خالق و مالک کو اور اپنے جیسے انسانوں کو یکسر فراموش کر بیٹھا ہے۔ ایک سائنس دان کا مقولہ ہے کہ ''سائنس نے انسان کو ہوا میں اڑنا اور پانی کے اندر تیرنا تو سکھا دیا لیکن اسے زمین پر رہنے کا سلیقہ اور آداب نہ سکھائے۔''

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا!
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا!

مشینوں نے انسانوں کا دوسرے انسانوں پر انحصار کم کر دیا ہے۔ جس سے انسان ایک دوسرے سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ اس کے دل سے اپنے جیسے انسانوں کے لیے محبت، خلوص، ہمدردی اور رواداری جیسے خوبصورت جذبات ختم ہو چکے ہیں۔ مشینیں انسان کے دل و دماغ پر قابض ہو چکی ہیں۔ Martin Luther نے ٹھیک کہا ہے کہ

Our scientific power has outrun our spiritual power. We have guided missile and misguided men.

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت　　احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

یہ درست ہے کہ اگر ایک طرف سائنسی انکشافات کی برکات بے اندازہ ہیں تو دوسری طرف اس کی ہلاکت آفرینیاں بھی اس قدر بے کراں ہیں کہ

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

انہیں محسوس کر کے دل کانپتا اور روح لرزتی ہے۔ تاہم یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ ان مقاصد کے لیے محض سائنس کو موردِ الزام ٹھہرانا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ درحقیقت اس خرابی کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جن کی غلط ذہنیت اور بیمار اندازِ فکر نے سائنسی مصنوعات اور ایجادات کے ناروا استعمال سے دنیا کو تباہی اور ہلاکت کے راستے پر ڈال دیا ہے۔

(20) تحریک پاکستان

خاکہ:

- ☆ مفہوم واہمیت
- ☆ تحریک آزادی
- ☆ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935
- ☆ حصول پاکستان کا مقصد
- ☆ وقت کی پکار
- ☆ انگریزی حکومت
- ☆ مسلم لیگ کا قیام
- ☆ قراردادِ پاکستان
- ☆ جشن مسرت
- ☆ بیداری
- ☆ خطبہ الٰہ آباد
- ☆ قیام پاکستان
- ☆ ہماری ذمہ داری

حضرت قائداعظم نے فرمایا ''تحریک پاکستان کی پہلی اینٹ اسی روز برصغیر میں رکھی گئی تھی جس روز اس سرزمین پر پہلا مسلمان وارد ہوا تھا۔'' مگر تاریخ کے آخری سرے تک جانے اور ارتقائی پس منظر کو اجاگر کرنے کی بجائے انیسویں صدی کے وسط آخر سے اس تحریک کا جائزہ لیتے ہیں۔

1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں میں محکومی اور بے چارگی کا احساس شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا تھا۔ ایک تو ان کی رہی سہی عزت خاک میں مل گئی تھی۔ دوسرے وہ سیاسی اور معاشی اور معاشرتی سطح پر بالکل بے یار و مددگار رہ گئے تھے۔ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ اس لیے وہ مسلمانوں کو بطور خاص ذلیل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ مغربی علوم کی ترویج کی بدولت ہندوستان کے تمام باشندوں میں سیاسی بیداری کی جو لہر پیدا ہو رہی تھی اس کو اپنے ڈھب پر رکھنے کے لیے ایک انگریز افسر لارڈ ہیوم نے 1885ء میں انڈین نیشنل کانگرس کے نام سے ہندوستانیوں کی ایک جماعت قائم کی تھی جس کا مقصد بظاہر یہ تھا کہ ہندوستانی اور انگریز مل کر معاشرتی اصلاح کریں۔ ہندو چاہتے تھے کہ مسلمان بھی کانگرس میں شامل ہو جائیں اور قریب تھا کہ مسلمان اس جال میں پھنس جاتے اگر اس وقت سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو اس میں شامل ہونے سے نہ روکا ہوتا کیونکہ انہوں نے اپنی دور اندیشی سے بھانپ لیا تھا کہ س سے مسلمانوں کو بحیثیت قوم نقصان پہنچے گا۔ انہوں نے ہندوؤں کی تنگ نظری کا بروقت اندازہ کر لیا کیونکہ 1867ء میں جب بنارس کے ہندوؤں نے یہ حریک اٹھائی کہ اردو کو ختم کر کے بھاشا زبان جاری کی جائے تو سرسید احمد خان نے برملا کہہ دیا کہ اب ہندو مسلمانوں کا بطور ایک قوم کے چلنا محال ہے اور آئندہ ن کے درمیان اختلافات اور وسیع ہوں گے۔

1883ء میں وائسرائے آف انڈیا لارڈ رپن کے سامنے تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا ''ہندو اور مسلمان دو الگ الگ سیاسی وحدتیں ہیں۔ جب ب ہندو کی سیاست کی اصل بنیادیں مذہب پر رہیں گی اس وقت تک مشترکہ انتخاب جمہوریت کی نفی کرتا رہے گا کیونکہ بڑا فرقہ چھوٹے فرقے پر مسلط ہو جائے ۔''

یہ تحریک پاکستان کا پہلا قدم تھا۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف دو قومی نظریہ کے نقوش اجاگر کیے بلکہ مسلمانوں کو کانگرس کے درپردہ عزائم سے بھی ر کیا۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

میں تحریک پاکستان کی نہ صرف بھرپور تائید کی بلکہ اس کے قیام کے لیے بے مثال قربانیاں بھی دیں۔ انہوں نے گھر بار لٹائے، جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ عزیز و اقرباء سے جدا ہوئے۔ وطن سے ہجرت کی مگر بالآخر تمام ہمت شکن اور صبر آزما مشکلات کے باوجود قائداعظم کی بے مثال فراست و قیادت اور مسلمانوں کی جرات و استقامت کی بدولت پاکستان کی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ وہ مطالبہ جسے ہندو تمسخر کے طور پر دیوانے کا خواب اور خرابی کی جڑ کہتے تھے ایک زندہ حقیقت بن گیا اور مملکت پاکستان نظریہ پاکستان کی تعبیر اور عملی تفسیر بن کر 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی سلطنت کی صورت میں ظہور پذیر ہوگئی۔

(21) ضرورت ایجاد کی ماں ہے

آج تک دنیا میں جتنی ایجادیں ہوئی ہیں وہ اتفاقیہ یا بغیر مطلب کے نہیں ہوئیں بلکہ جب کبھی انسانوں کو کسی چیز کی ضرورت پڑی۔ اس نے جستجو شروع کر دی اور آخر کار اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

ضرورت ہی ہم کو کسی نہ کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہم کام کرتے ہیں۔ جب کبھی ہمیں کسی چیز کی اشد ضرورت ہوتی ہے تو جب تک وہ میسر نہ آئے ہم آسودہ اور مطمئن نہیں ہو سکتے۔ ہم اس کے حاصل کرنے میں اپنی تمام امکانی کوششیں صرف کر دیتے ہیں کیونکہ ایک اندرونی امنگ اور خواہش ہمیں کام کرنے پر آمادہ کرتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام چیزیں جو روزمرہ ہمارے استعمال میں آتی ہیں سب ضرورت کے پورا کرنے کی کوشش سے عالم میں وجود میں آتی ہیں۔

شروع میں انسان وحشیانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ جب اسے بارش، اولوں اور سردی نے ستایا تو اس نے مکانوں میں رہنا اور موٹے کپڑے ایجاد کرنے شروع کر دیئے۔ آج یہ حالت ہے کہ اچھے سے اچھا کپڑا بھی مل سکتا ہے۔

فاقہ کشی نے تنگ کیا تو اناج پیدا کرنا شروع کر دیا۔ امراض پیدا ہونے کے بعد دوائیں ایجاد ہوئیں۔ آمدورفت کے لیے گاڑیاں بنائی گئیں۔ خچر، گھوڑے اور اونٹ سے سواری کا کام لیا گیا۔ آہستہ آہستہ ضرورت کے مطابق ریل گاڑی، موٹر، دخانی کشتی اور ہوائی جہاز ایجاد ہوئے۔ وقت کا اندازہ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو پہلے دھوپ گھڑی اور پھر پانی کی گھڑی ایجاد ہوئی۔ پھر رفتہ رفتہ گھڑیوں نے ترقی کر کے موجودہ صورت اختیار کر لی۔ آج چھوٹی سے چھوٹی گھڑی بھی مل سکتی ہے۔

خبر رسانی میں پیش آنے والی مشکلات سے بچنے کے لیے ڈاک، تار، ٹیلیفون، وغیرہ کا نظام قائم کیا گیا۔ ابتداء میں پتھروں سے آگ پیدا کی جاتی تھی اور آگ کا ذخیرہ جمع رکھا جاتا تھا۔ اس تکلیف سے بچنے کے لیے دیا سلائی ایجاد ہوئی۔ رنج و فکر کو دور کرنے کے لیے علم موسیقی لطائف و ظرائف کی بنیاد پڑی۔ جنگ کی ضرورت کے مطابق ہتھیاروں میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور آج گرز و سنان اور تیر و تفنگ کی بجائے ہوائی جہاز، زہریلی گیسیں، جنگی بیڑے اور آب دوز کشتیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔

جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ انسان اپنی ضروریات کے مطابق ان میں ترمیم یا اضافہ کرتا جاتا ہے۔ اگر انسان ضروریاتِ زندگی سے بالاتر ہوتا تو یہ دنیا بالکل بے رونق ہوتی۔

ضرورت ہی انسان کو بہادر، جفاکش اور سیر و سیاحت کا مشتاق بناتی ہے۔ چنانچہ انگلستان کو اس کی مختلف ضروریات ہی نے اطراف عالم میں جانے کے لیے آمادہ کیا اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج برطانیہ کی سلطنت اتنی وسیع ہے کہ اس میں سورج غروب نہیں ہوتا۔

ایجادات کا سلسلہ نہ ختم ہوا ہے اور نہ کبھی ختم ہوگا۔ جوں جوں انسان ترقی کرتا جاتا ہے انسانی ضروریات میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ آج موٹریں،

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

بسیں، ریلیں، ہوائی جہاز اور طرح طرح کی دوسری چیزیں زبانِ حال سے پکار رہی ہیں کہ ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔''

ایجادات سے انسان کے چاروں طرف ترقی ہی ترقی نظر آتی ہے۔ کاروبار میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ ہر طرح کی سہولت اور آرام حاصل ہے۔ ذرا ہاتھ پاؤں ہلانے سے بڑے بڑے بھاری کام سرانجام پاتے ہیں۔ ایجادات سے انسان نے اپنی بے شمار مشکلات اور مصائب پر قابو پالیا ہے۔

(22) سکول میں میرا پہلا دن

انسان کا بچپن نہایت خوبصورت ہوتا ہے۔ جب اس کو کسی بھی چیز کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ نہ صبح کی فکر نہ شام کا غم، ہر قسم کے تفکرات سے آزاد زندگی ہوتی ہے اور جوان ہونے پر انسان کے تفکرات اسے اس کے بچپن کی یاد دلاتے ہیں۔ بقول شاعر

کچھ نہیں مانگتا تجھ سے اے میری عمر رواں میرا بچپن، میرے جگنو، میری گڑیا لا دے

میرا بچپن نہایت آرام و سکون سے گزر رہا تھا۔ صبح سویرے اٹھ کر نہا دھو کر ناشتہ کرتا اور ابو کے جانے کے بعد امی اپنا کام کرتیں اور میں چھوٹے بہن بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف ہو جاتا۔ دن بھر کھلونوں سے کھیلتے اور اس کے بعد کرکٹ کھیلتے، ہاکی کھیلتے، بھاگ دوڑ کرنے کے بعد تھک کر کھانا کھا کر سو جاتا۔ اپنی چھوٹی چھوٹی شرارتوں میں دن گزر رہے تھے کہ اچانک وہ دن بھی آ گیا جو میری آزادی کے دنوں کی بربادی کا سامان لے کر آیا۔ پتہ چلا کچھ دنوں ہی میں ہم سکول جیسی جگہ پر جانے والے ہیں۔ امی نے مجھے اس کے لیے تیار کرنا شروع کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہر آدمی بڑا بننے کے لیے سکول ضرور جاتا ہے اور اگر مجھے بڑا آدمی بننا ہے تو مجھے بھی ضرور سکول جانا ہوگا۔ اس سے پہلے پڑھائی کا تصور تک میرے دماغ میں نہ تھا۔ صرف یہ سوچتے تھے کہ ابھی ہم بچے ہیں اور جب بڑے ہوں گے تو کام کریں گے مگر ناپختہ ذہن نے یہ دن دکھلایا کہ سکول جیسی نئی جگہ پر جانے سے پہلے دماغ میں طرح طرح کے خیالات آنا شروع ہوئے تو میں نے ساتھ والے بھائی جان جو پڑوس میں رہتے تھے۔ اس سے پوچھا کہ سکول کس طرح کا ہوتا ہے اور وہاں کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے ڈرایا کہ استاد سخت گیر ہوتے ہیں اور جو نافرمان بچے ہوں ان کی تربیت وہ ڈنڈے سے کرتے ہیں۔ خیر سکول جانے سے ایک دن پہلے میرا یونیفارم، بستہ اور کتابیں ابو جان لے آئے اور اب امی ان کو ترتیب دے رہی تھیں۔ آخر وہ دن بھی آ پہنچا جس دن ہم نے سکول جانا تھا۔ ابو جان نے ہمیں آواز دی اور امی نے ہمیں یونیفارم پہنا کر بستہ ہمارے کندھے پر ڈال دیا اور یوں ابو جان نے ہمیں اپنی موٹر کار میں بٹھایا اور ہمیں سکول کی طرف لے چلے۔ آخر سکول کے بڑے دروازے پر ہم اترے اور اندر کی طرف داخل ہونے لگے تو وہاں ایک بڑی بڑی مونچھوں والے آدمی نے ہمیں ہیڈ ماسٹر کے کمرے کا راستہ دکھایا۔ راستے میں بہت سے بچوں کے کمروں سے گزر کر ہم ہیڈ ماسٹر کے کمرے تک پہنچے۔ ہر کمرے میں ایک استاد مقرر تھا جو ان بچوں کو پڑھا رہا تھا۔ اس اجنبی ماحول کو دیکھ کر ہیڈ ماسٹر کے کمرے میں داخل ہوتے ہی میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ابھی ہم بیٹھے تھے کہ ایک بزرگ کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہوں نے سلام کیا اور ہم کھڑے ہو گئے۔ ان کے بیٹھنے کے بعد ہم بیٹھ گئے۔

میرے والد صاحب نے میرا تعارف کروایا تو انہوں نے مجھے اپنے پاس بلوایا۔ میں آہستہ آہستہ جھجکتا ہوا ان کے پاس گیا تو انہوں نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرا نام، والد صاحب کا نام پوچھا۔ جس پر وہ مسکرائے اور باہر سے چپڑاسی کو آواز دے کر مجھے میری جماعت میں بھیج دیا۔ وہ آدمی میرا ہاتھ سختی سے پکڑے میرے کلاس روم کی طرف لے کر آیا تو وہاں ایک استاد صاحب پہلے سے موجود تھے۔ جنہوں نے مجھے ایک لڑکے کے ساتھ بٹھا دیا۔ پہلے تو میں گھبرایا مگر پھر استاد کی شفقت اور محبت میں تمام کام آسان لگنے لگے۔ انہوں نے اردو اور انگریزی کے قاعدوں سے کچھ سبق پڑھایا اور اتنی دیر میں گھنٹی کی آواز آئی اور تفریح ہو گئی۔

میرے والد صاحب جا چکے تھے اور آدھی چھٹی کے وقت میرے پاس کچھ روپے تھے۔ جن سے میں نے ٹک شاپ سے کچھ چیزیں لیں اور ایک طرف گراؤنڈ میں بیٹھ گیا کہ میرے ہم جماعت آ گئے اور ان سے مجھے کافی حوصلہ ہوا۔ ایک دوست نے مجھے ٹھنڈا مشروب پلایا اور کچھ ہی دیر میں ہم کھیلنے لگے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کھیلتے کھیلتے وقت کا اندازہ ہی نہ ہوا اور گھنٹی بج گئی اور تفریح کا ایک گھنٹہ ختم ہو گیا۔ ہم نے اپنے کپڑے جھاڑے اور کلاس روم کا رخ کیا۔ بچے بہت شور مچا رہے تھے کہ اچانک استاد صاحب آ گئے اور انہوں نے لڑتے ہوئے بچوں کو مرغا بنا دیا۔ جس پر مجھے پتہ چلا کہ لڑنا بری بات ہے اور اس پر سزا ملتی ہے۔ کچھ دیر میں ہم کتابیں کھولے پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے اور مجھے اپنی کتابیں پڑھنا، تختہ سیاہ پر مختلف انداز میں استاد صاحب کا لکھنا اور بچوں کا متوجہ ہو کر پڑھنا، نہایت عجیب سا احساس پیدا کر رہا تھا جو خوشگوار احساس بھی تھا اور دلکش بھی۔ آخر چھٹی کی گھنٹی بجی اور تمام بچے قطار در قطار باہر کی طرف دوڑے مگر باہر جا کر نہایت ہجوم میں میرا دم گھٹنے لگا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں کیا کروں۔ آخر میرا دوست جس نے مجھے مشروب پلایا تھا مجھے گیٹ تک لے کر گیا اور سامنے میں نے اپنے والد صاحب کو کھڑے ہوئے دیکھا تو میں ان کی طرف بھاگتا ہوا گیا اور ان سے لپٹ گیا۔ انہوں نے میرا ماتھا چوما اور ہم لوگ واپس گھر کی طرف چل پڑے۔ گھر پہنچ کر میں نے اپنی امی کو سلام کیا اور کپڑے بدلے اور بھوک کی وجہ سے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ امی نے جلدی کھانا لگا دیا اور سب گھر والوں نے مل کر کھانا کھایا۔ میرا یہ دن میری زندگی کا یادگار دن تھا۔ جس میں میرے ذہن کے تمام خیالات غلط ثابت ہوئے اور ان خیالات کو میں آج تک بھول نہیں سکا۔

(23) تمباکو نوشی کے نقصانات

تمباکو نوشی بلاشبہ ایک مضر صحت عادت ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ ایک ہلکے درجے کا نشہ ہے تو غلط نہ ہو گا۔ تمباکو نوشی سے انسان کو ایک سرور سا محسوس ہوتا ہے۔ اس سرور کو حاصل کرنے کے لیے وہ بار بار کوشش کرتا ہے۔ خاص طور پر جب اس کا اثر زائل ہو جائے۔ چونکہ یہ ایک ہلکے قسم کا نشہ ہے۔ اس کا اثر بھی دیر پا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کے کش جلدی لگانے پڑتے ہیں۔ اس کے مضر اثرات کی مقدار فی کش ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے زہر کی شدت کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن کم مقدار میں بھی اگر بار بار لیا جائے تو اس کی مقدار کم نہیں رہتی اور اس کے زہریلے اثرات بھی کم نہیں رہتے۔ زہر کی تعریف بھی یہی ہے کہ وہ غنودگی پیدا کر دیتا ہے اور اس سے سرور ملتا ہے۔ اس کا اثر ختم ہونے پر بھی اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پھر اسے کھانا یا پینا پڑتا ہے۔ اس سے اس زہر کی شدت کے مطابق نقصان پہنچتا ہے۔ کسی بھی اور زہر اور تمباکو نوشی کے میں صرف شدت ہی کا فرق ہے۔ تیز زہر جلدی اثر کرتا ہے جبکہ ہلکی قسم کا زہر جلدی اثر نہیں دکھاتا لیکن نقصان دہ ضرور ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے زہر کھا لینے یا سگریٹ نوشی میں نقصان کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ زہر کھا لینے سے انسان چند منٹوں میں مر جاتا ہے اور سگریٹ پینے والے کے جسم پر برسوں میں اثر دکھائی دیتا ہے۔ بہر حال زہر زہر ہے اور ہر حال میں مضر صحت ہے۔ اس کا اثر تیز ہو یا اس قدر کم کہ محسوس نہ ہو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ تمباکو ایک چھوٹا سا چوڑے چوڑے پتوں والا پودا ہوتا ہے۔ اس کا قد اور شکل پتوں والی گوبھی جیسی ہوتی ہے۔ اسے کاٹ کر سکھایا جاتا ہے۔ دنیا کے اکثر خطوں میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ غالباً پندرہویں صدی عیسوی سے اس کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے انگلستان میں سر والٹر ریلے نے اس کو استعمال کیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ جب سر والٹر کے منہ سے اس کے ایک ملازم نے دھواں نکلتا دیکھا تو اس پر پانی کی ایک بالٹی انڈیل دی۔ وہ سمجھتا تھا کہ اسے آگ لگ گئی ہے۔ بہت سے لوگ یوں کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حکماء نے اسے بطور دوا استعمال کیا تھا۔ معدہ کی ہوا خارج کرنے کے لیے اسے استعمال میں لایا گیا تھا۔ بعد میں یہ امراء اور روسا کے محلوں کی زینت بن گیا اور اس طرح یہ عوام الناس میں بھی استعمال ہونے لگا۔

فی زمانہ تمباکو نوشی ایک فیشن بن گیا ہے۔ ہر نوجوان اور خوش پوش آدمی اگر اچھی قسم کے سگریٹ کی ڈبی جیب میں نہ رکھتا ہو تو اسے قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ جس قدر اونچا سگریٹ وہ استعمال کرتا ہو گا اسی قسم کی ہائی جینٹری کا آدمی متصور ہو گا۔ ان لوگوں نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ اس کے نقصانات کس قدر ہیں رمزے کی بات یہ ہے کہ کسی تمباکو نوش سے آپ سوال کریں کہ آپ تمباکو پیتے ہیں ذرا ہمیں بھی اس کے فوائد سے آگاہ فرمائیں تو اس کے پاس سوائے اس لے اور کوئی جواب نہیں ہو گا بس جی ایک بری عادت پڑ گئی ہے۔ اس کا فائدہ تو کوئی بھی نہیں بس ایک نشہ ہے جس کا انسان عادی ہو جاتا ہے۔ نشے کے عادی سان کی عقل و دانش پر سوائے رونے کے اور تو کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ وہ خود مانتے بھی ہیں کہ سامنے گڑھا ہے اور چلے بھی جا رہے ہیں۔ معلوم بھی ہے کہ ڑھے میں گریں گے مگر نشہ ترک نہیں کرتے۔ یہ کیا منطق ہے۔ یہ بھی تسلیم ہے کہ تمباکو نوشی نقصان دہ ہے اس کا فائدہ کوئی نہیں مگر پیئے بھی جا رہے ہیں۔ اس کا

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

مطلب ہے کہ یہ لوگ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔

تمباکو نوشی مسلمہ طور پر مضرِ صحت عادت ہے۔ اس سے کھانسی، سر درد، لرزہ، مرگی، اعصاب کی کمزوری، ضعف حافظہ، سکتہ، بے خوابی، فالج، دیوانگی، ٹی بی، ضعف بصر، ضعفِ دل، بلڈ پریشر جیسی نامراد بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ سگریٹ ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے اور کھانس بھی رہے ہیں۔ دم گھٹا جا رہا ہے لیکن وہ سگریٹ والا ہاتھ سگریٹ کو پھینکنے کی بجائے پھر منہ کی طرف ہی لاتا ہے اور اس سے کھانسی اور زیادہ ہوتی ہے۔ مگر دماغ یہ کام نہیں کرتا کہ اس کم بخت سگریٹ کو ہی پھینک دیں۔ اس لیے کہ تمباکو نوشی کی بری عادت پڑ گئی ہوتی ہے۔ زہر کھانے سے سکون محسوس ہوتا ہے۔ زندگی جاتی ہے تو جائے گھر کا چراغ بجھتا ہے تو بجھ جائے مگر سگریٹ سے پیمانِ وفاداری میں فرق نہ آئے۔ سگریٹ سے وفاداری اور اپنے آپ سے اور خاندان سے دشمنی۔ یہ اندازِ فکر خوب ہے۔

جدید تحقیق نے تو یہاں تک ثابت کر دیا ہے کہ سرطان کی بیماری کا موجب بھی تمباکو نوشی ہے۔ روزانہ ٹی وی پر آتا ہے اور سگریٹ کی ڈبیا پر بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ مضرِ صحت ہے مگر کوئی اثر نہیں۔ کوئی تمباکو کو بطور نسوار استعمال کرتا ہے۔ ناک میں استعمال کرنے سے دماغ کی جھلیاں کمزور ہو کر نزلے میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور نسوار منہ میں رکھ کر دانت ضائع کر لیتے ہیں۔ اس پر ہی کیا موقوف سگریٹ کو چرس پینے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یاد رکھیے نشہ کرنے والوں کی ابتدا سگریٹ سے ہی ہوتی ہے۔ نشہ کھانے والے لوگ یقیناً سگریٹ کے عادی ہوتے ہیں اور جو لوگ تمباکو نوشی نہیں کرتے وہ کسی قسم کا نشہ استعمال نہیں کرتے۔ تمباکو نوشی کی بری عادت انسان کو بری سے بری منشی اشیاء کھانے کا عادی بنا دیتی ہے۔

جن کی خوشبو سے مہک اٹھے زمانے کی فضا — زندگی کو ایسے ہی پھولوں سے سجنا چاہیے
کرتا ہے برباد نسلوں کو نشہ کوئی بھی ہو — ہے ضروری سب کو اس لعنت سے بچنا چاہیے

(24) اپنی مدد آپ

خاکہ:

- ☆ مفہوم
- ☆ ذاتی اور انفرادی کوشش
- ☆ اجتماعی مدد
- ☆ حضور ﷺ کی عملی مثال
- ☆ قابل فخر لوگ
- ☆ توکل کا مطلب
- ☆ ذمہ داری کا احساس
- ☆ تن آسانی کا نتیجہ
- ☆ سوال کرنا امر فاحشہ
- ☆ امریکی بحری بیڑے کا انتظار
- ☆ اسلامی تاریخ
- ☆ امت مسلمہ کی موجودہ حالت
- ☆ قوموں کی ترقی
- ☆ ذاتی ترقی

تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ — خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تیری جبیں

اپنی مدد آپ سے مراد یہ ہے کہ اپنا کام خود کیا جائے، کسی کا سہارا اور کسی کی مدد تلاش نہ کی جائے۔ یہ ایک نہایت آزمودہ مقولہ ہے۔ اس چھوٹے سے فقرے میں انسانوں، نسلوں اور قوموں کا تجربہ جمع ہے۔ جب لوگ اس کی اہمیت اور افادیت سے آشنا ہو جائیں گے تو پھر خضر کو ڈھونڈنا بھول جائیں گے۔ ایک شخص میں اپنی مدد آپ کرنے کا جوش سچی اور یقینی ترقی کی بنیاد ہے اور جب یہ جوش اور ولولہ کسی قوم کے تمام افراد میں پایا جائے تو اس قوم کو ترقی کرنے سے بھلا کون روک سکتا ہے۔ جان سٹورٹ مل کا قول ہے۔ ''ظالم اور خود مختار حکومت بھی زیادہ خراب نتیجے پیدا نہیں کر سکتی اگر اس کی رعایا میں شخصی اصلاح اور شخصی ترقی موجود ہو۔''

قرآن پاک ایک مکمل آئینِ زندگی ہے۔ اس میں انسان کے لیے دائمی رہنمائی کے ابدی اصول ہیں۔ قرآن پاک میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ ''انسان کے لیے کچھ نہیں ہے سوائے اس کے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔'' کسی کا عمل اور کسی کی مدد دوسرے کے کام نہ آئے گی۔ جو کچھ انسان اپنے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

لیے حاصل کرسکتا ہے وہ اپنے ہی عمل، اپنی ہی جدوجہد اور اپنی ہی تگ ودو سے ہے۔ غیرت مند لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ہمسائے کی مدد سے جنت میں جانا دوزخ میں جانے سے بدتر ہے۔

بچتے نہیں بخشے ہوئے فردوسِ نظر میں جنت تیری پنہاں ہے تیرے خونِ جگر میں

اپنی مدد آپ دو طرح سے ہوتی ہے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ کوئی آدمی ذاتی اور انفرادی طور پر اپنا مسئلہ کوشش کر کے خود حل کرے۔ مثلاً کوئی شخص دریا کے کنارے چلتے چلتے بے خیالی میں دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ اب اگر وہ اس بات کا انتظار کرتا رہے کہ کوئی راہ گیر آ کر اسے نکالے تب ہی نکلے گا تو ممکن ہے کہ وہ دلدل سے نکل ہی نہ سکے کیونکہ ضروری نہیں کہ فوری طور پر کوئی آدمی ادھر آ ہی جائے۔ فرض کیا کہ کوئی شخص ادھر سے گزر بھی رہا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ خود کو خطرے میں ڈال کر اسے دلدل میں سے نکالنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ اس کے برخلاف اگر دلدل میں پھنسا ہوا مسافر اپنی مدد آپ کرنے کا تہیہ کر لیتا ہے اور عقل سے کام لے کر دلدل پر کمر کے بل لیٹ کر ٹانگیں نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ ضرور خطرے سے باہر نکل آئے گا۔

اس طرح جو لڑکے محنت کر کے امتحان میں بیٹھتے ہیں اور اچھے پرچے کر کے آتے ہیں وہ اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ ان کا پاس ہونا یقینی ہوتا ہے لیکن وہ بچے جو خود تو محنت کرتے نہیں اور امتحان کے قریب اپنے والدین کو پریشان کرتے ہیں کہ وہ سفارش کرتے پھریں یا نگران عملہ کو رشوت دے کر نقل لگوانے کا انتظام کریں۔ ایسے بچے کبھی کامیاب نہیں ہوتے اور زندگی میں ناکام رہتے ہیں۔

مانگے کی روشنی سے نہ پاؤ گے راستہ اس تیرگی میں لے کے خود اپنے کنول چلو

اپنی مدد آپ کرنے کی دوسری صورت اجتماعی مدد کی ہوتی ہے۔ یہ طریقہ گروہوں، قبیلوں یا قوموں پر لاگو ہوتا ہے۔ دنیا کی سمجھ دار قومیں ہمیشہ اپنے معاملات مل جل کر خود ہی طے کر لیتی ہیں۔ اگر کسی وقت قوم مالی پریشانی سے دوچار ہوتی ہے یا اقتصادی طور پر کسی مشکل سے دوچار ہو جاتی ہے تو وہ اپنی مدد آپ کے اصول پر عمل کر کے بچ سکتی ہے۔ اگر مال و دولت کی کمی ہے تو اس قوم کے کھاتے پیتے لوگ سامنے آ جاتے ہیں اور آپس میں چندہ کر کے یا فنڈ جمع کر کے کمی کو دور کر دیتے ہیں۔ غلے یا دیگر کھانے پینے کی چیزوں کی قلت کی صورت میں خوددار قوم کے افراد ایک وقت کھانا کھا کر گزارہ کر لیتے ہیں مگر کسی دوسری قوم کے آگے بھیک نہیں مانگتے۔ اس کے برخلاف جو قومیں اپنی مدد آپ کے جذبے سے خالی ہوتی ہیں وہ خود غرضی، لالچ اور غداری جیسی خوفناک برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور آخر کار تباہ ہو جاتی ہیں۔

ہو جس کا رخ ہوائے غلامی پہ گامزن اس کشتیٔ حیات کے لنگر کو توڑ دو

اللہ تعالیٰ ہر حال میں انسان کی مدد کرتے ہیں۔ ان کی نوازشیں ہم پر بے شمار ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اس امر کو دیکھتی ہے کہ کس دل میں ابھرنے اور سنورنے کی تمنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت بدلنا نہ چاہے۔" جو کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کا ساتھ دیتی ہے اور جو اپنی حالت بدلنے کی آرزو نہیں کرتا، وہ رحیم و کریم ذات بھی اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتی ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ہم مسلمانوں کے لیے ہدایت کا مینار ہمارے پیارے رسول مقبول ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی مدد آپ کا اصول ہمیں نہ صرف سکھایا ہے بلکہ عملی طور پر کر کے بھی دکھایا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنی چادر میں پیوند خود لگا لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے تھے۔ پیاس لگتی تو کنویں سے پانی بھی خود نکال کر پیتے تھے۔ آپ ﷺ کی نگرانی میں مسلمان قوم نے جو کام کیے اور جو جنگیں لڑیں ان میں بھی جگہ جگہ وہ اپنی مدد آپ کرتے نظر آتے تھے۔ ہماری تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر میدان جنگ کے چاروں طرف جو خندق کھودی گئی تھی اس میں پیغمبر ﷺ سمیت ساری قوم کے لوگ شریک تھے اور اپنی مدد آپ کر رہے تھے۔ مسلمانوں نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دنیا بھر میں اپنی مدد آپ کے اصول پر عمل کیا ہے۔

خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے کہ ہیں عارضی زور کمزور سارے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

وہ لوگ جو تن آسان ہیں جن کی نگاہیں دوسروں کے سہارے ڈھونڈتی ہیں۔ وہ خود اپنے لیے ایک بوجھ بن جاتے ہیں۔ اندھیرے ان کی روح کی تابانیوں کو نگل جاتے ہیں اور وہ ظلمتوں میں بھٹکتے رہ جاتے ہیں اور جو خود ابھرنے، سنبھلنے اور نکھرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں آگے اور آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے لیے زندگی کا ہر سانس عبادت بن جاتا ہے۔ ان کا ہر عمل شرفِ قبولیت حاصل کرتا ہے اور تاریخ ایسے لوگوں پر فخر کرتی ہے۔ ایک انگریزی کہاوت ہے:

"Every man is the artchitect of his own fortune."

یہ ماہِ تاباں سے جا کے کہہ دو کہ اپنی کرنیں سنبھال رکھے
میں اپنے صحرا کے ذرے ذرے کو خود دمکنا سکھا رہا ہوں

صدق دل سے کی جانے والی کوشش اللہ کی رحمت کو آواز دیا کرتی ہے۔ گویا سچے دل اور درست نیت کے ساتھ کوشش کی جائے تو اللہ کی رحمت اس کوشش کو قبولیت سے نوازتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایسی کوشش انسانی تدبیر کو تقدیر بنا دیتی ہے۔ تقدیر پر آس لگا کر اور تن آسان ہو کر بیٹھ جانے کا نتیجہ حسرت و نامرادی ہے۔ ڈاکٹر سمیلے بلنٹین امراضِ دماغ کا مشہور معالج گزرا ہے۔ اس کا مقولہ تھا ''کام کرلو، کھڑے ہو جاؤ''۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ آپ اپنی پوری توجہ اور دیانت داری سے اپنا کام مکمل کریں اور پھر اس کا نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ اس کام کا جو نتیجہ بھی نکلے گا وہ اچھا ہوگا۔

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
نتیجہ اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

جن لوگوں کو دوسروں پر تکیہ کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے وہ اس قدر ناکارہ اور کاہل ہو جاتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے کام بھی انہیں پہاڑ دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اس پوستی کی طرح مست ہو جاتے ہیں جس کی چھاتی پر بیر پڑا ہو اور وہ دوسروں کو آواز دے کہ کوئی آئے اور اس کی چھاتی سے بیر اٹھا کے اس کے منہ میں ڈال دے۔ ایسے لوگ تندرست ہوتے ہوئے بھی چلنے کے لیے بیساکھیوں کے طلب گار ہوتے ہیں اور دوسروں کی طرف التماس بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''آدمیوں سے سوال کرنا ایک امر فاحشہ ہے''۔

جو قومیں دوسری بڑی قوموں کی ''ایڈ'' پر تکیہ لگا لیتی ہیں وہ قوتِ عمل سے محروم ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے لیے خود دسترخوان سجانے کی بجائے دوسری قوموں کے اگلے ہوئے نوالے نگلنے لگتی ہیں۔ وہ یہ بھول جاتی ہیں کہ

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں

جب سے پاکستان بنا ہے ہم دوسروں پر انحصار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ 1971ء کی جنگ میں ہم نے امریکہ پر انحصار کیا۔ ہم آخری وقت تک امریکن بحری بیڑے کا انتظار کرتے رہے۔ جنگ ختم ہوگئی۔ بحری بیڑے کو نہ پہنچنا تھا سو وہ نہیں پہنچا۔ ہم امریکہ کا سہارا ڈھونڈتے رہے اور آدھا پاکستان گنوا بیٹھے۔ ہمارا ایک بازو کاٹ دیا۔ ہمیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا لیکن ہمیں پھر بھی عقل نہیں آئی۔ ہم اب بھی اپنے بازوؤں پر بھروسا کرنے کی بجائے انہیں پہ تکیہ کیے بیٹھے ہیں جو ہمیں پہلے بھی دھوکا دے چکے ہیں۔

سہارا جو کسی کا ڈھونڈتے ہیں بحرِ ہستی میں
سفینہ ایسے لوگوں کا ہمیشہ ڈوب جاتا ہے

ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کے پاس مادی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے لیکن وہ تمام دنیا پر چھائے ہوئے تھے۔ وہ آسمان کی رفعتوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ خوفناک جنگلوں میں سے بے دھڑک گزر جاتے تھے۔ صحرا ان کا راستہ روک نہیں سکتے تھے اور بلند و بالا پہاڑ ان کے قدموں تلے ریت کے ذرے نظر آتے تھے۔ انہوں نے قیصر و کسریٰ جیسی سپر پاورز کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ وہ ہر میدان سے فاتح بن کر نکلے اور انہوں نے پوری دنیا میں اپنی شجاعت اور بہادری کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ صرف اس لیے کہ انہیں اپنے اللہ اور اس کی دی ہوئی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ تھا۔

قباؤں میں پیوند پتھر شکم پر
قدم کے تلے تاج کسریٰ و قیصر
غذا نان جو وہ بھی کم تر میسر
مگر ہاتھ میں زورِ تسخیرِ خیبر

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

آج دنیا میں اس وقت 56 کے قریب اسلامی ممالک موجود ہیں جن کی آبادی سوا ارب کے قریب ہے۔ یہ ممالک مادی وسائل اور رقبے کے لحاظ سے دنیا کے ایک چوتھائی حصے سے زیادہ کے مالک ہیں لیکن یہ پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں کیونکہ یہ اپنے اوپر بھروسہ کرنے کی بجائے دوسروں پر انحصار کرنے کی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا ہے قیامت کے دن اس کے چہرے پر گوشت نہ ہو گا۔" اب بھی اگر مسلمان اپنی مدد آپ کے سنہری اصول پر عمل کرنا شروع کر دیں تو دنیا میں دوبارہ سرخرو ہو سکتے ہیں۔ اقبال تو بہت پہلے کہہ گئے ہیں۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں اگر مختلف قوموں کی ترقی کے گراف کو دیکھا جائے تو وہی قومیں آپ کو سرِ فہرست نظر آئیں گی جو "اپنی مدد آپ" کے اصول پر ایمان رکھتی ہیں اور اپنی قومی ترقی کے میدان میں کسی دوسری قوم کی مدد پر آس نہیں لگاتیں۔ لیکن اس کے برعکس جو قومیں دوسروں کی مدد کے سہانے خواب دیکھتی رہتی ہیں وہ ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جاتی ہیں اور بین الاقوامی سطح پر بھی ایسی قوموں کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ ایشیائی اقوام میں جاپان کے لوگ ایسے باہمت ہیں کہ انہوں نے دوسری جنگِ عظیم میں ایٹمی حملے کی تباہ کاریوں کا سامنا کرنے کے باوجود آج ہر میدان میں اتنی ترقی کر لی ہے کہ امریکہ اور روس جیسی ترقی یافتہ قومیں بھی ان کی معاشی ترقی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں حالانکہ ان کے پاس لوہا ہے نہ لکڑی، کوئلہ ہے نہ تیل اور ان کے اپنے قدرتی ذرائع ناپید ہیں۔ انہیں ہر قسم کا خام مال دوسرے ملکوں سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔ یہ صرف اس لیے ممکن ہوا کہ انہوں نے اپنی مدد آپ کے اصول کو اپنایا اور دن رات محنت سے دنیا کو دکھا دیا کہ زندہ قومیں کس طرح اپنی مدد آپ کر سکتی ہیں۔

پاؤں الجھے ہیں تو کانٹوں سے شکایت کیسی
عزم و ہمت ہو تو منجدھار بھی ساحل ٹھہرے

ذاتی ترقی کے لیے، اپنی مدد آپ از حد ضروری ہے۔ کوئی قانون اور کوئی سختی بھی انسان کے دل کو پاکیزگی اور عمل کو نیکی عطا نہیں کر سکتی۔ جب تک انسان اپنے اندر خود تبدیلی نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ فکر و عمل کی بہترین خوبیاں عطا کی ہیں۔ انسان کو شعور کی دولت اس لیے نہیں بخشی گئی کہ وہ دوسروں کے سہارے کا طلب گار رہے۔ ہاتھ اس لیے نہیں دیئے گئے کہ وہ کاسۂ گدائی پر فخر کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے"۔

بلندی پر کبھی پہنچائے گا میرا ہنر مجھ کو
مجھے قدموں کے نیچے سیڑھیاں اچھی نہیں لگتیں

(25) گداگری

خاکہ:

- ☆ گداگری کا مفہوم ☆ گداگری ایک لعنت ☆ گداگری کے مختلف طریقے
- ☆ گداگری کی ابتدا ☆ انسان گداگر کیوں بنتا ہے؟ ☆ پیشہ ور بھکاری
- ☆ ہمارا مذہبی رویہ ☆ گداگری کے اڈے ☆ ایک ذاتی تجربہ
- ☆ گداگری کے نقصانات ☆ اسلام میں گداگری کی مذمت ☆ معاشرے پر اثرات
- ☆ گداگری میں اضافے کے محرکات ☆ علاقوں کی تقسیم ☆ گداگری کی جگہیں
- ☆ خدا سے دوری ☆ گداگری کی آڑ میں ہونے والے کام ☆ گداگری کا سدِ باب

کسی سے کچھ مانگنا اور اس کے عوض اس کی جائز خدمت نہ کرنا گداگری کہلاتا ہے۔ گداگر سے مراد ایک ایسا شخص ہے جو دوسروں کے سامنے ہاتھ

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

پھیلاتا ہے یا اپنی اقتصادی مجبوری، ذہنی و جسمانی معذوری کا اظہار کر کے خود کو قابلِ رحم حالت میں پیش کرتا ہے تا کہ لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کر سکے۔

مانگنے والا گدا ہے، صدقہ مانگے یا خراج کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا

گداگری ایک قبیح سماجی برائی ہے۔ غالباً یہ سب سے زیادہ قدیم بھی ہے اور انتہائی شدید نوعیت کی بھی۔ گداگری کو سماجی انتشار کی علامت کہا گیا ہے۔

گداگری کا مرض ایک قومی ناسور ہے جو پورے ملک کو گھن کی طرح نگل رہا ہے۔ ہم روزانہ شہر بھر کی گلیوں، چوراہوں، بازاروں، سڑکوں، غرض ہر جگہ مختلف عمروں کے افراد کو گندے حلیوں میں ملبوس نت نئے طریقوں سے بھیک مانگتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''جو شخص ایک وقت کی خوراک موجود ہونے کے باوجود بھی دستِ سوال دراز کرتا ہے وہ اپنے لیے کثرت سے آتشِ دوزخ طلب کرتا ہے۔'' گداگری ہمارا بہت بڑا سماجی و معاشرتی مسئلہ ہے مگر اس بڑے ''ناسور'' کے لیے ملک میں کوئی باقاعدہ قانون موجود نہیں۔ ایک برائے نام Vergrenoy Ordinancy, 1957 ہے جس پر آج تک کسی حکومت نے کوئی عملی کام نہیں کیا۔

گداگر لوگوں کے جذبہ ترحم کو ابھارنے اور ان سے بھیک حاصل کرنے کے لیے مختلف حیلے اور حربے استعمال کرتے ہیں۔ کوئی فریاد کر کے مانگتا پھرتا ہے۔ کوئی گا نا گا کر اس کے بعد کچھ مانگ لیتا ہے۔ کوئی اپنی بے کسی کا واسطہ دے کر کچھ طلب کرتا پھرتا ہے۔ کوئی اپنے آپ کو پردیسی ظاہر کر کے گھر پہنچنے کے لیے کرایے کے بہانے پیسے جمع کرتا پھرتا ہے۔ کوئی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر کے لیے روپیہ بٹورتا ہے۔ کوئی دعائیہ جملے بولنے میں ماہر ہوتا ہے تو کوئی اپنے مفلوج جسم اور رِستے زخموں کی نمائش میں نہایت مشاق۔ غرضیکہ ہر گداگر نے اپنی سمجھ اور اہلیت کے مطابق ایک طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں سید ضمیر جعفری کی کتاب ''ضمیریات'' سے ایک آزاد نظم پیشِ خدمت ہے:

سرِ رہ گزر
اک بھک منگا یہ کرے صدا
ہاں نامِ خدا
کر دس دس کے چھ نوٹ عطا
میرے پاس میاں!
نے آٹا ہے۔ نے ہلدی ہے
اور گھر جانے کی جلدی ہے۔

ابتداء میں اپاہج، بے سہارا اور لاوارث مستحق افراد نے اپنی ضروریات سے مجبور ہو کر دستِ سوال دراز کیا۔ وہ مجبور اور بے بس تھے۔ اس لیے لوگوں نے ان کی ہر طرح سے اعانت کی۔ لیکن جب کم حوصلہ، آرام پسند اور سہل کیش لوگوں نے ان پر معاشرے کی عنایات کو دیکھا تو وہ بھی سوال کرنے لگے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ سوال کرنا اور بھیک مانگنا ایک پیشہ بن گیا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''اگر تمہیں معلوم ہو کہ سوال کرنے کے کیا نتائج ہیں تو کوئی شخص سوال کرنے کے لیے دوسرے شخص کی طرف رخ نہ کرے۔''

ان مانگنے والوں میں کچھ پیشہ ور ہوتے ہیں اور کچھ مجبور۔ حالات کی ستم ظریفی بڑے بڑے خوددار وں کو بھی دستِ سوال دراز کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ جو لوگ جسمانی یا ذہنی طور پر روزی کمانے کے قابل نہ ہوں یا جنہیں معمولی سی قابلیت رکھنے کے باعث ایسے ذرائع نہ دستیاب ہو سکتے ہوں، ان کا اتنا قصور میں ہوتا جتنا کہ اس ماحول اور معاشرے کا ہوتا ہے جو انہیں گداگر بننے پر مجبور کر دیتا ہے اور جو ان کی مناسب امداد اور دستگیری نہیں کرتا۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کافر و مرتد زندیق بنا دیتی ہے — اہلِ مسجد کو سرِ دیر جھکا دیتی ہے
بھوک وہ شے ہے کہ اک نانِ جویں کی خاطر — نقدِ ایماں سرِ بازار لٹا دیتی ہے

حکومت کا قصور یہ ہوتا ہے کہ وہ محتاج خانے نہیں کھولتی یا ان کے مناسب وظائف مقرر نہیں کرتی۔ ان کے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان کی مدد کریں۔ مذہب اسلام نے ایسے ہی افراد کی امداد کے لیے زکوٰۃ کا اہتمام کیا ہے اور سختی کے ساتھ یہ حکم دیا ہے کہ اپنی حلال کمائی سے ڈھائی فیصد حصہ زکوٰۃ کے طور پر دیا کرو۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ آج کل کچھ لوگوں نے تن آسانی کی وجہ سے بھیک مانگنے کو ایک منظم پیشہ کے طور پر اپنا لیا ہے اور ہٹے کٹے لوگ بھیک مانگتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کام چور ہوتے ہیں اور بھیک مانگ کر دن میں معقول روپے "کما" لیتے ہیں۔ بغیر محنت کے جسے معقول آمدنی ہو جائے اسے محنت کی ضرورت ہی کیا؟ نتیجہ یہ ہے کہ آج کل بھکاریوں کی اکثریت پیشہ ور ہے۔ ایسے لوگوں کی مدد کرنا گداگری کو پھیلانے کے مترادف ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا ہے قیامت کے دن اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔"

قرآن میں کئی جگہ فقراء و مساکین کی اعانت کا حکم آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور جو سائل (حقیقی محتاج) ہو اسے مت جھڑکو"۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اور وہ اپنے اوپر (دوسروں کو) ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ تنگی میں ہوں"۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "تم نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو"۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اگر تم اللہ کو قرضِ حسنہ دو تو وہ اس کو تمہارے لیے دوگنا کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ قدر کرنے والا بردبار ہے"۔

رسولِ کریم ﷺ نے متعدد احادیثِ مبارکہ میں دوسروں کے کام آنے کی تلقین کی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "مجھے رمضان بھر کے روزے رکھنے اور اس ماہ میں مسجدِ حرام میں بیٹھ کر اعتکاف کرنے سے زیادہ عزیز یہ ہے کہ میں کسی مسلمان کی بوقتِ ضرورت مدد کروں"۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "بیوہ اور مسکین کی مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے"۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس شخص کو دوسرے کے درد کا احساس نہیں اور جس کا دل دوسرے کے دکھ کو دیکھ کر نہیں پسیج جاتا وہ اللہ کی رحمت کا ہرگز مستحق نہیں۔ تمہیں اللہ کی مخلوق پر رحم کرنا چاہیے تاکہ اللہ تم پر رحم کرے۔"

اسلام کی ان تعلیمات کو مدنظر رکھتے ہوئے صاحبِ حیثیت افراد صدقہ و خیرات تو کرتے ہیں لیکن پھر بھی معاشرے میں ایسے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو صدقہ و خیرات کے حقیقی مستحق نہیں اور جن کی وجہ سے حقیقی مستحقین اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مذہب میں جو خیرات دینے کی تلقین کی گئی ہے لوگوں نے اس کی حقیقی روح کو نہیں سمجھا۔ جو بھی خیرات مانگتا ہوا ان کے دروازے پر آ جائے لوگ اس کو دے دلا کر اپنا فرض ادا کر دیتے ہیں۔ جس سے بڑے پیمانے پر حقیقی مستحقین کی حق تلفی ہوتی ہے کیونکہ ایسے لوگ در در مانگتے نہیں پھرتے اور خود نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ "مسکین وہ نہیں ہے جو ایک لقمہ یا دو لقمے کے لیے مارا مارا پھرے۔" بلکہ ایسے لوگ اپنی مفلسی سے دوسروں کو آگاہ نہیں ہونے دیتے، وہ اپنا دکھ کسی کو نہیں بتاتے، وہ غربت میں بھی غیرت کو نہیں بھولتے۔ امداد کے حق دار اصل میں یہی لوگ ہیں۔ اسلام نے خود آگے بڑھ کر ان کی مدد و اعانت کا حکم دیا ہے۔

فقیری میں بھی مجھ کو مانگنے سے شرم آتی ہے — سوالی ہو کے مجھ سے ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

ایسا بھی سننے میں آیا ہے کہ بعض شقی القلب لوگوں نے گداگری کے اڈے بنائے ہوئے ہیں اور انہیں تجارتی اصولوں پر چلاتے ہیں۔ اپنے مذموم مقاصد کے لیے معصوم بچوں کو اغوا کر کے ماں باپ سے دور کر دیتے ہیں۔ ان کے صحیح سالم اعضاء کو کاٹ کر یا توڑ کر انہیں معذور بنایا جاتا ہے تاکہ لوگ ان پر ترس کھا کر ان کو زیادہ سے زیادہ بھیک دیں۔

کوئی تو اس چراغِ رہگزر کا بھی خدا ہو گا — اسے بھی غالباً ماں باپ کی شفقت نے پالا ہو گا

یہاں بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو لنگڑا، لولا اور نابینا بننا سکھایا جاتا ہے۔ انہیں لرزنے کی بھی تربیت دی جاتی ہے۔ انہیں دو وقت کا کھانا اور رات کو

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

میں ممد ومعاون ثابت ہونے کی بجائے الٹا اس پر بوجھ بن رہے ہیں۔ گداگری کا بڑھتا ہوا رجحان بین الاقوامی سطح پر بھی ملکی تاثر کو خراب کرنے کا باعث بن رہا ہے۔

گداگری میں اضافے کے بہت سے محرکات ہیں۔ ان محرکات میں سے کچھ کا تعلق تو انسان کے ذاتی فعل مثلاً آسان کمائی، لالچ، اخلاقیات کا فقدان اور نااہلیت وغیرہ سے ہے جبکہ دوسری طرف دیگر بہت سے عوامل بھی ان وجوہات ومحرکات کے ذمہ دار دکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً جبر، ورثے میں ملنے والا پیشہ، خاندانی نظام کا بگاڑ اور گداگر مافیا وغیرہ۔ ایک حد تک حکومت بھی اس عمل میں ذمہ دار نظر آتی ہے۔ حکومت کا کام ہے کہ وہ لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرے، مہنگائی کو کنٹرول کرے، معذور اور مستحق افراد کے وظائف مقرر کرے۔

ان بھکاریوں نے علاقے تقسیم کر رکھے ہیں۔ ہر علاقے کا الگ ٹھیکیدار اور نگران ہوتا ہے جو تھامبو کہلاتا ہے۔ یہ اپنے علاقے کے بھکاریوں پر نظر رکھتا ہے اور ان سے جمع پونجی وصول کرتا ہے۔ تھامبو کے نیچے 50 سے 500 تک فقیر ہوتے ہیں۔ ایک علاقے کا فقیر کسی دوسرے علاقے میں جا کر بھیک نہیں مانگ سکتا۔ اگر چلا جائے تو اسے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

مسجدوں کے باہر، ریلوے اسٹیشن پر، ہوٹلوں کے اردگرد، ہسپتالوں کے اندر، تفریحی مقامات پر اور دوسری پبلک جگہوں پر گداگر کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں۔ غریب اور بے کس مریضوں کے لواحقین کو جو پہلے ہی پریشان ہوتے ہیں گداگر اور زیادہ پریشان کر دیتے ہیں۔ یہ مذہب کے نام پر لوٹتے ہیں۔ سادہ لوح افراد ان کی صداؤں سے متاثر ہو کر اپنی جمع پونجی گنوا بیٹھتے ہیں۔

گداگری انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ انسان خالق حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سہارا اور رازق سمجھ بیٹھتا ہے اور ہر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور ہر مقام پر ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ صرف اس لیے کہ اس نے اس ذاتِ حقیقی کو فراموش کر رکھا ہے جو ہر مقام پر ہر کسی کی مدد کرتی ہے، جو حقیقی رازق ہے اور چیونٹیوں اور کیڑوں کو بھی رزق دیتی ہے۔ انسان تو پھر انسان ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''آدمیوں سے سوال کرنا امر فاحشہ ہے''۔

خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے کہ ہیں عارضی زور کمزور سارے

گداگر بھیک مانگنے کے علاوہ کچھ اور کاموں میں بھی ملوث ہوتے ہیں مثلاً گداگری کی آڑ میں بعض لوگ چوریاں کرتے ہیں۔ جیبیں کاٹتے ہیں۔ منشیات کا کاروبار کرتے ہیں۔ بچوں کو اغوا کرتے ہیں اور انہیں اپاہج بنا کر گداگر بنا لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ گداگر جسم فروشی کے کاروبار میں بھی ملوث ہوتے ہیں۔

مندرجہ ذیل تجاویز کو بروئے کار لا کر گداگری جیسے قبیح پیشے پر بڑی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

1۔ ہمیں یہ عہد کر لینا چاہیے کہ کسی غیر مستحق کو کسی صورت میں بھی امداد نہیں دی جائے گی۔ خود بھی اس پر عمل کیا جائے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین کی جائے۔

2۔ علماء اور واعظین کا فرض ہے کہ نہایت جرأت اور آزادی کے ساتھ سوال کرنے کی مذمت احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں واضح کریں۔ اسراف اور فضول خرچی کی برائیاں بھی، جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں، لوگوں پر واضح کریں۔

3۔ عورتوں کو جو ہر فقیر کی آواز کو کسی مافوق الفطرت قوتوں کے مالک انسان کی آواز سمجھتی ہیں، ان کے مکر وفریب سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ انہیں صدقہ و خیرات دینے سے باز رہیں۔

4۔ حکومت اور معاشرے کا فرض ہے کہ وہ بھکاریوں کو مختلف دستکاریوں، کاروبار اور روزگار میں لگائیں تاکہ گداگری کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔

5۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے گداگری کی مذمت کی جائے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

6۔ گداگروں کو محنت اور کام کرنے کی ترغیب دی جائے۔

7۔ جو گداگر بدقماش، چور اچکے اور بچوں کو اغوا کرنے والے ہیں ان کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔

8۔ حقیقی طور پر معذور اور اپاہج افراد کے لیے محتاج خانے قائم کیے جائیں۔

9۔ گداگری قانوناً ممنوع قرار دی جائے۔ گداگری کے حوالے سے بننے والے قانون Ordinance 1957 کو مؤثر بنایا جائے۔

10۔ گداگروں کے اندر غیرت اور عزت نفس کا احساس اجاگر کیا جائے۔

(26) اتحاد

خاکہ:

☆ مفہوم اور اہمیت	☆ حدیث کی روشنی میں	☆ روزمرہ زندگی سے مثالیں	
☆ شیر اور بیل	☆ ارکانِ اسلام اور اتحاد	☆ اتحاد کی بنیاد	
☆ ایک اکیلا دو گیارہ	☆ قیامِ پاکستان	☆ 1965ء کی جنگ	
☆ باہمی اتحاد	☆ مسلمانوں کا عروج	☆ انتشار اور فرقہ بندی	
☆ لسانی اور علاقائی اختلافات	☆ مسلمانوں کی موجودہ حالت	☆ اتحادِ عالمِ اسلام	

اتحاد کے معنی ہیں اتفاق، ایکا، میل، دوستی اور محبت۔ اصل میں اتحاد اور اتفاق ہم معنی الفاظ ہیں۔ مشہور کہاوت ہے کہ ''اتفاق میں برکت ہے'' اتفاق یا اتحاد قوت و طاقت کا ذریعہ ہے اور نا اتفاقی، انتشار، کمزوری اور زوال کا پیش خیمہ ہے۔ قوموں کی تعمیر و ترقی، خوش حالی اور استحکام کا دارومدار اتحاد پر ہے۔ قوم متحد ہو تو اسے کوئی حریف یا دشمن مغلوب نہیں کر سکتا لیکن اگر قوم میں اتحاد، یکجہتی نہ ہو تو دشمن آسانی کے ساتھ اسے زیر کر لیتا ہے۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

قرآن مجید میں اتحاد و یک جہتی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○ ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ○ ترجمہ: ''یعنی بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

احادیث میں بھی مسلمانوں کے اتحاد پر بہت زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

''مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے۔ اگر جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہو تو اس کا اثر سارے بدن پر پڑتا ہے۔''

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔''

کتاب کی شیرازہ بندی اتفاق و اتحاد کی مرہونِ منت ہے۔ اگر یہ شیرازہ بندی نہ ہو تو منتشر اوراق پر کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جب منتشر اوراق کو باہم جوڑ کر ان کی شیرازہ بندی کر دی گئی تو کتاب وجود میں آئی۔ اس شیرازہ بندی کو توڑ دیجیے تو اوراق منتشر ہو جائیں گے اور کتاب کا وجود ختم ہو جائے گا۔

ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظام سارے پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

دریا، سمندر، نہریں اور چشمے کیا ہیں؟ یہ پانی کے قطروں کا اتحاد ہی تو ہے۔ اگر قطروں میں یہ اتحاد نہ ہو تو ان کا وجود ناپید ہو جائے لیکن جب یہی قطرے باہم متحد ہوتے ہیں تو دریا، ندی، نالے اور سمندر بن جاتے ہیں اور قطروں کی یہی متحدہ قوت سیلِ رواں کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ایک لالہ کہلوا سکتا نہیں لالہ زار ایک غنچہ بن نہیں سکتا گلستانِ بہار

شہد کی مکھیاں جب باہم اتحاد و تنظیم سے کام لیتی ہیں تو شہد جیسی مفید شے وجود میں آتی ہے۔ یہ مکھیاں ایک اجتماعی نظم کے تحت مختلف وادیوں، کھیتوں اور باغوں میں پھیل جاتی ہیں اور پھولوں کا رس چوس کر شہد کا چھتا تیار کرتی ہیں اور اس طرح شہد وجود میں آتا ہے۔

چیونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے

اتفاق اور اتحاد کے بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔ مثلاً ایک کسان اور اس کے بیٹوں کی کہانی یا شیر اور بیلوں کی کہانی۔ یہ کہانیاں ہمیں اتفاق اور اتحاد کا سبق دیتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ کسی جنگل میں چار بیل رہتے تھے۔ ان کا آپس میں بہت اتفاق و اتحاد تھا۔ وہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے اور اکٹھے ہی چرتے، پھرتے اور رہتے تھے۔ اسی جنگل میں ایک شیر تھا۔ اس نے کئی مرتبہ ان بیلوں پر حملہ کر کے انہیں اپنا لقمہ بنانا چاہا لیکن ان کے زبردست اتحاد کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔ آخر شیر نے ایک لومڑی کی خدمات حاصل کیں۔ چالاک لومڑی نے ان بیلوں میں پھوٹ ڈال دی اور اس پھوٹ اور نا اتفاقی کے نتیجہ میں شیر نے ان بیلوں کو ایک ایک کر کے شکار کر لیا۔

ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ ممکن نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے
ہے لازوال عہدِ خزاں اس کے واسطے کچھ واسطہ نہیں اسے برگ و بار سے

ہم جس پاک مذہب کے پیروکار ہیں اس کی پاکیزہ تعلیم اپنے اندر اتحاد و مساوات اور ربطِ باہمی کے ایسے پہلو لیے ہوئے ہے جس پر عمل کرنے سے قومیں سرفراز ہوتی ہیں۔ اسلام کا ہر رکن اتفاق کی تعلیم دیتا ہے۔ حج اتفاق کا ایک عالمگیر مظاہرہ ہے۔ نماز باجماعت اتفاق و اتحاد کا عملی مظاہرہ ہے۔ اگر ایک محلّہ کے لوگ نماز یا جماعت ادا کریں تو ان کو ایک دوسرے کے حالات کا پتہ چلتا رہے گا۔ اسی طرح جمعہ کی نماز اور عید کی نمازیں اپنے اندر اتفاق، مساوات اور اتحاد کی ایک ایسی دنیا لیے ہوئے ہیں جس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''جو جماعت سے الگ رہا وہ تباہ ہوا جو بکری ریوڑ سے الگ ہو گئی بھیڑیے کی خوراک بن گئی۔''

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی!

اسلامی اتحاد کی بنیاد دین و مذہب پر ہے۔ مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہماری ملت کی مشترکہ اساس ہے اور جس کے تحت ہم بحیثیت قوم اور ملت متحد اور منظم ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اتحاد کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے۔ ہمارا خدا ایک، رسول ﷺ ایک، قرآن ایک اور قبلہ ایک ہے۔ اس لیے ہمیں بھی ایک ہونا چاہیے۔ جس قدر ہماری قوتِ ایمانیہ مضبوط ہوگی، اسی قدر ہمارا اتحاد مضبوط ہوگا۔ قائداعظم نے ایک مرتبہ فرمایا تھا ''وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہو جاتے ہیں۔ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے۔ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس اُمت کی کشتی کو باندھ کر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ وہ رشتہ، وہ چٹان اور وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔''

بقول علامہ اقبال

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

جب تک افراد میں اختلاف رہتا ہے تو وہ کوئی ایسی قوم نہیں بن سکتے جس پر تاریخ فخر کر سکے۔ ایک فرد کی تنہا کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کی زندگی ''ربطِ ملت'' سے ہے۔ باریک تار جب باہم ملتے ہیں تو تھان بن جاتے ہیں۔ دانہ دانہ مل کر انبار بن جاتا ہے۔ اکیلا فرد بہرحال اکیلا ہے لیکن جب ربطِ باہمی سے ایک قوم بن جاتی ہے اور ان کا ایک ایسا نظام مرتب ہو جاتا ہے جس میں اتحاد، اتفاق اور جاں نثاری جیسی خوبیاں ہوں تو افراد کا یہ اتفاق مشکل سے مشکل کام پر بھی غالب آ جاتا ہے اور وہ قوم ایک ایسی دیوار بن جاتی ہے جسے گرایا نہیں جا سکتا۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں　　موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

تاریخ کے اوراق دیکھتے جایئے۔ اتفاق کے کرشمے واضح ہوتے جائیں گے۔ ماضی قریب میں جب ہندوستان میں آزادی کی جدوجہد شروع ہوئی تو کانگرس نے یہی نظریہ پیش کیا کہ ہندوستان میں ایک ہی غالب قوم ہے جسے ''ہندو'' کہتے ہیں۔ قائداعظم نے مسلمانوں کو متحد کیا، ایک مرکز پر جمع کیا اور مطالبہ کیا کہ ہندوستان میں ایک قوم نہیں، دو قومیں بستی ہیں۔ ایک مسلمان بھی ہیں۔ ہندوؤں نے اس مطالبے کا مضحکہ اڑایا۔ انگریزوں نے روڑے اٹکائے اور بعض مسلمانوں نے بھی اس نظریے کی مخالفت کی اور غیروں کی امداد کی لیکن اپنوں اور بیگانوں کی یہ مخالفت مسلمانوں کے اتفاقِ باہمی کے سامنے ناکام ہو کر رہ گئی اور پاکستان اسی اتفاقِ باہمی کا ایک معجزہ ہے۔

تیری اخوت نجات، تیری اخوت حیات　　سامنے جس کے ہے مات غیر کی توپ و تفنگ

1965ء کی جنگ میں پاکستان نے بھارت کو شرمناک شکست سے دوچار کیا۔ حالانکہ پاکستانی فوج تعداد میں بھارتی فوج سے بہت کم تھی۔ پاکستان کے پاس اسلحہ کی بھی کمی تھی۔ پھر بھارت نے بغیر الٹی میٹم دیئے اچانک حملہ کیا تھا لیکن پاکستانی قوم متحد تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کو ہر محاذ پر منہ کی کھانی پڑی اور جسے وہ ترنوالہ سمجھ رہا تھا وہ اس کے لیے لوہے کا چنا ثابت ہوا۔

اے وطن! تو نے پکارا تو لہو کھول اٹھا　　تیرے بیٹے تیرے جانباز چلے آتے ہیں
ہم نے روندا ہے بیابانوں کو صحراؤں کو　　ہم جو بڑھتے ہیں تو بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں

ہم پاکستانیوں کے لیے اتحادِ باہمی کی سخت ضرورت ہے۔ پاکستان اس وقت تک مضبوط نہیں بن سکتا جب تک ہم اپنے اختلافات کو مٹا کر ایک نہ ہو جائیں اور جب ہم ایک ہو جائیں گے تو ہمارے اتحاد، وحدت اور اتفاق کے سامنے مخالفین کے منصوبے مجروح ہو کر رہ جائیں گے۔ غیروں کو مخالفت کی جرأت اس وقت ہوتی ہے جب وہ ہمارے اندرونی اختلافات کو دیکھتے ہیں۔ جب ہم ایک ہوں گے تو کوئی مخالف آنکھ ہماری طرف اٹھ نہیں سکے گی اور کوئی ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ ہمیں اس انگریزی Proverb کو ضرور یاد رکھنا چاہیے۔

United we stand; divided we fall.

ملک ہیں اتفاق سے آزاد　　شہر ہیں اتفاق سے آباد

اسلام کا سیلاب جب عرب کے ریگستان سے اٹھا تو عربوں کا دامن مادی وسائل سے خالی تھا مگر وہ ایک مقصدِ عظیم کے لیے ایک مرکز پر جمع ہو گئے تھے۔ آپس کے باہمی اختلافات مٹ گئے تھے۔ تمیز و امتیاز کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ نتیجہ معلوم ہوا کہ وہ ایک عالم پر چھا گئے اور ان کے حضور میں کجکلاہوں کی اکڑی گردنیں فرطِ ادب سے جھک گئیں۔ Sallust کا قول ہے:

By union the smallest states thrive, by discord the greatest are destroyed.

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی　　اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

یہ امر بے حد افسوس ناک اور تشویش ناک ہے کہ ہمارے مختلف سیاسی و دینی حلقوں میں اتحاد و یک جہتی کا فقدان ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔'' ہمیں چھوٹے چھوٹے فروعی اختلافات میں نہیں الجھنا چاہیے۔ علمی اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس اختلاف کو دشمنی، حسد اور نفرت کا موجد نہیں بننا چاہیے۔ اگر ہم اسی طرح فرقہ بندی اور انتشار کا شکار رہے اور ایک دوسرے پر ناحق کفر کے فتوے لگاتے رہے اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے رہے تو پھر ہمارے مستقبل کا اللہ ہی حافظ ہے۔ قیامِ پاکستان کے خون ریز فسادات میں دشمن نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ کس کا کون سا مسلک یا عقیدہ ہے؟ بس اس کا نشانہ تو کلمہ گو مسلمان تھا۔ اسی طرح اب بھی اگر خدانخواستہ ہمیں کسی دشمن سے واسطہ پڑا تو اس کی زد براہِ راست اسلام اور مسلمانوں پر پڑے گی۔ قائداعظمؒ نے فرمایا: ''قوت ایکے میں ہوتی ہے۔ جب تک ہم متحد ہیں۔ سربلند اور طاقتور ہیں۔ اگر متحد نہیں تو کمزور اور خوار ہوں گے۔ بقول علامہ اقبالؒ

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ہم پاکستانیوں کو گروہی، لسانی، علاقائی اور نسلی اختلافات میں نہیں الجھنا چاہیے۔ پاکستان کو اپنی شناخت بنانا چاہیے۔ پاکستانی ہونے پر فخر کرنا چاہیے اور ہر معاملے میں ''سب سے پہلے پاکستان'' کو رکھنا چاہیے کیونکہ پاکستان ہے تو ہم ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ڈھاکہ میں خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا: ''ہمیں پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان کے جھگڑوں سے بالاتر ہو کر سوچنا چاہیے۔ ہم صرف اور صرف پاکستانی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم صرف پاکستانی بن کر زندگی گزاریں۔''

گھُن کی صورت میں یہ تعصب تجھے کھا جائے گا اپنی ہر سوچ کو محسنؔ نہ علاقائی کر

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں اتفاق رہا اور وہ ایک مرکز کے تحت متحد رہے، دنیا میں سربلند رہے۔ مگر جب نااتفاقی نے ان میں راہ پالی تو ان کی شوکت و سربلندی قصہ ماضی اور جبروت و سطوت عہد پارینہ ثابت ہوئی۔ وہ قوم جو اتفاق و اخوت کے باعث اوج ثریا پر متمکن تھی، تحت الثریٰ میں گر گئی۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ ہے۔ یہ پچاس سے زائد ملکوں کے مالک ہیں لیکن نااتفاقی کی وجہ سے دنیا میں ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ○

ترجمہ: ''باہمی جھگڑوں سے بچو ورنہ تم بزدل اور پست ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (یعنی تمہارا رعب و اقبال جاتا رہے گا)۔''

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا

اس وقت اتحاد عالم اسلام کی ایک اہم ترین ضرورت ہے۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ ہے اور پچاس سے زیادہ آزاد مملکتوں کے مالک ہیں۔ ان کے پاس بے پناہ افرادی قوت و مادی وسائل ہیں۔ صرف جذبۂ ایمانی اور اتحاد و یک جہتی کی ضرورت ہے۔ اگر مسلمان متحد ہو جائیں تو ایک زبردست اسلامی قوت بن کر ابھر سکتے ہیں۔ جس کے مقابلے میں دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ سید جمال الدین افغانیؒ اور علامہ اقبالؒ نے اتحاد عالم اسلام کے لیے بڑا کام کیا ہے۔ ہمیں ان کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنا ہے۔ علامہ اقبال کی روح آج بھی پکار پکار کر کہہ رہی ہے:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

قائداعظم بھی مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ ان کا قول ہے: ''پاکستان اتحاد عالم اسلام کی چابی ہے۔''

(27) طالب علم کے فرائض

طالب علمی کا زمانہ خوشیوں اور امنگوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ طالب علم اپنے والدین کے سایۂ شفقت میں فکر معاش اور ہر قسم کی خاندانی الجھنوں سے آزاد رہ کر اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھتا ہے۔ طالب علمی کے دور میں طلبہ کو بعض ایسی خوشیاں بھی حاصل ہوتی ہیں جو حصولِ علم کا زمانہ ختم ہو جانے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں مثلاً فرصت کے اوقات میں اپنے ہم جماعتوں کی صحبتیں، اس دور کے بے لوث یارانے، کھیل کے میدان اور مدرسہ کی دیگر تقریبات میں شمولیت کے موقعوں پر آپس کی خوش گپیاں اور شرارتیں وغیرہ۔ زمانہ طالب علمی کے ان خوشگوار پہلوؤں کی اہمیت اپنی جگہ پر مسلم لیکن ان خوشگوار مشاغل میں ڈوب کر طلبہ کو اپنے حقیقی فرائض سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

طالب علم کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ سچا اور وفادار رہے یعنی خدا نے اپنی رحمت سے اسے جو وقت کی دولت عطا کی ہے اسے صحیح

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

طور پر استعمال کرے۔ اسے کھیل کود میں ضائع نہ کرے جو کہ اس کی آئندہ زندگی میں کام آنے والی ہے۔ اگر کسی نے وقت کی قدر نہ کی اور اسے ضائع کرنا ہی اپنا مشغلہ بنالیا تو اسے ساری عمر پچھتانا پڑے گا کیونکہ

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

طالب علم کی زندگی میں ایک اور اہم چیز نظم وضبط ہے۔ اس وصف کو پیدا کرنے کے لیے قربانی اور تحمل سے کام لینا پڑتا ہے۔ جس طالب علم کی زندگی میں نظم وضبط نہیں وہ اس کشتی کی مانند ہے جس کی پتوار ٹوٹ گئی ہو اور جو ہمیشہ ڈانواں ڈول رہتی ہو، وہ کنارے تک محفوظ نہیں پہنچتی۔

طالب علم کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ نہایت سلامت روی کے ساتھ اساتذہ کرام کا احترام ملحوظ رکھے تاکہ اساتذہ کرام بھی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ اپنا تعلیمی فرض ادا کریں۔ اساتذہ کے احترام وادب کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول بڑی سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''جس نے مجھے ایک لفظ سکھایا اس نے مجھے ساری عمر کے لیے غلام بنالیا۔'' یہاں غلام بنانے سے مراد اسے اپنا استاد تسلیم کرنا ہے۔ استاد چونکہ بچے کی اخلاقی اور روحانی تربیت کر کے اسے انسان بناتا ہے۔ اس لیے اس کا احترام لازم ہے۔ سکندر اعظم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی رائے میں استاد زیادہ قابل احترام ہے یا باپ تو اس نے جواب دیا۔ ''استاد باپ کی نسبت زیادہ قابل احترام ہے کیونکہ باپ مجھے آسمان سے زمین پر لایا اور استاد نے مجھے زمین سے آسمان پر پہنچا دیا۔''

درس گاہ کے قواعد کی پابندی اور ضبط کے تقاضوں کا دلی احترام کرنا بھی ہر طالب علم کا فرض ہے۔ طالب علم کو اپنے سکول کا سچا وفادار ہونا چاہیے۔ کبھی بھول کر بھی کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے سکول کی بدنامی ہو۔ سکول نے جو قاعدے قانون مقرر کیے ہوں ان کی پابندی کرے۔ جو انسان قاعدے اور قانون کی پابندی نہیں کرتا وہ پڑھا لکھا نہیں کہلا سکتا۔

طالب علم کو اپنے ہم جماعتوں سے خواہ کسی طبقے سے کیوں نہ ہو۔ ہمدردی اور خیر خواہی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ سب کو برابر سمجھے اور اپنا خیال کرے۔ اگر ان کو کسی امر میں مدد کی ضرورت ہو تو خوشی خوشی ان کی مدد کرے۔ بداطوار اور آوارہ لڑکوں کی صحبت سے بچے اور اپنی گفتگو میں ایسے الفاظ کو جگہ نہ دے جو اخلاق سے گرے ہوئے ہوں۔ مہذب اور شائستہ گفتگو کرنے والوں کو ہر جگہ عزت ملتی ہے۔ بعض طلبہ سکول کی دیواروں اور بیت الخلاء کی دیواروں پر چاک سے غلط باتیں لکھ دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ سکول کے تمام لڑکوں کے متعلق بری رائے قائم کر لیتے ہیں۔ اس طرح طلبہ برادری بدنام ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایسی باتوں سے ہر طالب علم کو اجتناب کرنا چاہیے۔

طالب علمی کے زمانے میں طلبہ میں فضول خرچی اور نمائش کا ایک رجحان پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ عام طلبہ کے والدین یا سرپرستوں کے مالی وسائل محدود ہوتے ہیں لیکن انہیں اس کی پروا نہیں ہوتی۔ وہ نت نئی فرمائشوں سے اپنے گھر والوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ طلبہ کا یہ فرض ہے کہ ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنے اخراجات کو قابو میں رکھیں اور چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائیں۔

طالب علم کا فرض ہے کہ وہ اپنی نصابی کتابوں کے علاوہ وسعتِ مطالعہ کی غرض سے دوسری کتابوں سے بوقت فرصت مستفید ہوتا رہے۔ شہر میں ہونے والی علمی وادبی تقریبات میں گاہے بگاہے حصہ لیتا رہے۔ اسے کھیلوں میں بھی حصہ لینا چاہیے تاکہ اس کی شخصیت کی مکمل نشوونما ہو سکے۔

طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنی صحت کا خیال رکھے کیونکہ ایک صحت مند دماغ ایک صحت مند جسم میں ہی ہو سکتا ہے۔ اسے متوازن غذا کھانی چاہیے اور نیند ضرور پوری کرنی چاہیے۔ اسے حفظانِ صحت کے اصولوں کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ جمہوریت کا دور ہے اور ہر شخص کو اختیار ہے جس طرح چاہے سوچے، جس طرح چاہے عمل کرے، جس قسم کی وضع پسند ہو اختیار کرے۔ نہ کوئی روکنے والا ہو اور نہ کوئی ٹوکنے والا ہو۔ اس طرح تو پھر پرانی قدریں پامال ہو جاتی ہیں۔ یہی نوجوان پھر بزرگوں کی تقلید کو عار سمجھنے لگتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہ اس نشیب وفراز میں ٹھوکریں کھانے کی بجائے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلیں۔ ان کے اقوال ونصائح پر عمل کریں۔

اپنی ذات اور اپنے خاندان کے فرائض کے بعد ایک طالب علم پر اپنے وطن عزیز کی خدمت کا فرض بھی عائد ہوتا ہے۔ آج ہر نوجوان کا یہ جذ

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ضروری ہے کہ پاکستان کو ایسے مخلص اور باہمت خادموں کی ضرورت ہے جن کا نامہ اعمال خویش پروری، اقربا نوازی، حب جاہ اور سرمایہ اندوزی سے پاک ہو۔ جن میں ایک عظیم ولولہ ہو اور قوم کو ترقی کی اعلیٰ منزل تک پہنچانے کی آرزو ہو۔

زمانہ طالب علمی خدا کی سب سے بڑی نعمت اور عنایت ہے۔ اس لیے اس وقت کا صحیح استعمال طالب علم کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔ اگر وہ اس وقت سے فائدہ اٹھانے سے قاصر رہتا ہے تو یقین جانیے پھر ساری عمر کفِ افسوس ملتا رہتا ہے۔ اس لیے طالب علم کو نصابی کتب اور امتحانوں کی تیاری میں بھرپور حصہ لینا چاہیے کیونکہ طالب علم کے درخشاں مستقبل کا دارومدار اسی پر ہے۔

(28) ایک پاکستانی بازار

ایک پاکستانی بازار اپنی رنگارنگی کے باعث نہایت ہی دلکش منظر رکھتا ہے۔ یہاں جوان، بوڑھے، مرد، عورتیں، بچے، امیر، غریب، طلبا و طالبات، وکلاء، دفتروں کے کلرک اور افسران غرضیکہ سبھی قسم کے لوگ نظر آتے ہیں۔ مشرقی اور مغربی تہذیبوں کا امتزاج بھی یہاں موجود ہوتا ہے۔ بعض مرد اپنی عورتوں کے ساتھ مختلف چیزیں خریدنے میں مصروف ہوتے ہیں اور بعض غیر مہذب قسم کے لوگ ان عورتوں کو آوارہ گرد اور بدکار و بدکردار انسانوں کی طرح گھور گھور کر دیکھتے اور کبھی کبھی نامناسب جملے کستے سنائی دیتے ہیں۔ جب ایسے لوگوں کا کسی دلیر قسم کی عورت سے واسطہ پڑ جاتا ہے تو سرعام اس کے ہاتھوں ان کی پٹائی بھی ہو جاتی ہے۔

یہاں ایک کپڑے کی دکان نظر آئے گی جس میں رنگ برنگ اور اعلیٰ درجے کے کپڑے آویزاں ہوتے ہیں۔ دکان کے اندر گاہک کرسیوں پر بیٹھے اپنی اپنی پسند کا کپڑا خرید رہے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک گھڑیوں کی دکان کی دیواروں پر چاروں طرف کلاک لگے ہوتے ہیں، ان میں سے شاید ہی کوئی کلاک چل رہا ہو ورنہ تمام کلاکوں کی سوئیاں مختلف اوقات بتا رہی ہوتی ہیں۔ شیشے کی الماریوں میں ہر قسم کی اعلیٰ اور کمتر درجہ کی گھڑیاں سجی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایک دکان میں کھیس، چادریں، تکیوں کے غلاف ہیں۔ بازار کی دوسری طرف بوٹوں کی ایک دکان ہے، جس کی نمائش گاہوں (شوکیسوں) میں رنگ برنگ کے مردانے اور زنانے جوتے رکھے ہوئے ہیں۔ یہاں عورتوں کے مقابلے میں مردوں کے حقوق پامال ہوتے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ جہاں عورتوں کے جوتوں کے بیسیوں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے موجود ہوتے ہیں، وہاں مردوں کے جوتوں کے نمونوں کی تعداد صرف چند ایک ہوتی ہے۔

اس سے ذرا آگے بڑھیں تو ایک جنرل مرچنٹ کی دکان دکھائی دے گی۔ جہاں کاغذ، پنسل، کاپیاں، دواتیں، گتے، فائلیں، قلم، پیڈ، سیاہی، سیاہی کی دواتیں غرض زمانے بھر کی چیزیں ملیں گی۔ آپ کو حلوائی کی دکان کے لیے کہیں دور نہیں جانا پڑے گا۔ بلکہ وہ دکان بھی دور ہی سے اپنے موجود ہونے کا ثبوت دے گی۔ دکان کے آگے سڑک کا کچھ حصہ مسلسل پانی گرنے سے ہمیشہ تر رہتا ہے۔ حکومت کی تمام کوششوں کے باوجود یہاں دودھ دہی، پیڑے سب ننگے پڑے نظر آئیں گے۔ دودھ اور دہی پر مٹی کی ہلکی سی تہہ جم رہی ہوتی ہے۔ مٹی کے ساتھ ساتھ چند تنکوں کا موجود ہونا معمولی بات ہے۔ پیڑوں پر مکھیاں اپنے روایتی انداز میں بیٹھی بھنبھنا رہی ہوتی ہیں۔ ان سب کے درمیان ایک موٹا تازہ حلوائی بیٹھا ہوتا ہے۔ جس نے گلے میں صرف ایک واسکٹ پہنی ہوتی ہے۔ جس کے بٹن اکثر کھلے رہتے ہیں، کیونکہ حلوائی کی توند بٹن کے بند کرنے میں حائل ہوتی ہے۔ اس کی دھوتی ہمیشہ یوں میلی رہتی ہے گویا اس کی قسمت میں اسے دھونا نہیں لکھا ہے۔ اس حلوائی کے پہلو میں ایک مختصر سا ہوٹل بھی موجود پاؤ گے جس میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے انگیٹھی کا سامنا ہوتا ہے جس پر چائے وغیرہ تیار کی جاتی ہے، دکان کے اندر چند کرسیاں اور دو تین چھوٹی چھوٹی میزیں ملیں گی جن کے گرد کچھ لوگ چائے پیتے نظر آئیں گے۔

بازار میں آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ اسی میں تانگے، موٹریں اور سائیکل گزرتے رہتے ہیں۔ ادھر ادھر درجنوں چھوٹے بڑے لوگ ہاتھوں میں مختلف چیزیں اٹھائے بیچتے پھرتے ہیں۔ دکاندار سودا بازی کرتے ہیں، بازار میں گھوم پھر کر چیزیں فروخت کرنے والے جدا شور مچاتے ہیں، راہگیروں کی باتیں ان سب پر مستزاد ہوتی ہیں۔ تانگے والوں کی آوازیں اور موٹر کاروں کے ہارن سے بازار میں ایک شورِ محشر بپا ہوتا ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اسی بازار میں، ہمیں اپنے دیہاتی بھائی بھی نظر آتے ہیں۔ ان کی زندگی، شہری زندگی سے کہیں زیادہ مختلف ہے کہ ان میں سے [illegible]
ان میں رنگ برنگ کی چیزوں کو حیرانی اور دلچسپی سے دیکھتے ہیں۔ ان کے لیے بازار کسی شاندار میلے یا عجائب گھر سے کم نہیں ہوتا۔

یہ پاکستانی بازار کا ایک رخ تھا۔ پاکستانی بازار میں ایسی دکانوں کی کافی تعداد ملے گی جہاں کے دکاندار تعلیم یافتہ اور صاف ستھرے لباس میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اشیاء کی قیمتوں میں کمی بیشی نہیں کرتے۔ ان کے ہاں ہر چیز کی قیمت مقرر ہوتی ہے اور انہوں نے ایک تختی پر ''ایک دام'' لکھا ہوتا ہے۔

بازار میں ڈاکٹروں کی دکانیں بھی ہیں۔ کئی نیم حکیم ادھر ادھر پھرتے نظر آئیں گے۔ یہ مختلف بیماریوں کی خودساختہ دوائیاں بیچتے ہیں۔ کوئی دانتوں کے منجن کی ہانک لگاتا ہے، کوئی پیٹ کے جملہ امراض کی گولیاں بیچتا ہے، کوئی سردرد کے علاج کے لیے بام فروخت کرتا ہے، کوئی انگلی کے اشارے سے دانت نکالنے کا دعویٰ کرتا ہے، بعض نیم حکیم یا ڈاکٹر بازار میں مجمع لگا کر بھی اپنی دوائیاں بیچتے ہیں۔ کہیں ایک مداری اپنے کرتب دکھا رہا ہوتا ہے اور سینکڑوں لوگ اپنا قیمتی وقت ضائع کر کے اس کا تماشا دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اسی بازار میں سے شادی کی بارات اور جنازے گزرتے ہوئے بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہاں امریکن مرد اور عورتیں بھی نظر آتے ہیں جن کا لباس ہماری تہذیب اور اخلاقی نقطہ نگاہ سے ناکافی اور نامکمل ہوتا ہے۔

(29) ترقی کرنے کے اُصول

ترقی کا مطلب ہے خوشحالی اور معیار زندگی بلند کرنا۔ انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی سطح پر بھی۔ جو قومیں ترقی کی شاہراہ پر قدم رکھنا چاہتی ہیں۔ وہ ہر پہلو سے اپنے آپ کو اس کٹھن سفر کے لیے تیار کرتی ہیں۔ ترقی سے مراد صرف مالی استحکام نہیں، پیداوار میں اضافہ، علوم وفنون میں مہارت، سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں برتری بھی اسی ترقی کا حصہ ہے۔ تمام معاشروں اور اقوام میں فرد کی ترقی کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی اجتماعی ترقی کی بلکہ اجتماعی ترقی کی بنیاد فرد ہی رکھتا ہے۔ البتہ ان کے دائرہ عمل الگ الگ ہیں۔ ایک فرد ذاتی طور پر مادی اور معاشرتی ترقی چاہتا ہے جبکہ اجتماعی ترقی وقومی ترقی میں پورے معاشرے اور ملک وقوم کی ترقی شامل ہے۔

آپ اجتماعی ترقی کی منزل چھونا چاہتے ہیں یا انفرادی ترقی کی حدوں کو پانا چاہتے ہیں۔ اس کو پانے کے کچھ اصول ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے ترقی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ ترقی کے لیے سب سے پہلے نصب العین کا متعین کرنا ضروری ہے۔ یہ بات فرد اور معاشرے دونوں کے لیے ضروری ہے اس کے بغیر انسان ترقی نہیں کرسکتا۔ ترقی کی راہ پر گامزن ہونے سے پہلے منزل اور اس کے لیے مختلف راستوں کا تعین ضروری ہے۔ جس پر چل کر منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔ جب مقصد طے ہوگیا، راہوں کا تعین بھی ہوگیا پھر اس کے بعد کچھ عملی اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے۔ منزل کوئی دو چار قدم پر نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا حصول اتنا آسان ہے کہ ہاتھ بڑھایا اور چھولیا۔ اس کے لیے لمبا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ مسلسل کوشش سے آخر منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔ مسلمان جب تک جدوجہد اور ہمت کو اپنا شعار بنائے رکھے۔ عظمت ان کا مقدر رہی مگر جیسے ہی انہوں نے عمل سے دوری اختیار کرلی تو وہ دنیا میں ذلیل وبرباد ہونے لگی۔ ذلت ان کا مقدر بن گئی۔

ترقی کے لیے اخلاقی اصولوں کی آبیاری بھی شرط ہے۔ معاشرہ کے لوگ اگر اخلاقی خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ ان کے اندر خدمت خلق کا جذبہ موجزن ہے۔ احساس ذمہ داری ان پر عیاں ہے تو پھر ہی وہ ترقی کے عمل کو جاری رکھ سکتے ہیں۔ اخلاقی خوبیاں جذبوں کو مہمیز کرتی ہیں۔ حوصلوں کو توانا کرتی ہیں اور ترقی کی رفتار تیز ہوجاتی ہے۔ ایسے افراد اور معاشرے اپنی ذمہ داریاں اچھے طریقے سے نبھانے لگتے ہیں۔ اس لیے ترقی کے لیے افراد کی اخلاقی حالت کو بھی سدھارنا ہوگا۔

جس معاشرے میں مادیت پرستی کا غلبہ ہوجاتا ہے وہاں سارے اخلاقی جذبے فنا ہوجاتے ہیں۔ ایثار، ہمدردی اور مروت کا نام نہیں رہتا لیکن ان اخلاقی خوبیوں سے عاری ہوکر قومیں ترقی کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ اس لیے اخلاقی خوبیوں کی نمود کو اولیت دیجیے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

قوموں کی ترقی افراد کے مل جل کر کام کرنے سے ہی ہوتی ہے۔ یہ افراد کڑے وقتوں اور آزمائش کے مراحل میں سیسہ پلائی دیوار ثابت ہو سکتے ہیں۔ سامراجی عزائم کا کچھ پتا نہیں ہوتا۔ حکومت کو چاہیے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے فوجی تربیت کو لازمی قرار دے دے۔ اس کے نتیجے میں پورا ملک نہ صرف مجاہدانہ اوصاف کا حامل ہوگا بلکہ وطن کے دفاع کا ہنر بھی سیکھ جائے گا۔

اسلام نے ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کی ہے کیونکہ وہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اگر ہم اپنی زندگیوں کو حقیقی طور پر ترقی کی شاہراہ پر دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم اسلام سے جڑ جائیں۔ اسلام سے ہمیں مکمل رہنمائی دستیاب ہو سکتی ہے۔ اسلام کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے سے کامیابی ہمارے قدم چومے گی اور ہم وطن عزیز کو دنیا کی قوموں میں ایک باوقار مقام بھی دے سکیں گے۔

قومی ترقی کا سفر ہم تنہا طے نہیں کر سکتے۔ عورتیں اس ملک کی تقریباً نصف آبادی پر مشتمل ہیں۔ ان کو بھی شاہراہِ زندگی میں اپنے ساتھ سفر کا موقع فراہم کیا جائے۔ عورتوں کو بھی ان سارے علوم کو سیکھنے کا موقع دیا جائے جو مرد حضرات حاصل کر چکے ہیں۔ سائنسی علوم کے ہتھیار ان کے ہاتھوں میں دے دیئے جائیں۔ جدید تحقیقات سے نہ صرف خود بہرہ ور ہوں بلکہ خواتین کو بھی اس علم میں برابر کا حصہ دار بنائیں کیونکہ اجتماعی یا قومی ترقی کا سفر سائنسی علوم اور جدید تحقیقات سے آگہی کے بغیر طے کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے ملک کے اندر سائنسی ادارے، ریسرچ سنٹر اور تجربہ گاہیں قائم کی جائیں۔ سائنسی تعلیم کے حصول کو آسان بنایا جائے۔ نئی تحقیق کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس کے نتیجے میں ہم بحیثیت فرد اور بحیثیت قوم ترقی کی شاہراہ پر چل نکلیں گے اور جلد ہی ہمارا ملک دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہوگا۔

(30) سیلاب کی تباہ کاریاں

انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے بہت سی قدرتی آفات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً طوفان، آندھیاں، زلزلے، سیلاب وغیرہ۔ جب دریاؤں کا پانی معمول کی سطح سے بڑھ کر ارد گرد پھیل جائے تو اسے سیلاب کہتے ہیں۔ سیلاب زیادہ تر برسات کے موسم میں آتے ہیں کیونکہ اس دوران بارشیں زیادہ ہوتی ہیں اور دریاؤں کا پانی کناروں سے اوپر نکل آتا ہے اور بہت تیز رفتاری سے بہتا ہے اور اتنے زور سے بہتا ہے کہ اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ مکانات اور عمارات آناً فاناً تہس نہس ہو جاتی ہیں۔

سیلاب دو طریقوں سے آتا ہے۔ (i) برف کا پگھلنا (ii) بارشوں کی افراط۔ پہاڑوں پر برف پگھلنے سے ندی نالوں میں پانی کی بہتات ہو جاتی ہے اور سیلاب آ جاتے ہیں۔ برسات کے موسم میں جب بارشیں حد سے زیادہ ہو جائیں اور دریاؤں میں پانی عام سطح سے بلند ہو جائے تو سیلاب کا سبب بنتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائشوں اور امتحانات میں ڈالتا ہے تاکہ جان سکے کہ کون اس کا شکر گزار بندہ ہے اور کون ناشکری کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک، مالوں کی کمی، جانوں اور پھلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور صابروں کو خوشخبری دے دو۔''

سیلاب کے آنے سے ہر طرف تباہی پھیل جاتی ہے۔ ہر انسان اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ سیلاب کے بہت سے نقصانات ہیں۔

سیلاب جب آتا ہے تو اس کا رخ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کی طرف موڑ دیا جاتا ہے اور پھر زیادہ تر دیہات دریاؤں کے قریب واقع ہوتے ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے سیلاب دیہاتوں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ دیہات چونکہ دریاؤں کے قریب ہوتے ہیں اس لیے سیلاب کی وجہ سے کھڑی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ جس سے ملکی پیداوار کو بہت نقصان ہوتا ہے اور برآمدات میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جس سے ملکی استحکام کو شدید جھٹکا لگتا ہے۔ سیلاب سے سینکڑوں مویشی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ جو نہ صرف کھیتی باڑی کے لیے بلکہ خوراک کے بھی کام آتے ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے بعض مقامات پر بہت سی انسانی جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو کل تک اپنے گھروں میں خوش و خرم زندگی گزار رہے تھے لحہ بھر میں لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ سیلاب کا پانی آبادیوں تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ لوگ جو پانی کی لہروں کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ گاؤں ہی میں رہ گئے اور جان بچانے کے لیے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ گلیوں میں پانچ پانچ

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

فٹ پانی بہنے لگتا ہے۔ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔ زمین پر خشکی کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آتا۔ لوگ سامان اٹھائے محفوظ جگہیں تلاش کرتے ہیں۔ پانی کے زبردست ریلے ہر چیز کو بہالے جاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی کی موجیں جذبۂ انتقام سے بھری ہوئی ہیں۔ سیلاب سے ریل کی پٹڑیاں اکھڑ جاتی ہیں۔ سڑکوں میں بڑے بڑے شگاف پڑ جاتے ہیں۔ بسوں اور ریل گاڑیوں کی آمدورفت کا سلسلہ بھی معطل ہو جاتا ہے۔ شہروں میں دیہات سے آنے والی خوراک کی رسد بھی بند ہو جاتی ہے۔ دفاتر اور تعلیمی ادارے بند ہو جاتے ہیں۔ کاروباری زندگی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

سیلاب کے جہاں بہت سے نقصانات ہیں وہاں کچھ فوائد بھی ہیں۔ تاہم قدرت کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

(i) سیلاب کی وجہ سے دریا بہت سی زرخیز مٹی میدانوں میں ڈال دیتے ہیں جو فصلوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔

(ii) دریا اپنے ساتھ چند ایسی اشیاء بھی لے آتے ہیں جو انسانی ضروریات کے لیے مفید ثابت ہوتی ہیں۔

پاکستان میں اب تک متعدد سیلاب آ چکے ہیں۔ ان میں 1959ء، 1973ء، 1983ء اور 1992ء کے سیلاب بدترین سیلاب ہیں۔ یہ بربادی اس قدر برق رفتار، ہولناک اور المناک تھی کہ اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دختران مادرِ ایام ہیں

سیلاب کی تباہ کاریاں لامحدود ہیں۔ ملکی معیشت بری طرح متاثر ہوتی ہے اور ترقیاتی منصوبے ادھورے رہ جاتے ہیں۔

سیلاب سے لوگوں کو بچانے کے لیے حکومت مؤثر اقدامات کرتی ہے۔ جس میں لوگوں کو متاثرہ علاقوں سے محفوظ علاقوں میں پہنچایا جاتا ہے۔ سیلاب کے دوران ہمارے فوجی جوان بہترین خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ یہ اپنے کندھوں اور کشتیوں پر سیلاب زدہ افراد کو محفوظ مقامات پر پہنچاتے ہیں۔ ان کی رہائش اور خوراک کا انتظام کرتے ہیں۔ ملک میں مختلف سماجی اور سیاسی تنظیمیں بھی اس مشکل وقت میں حکومت کا ساتھ دیتی ہیں۔ رضا کاران مواقع پر لوگوں کو خوراک پہنچانے اور کشتیوں کی مدد سے انہیں آفت زدہ علاقے سے محفوظ مقامات پر پہنچاتے ہیں۔ سیلاب زدہ علاقوں میں اکثر اوقات کوئی نہ کوئی وبا پھوٹ پڑتی ہے۔ اس خطرے کی پہلے ہی روک تھام مناسب طبی امداد پہنچا کر کی جاتی ہے۔ یہ ادارے مختلف کیمپ لگاتے ہیں۔ جہاں لوگ اپنی پریشانیاں اور تکلیفیں بتاتے ہیں اور پھر ان کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

سیلاب چونکہ بہت تباہی مچاتا ہے اس لیے جب اس کا زور ٹوٹ جاتا ہے تو مکانات کی تعمیر نو کی جاتی ہے تاکہ دوبارہ سے وہی صورت نظر آنے لگے۔ حکومت اس موقع پر کسانوں کو قرضے دیتی ہے، مکانات اور عمارات کی مرمت کے لیے نقد رقم دی جاتی ہے۔ آمدورفت کے ذرائع میں جو رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں ان کو دور کیا جاتا ہے۔

سیلاب کے آنے سے نظامِ زندگی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ہر فرد کی سوچ سیلاب سے بچاؤ کے بارے میں ہوتی ہے۔ ہر قسم کے تمام کام رک جاتے ہیں اور اس طرح کچھ مدت کے لیے ملکی ترقیاتی کام التواء میں پڑ جاتے ہیں لیکن اس کے بعد جب دوبارہ سے بستیاں بسنا شروع ہوتی ہیں تو وہی رونق اور چہل پہل لوٹ آتی ہے۔

(31) علم کی فضیلت

خاکہ:

☆ علم کا مفہوم و اہمیت ☆ انسان ایک ناتواں مشت خاک ☆ معرفت الٰہی
☆ مقصدِ حیات ☆ نور و روشنی ☆ لازوال دولت

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

☆ حقیقی قدرومنزلت ☆ نام ورانِ علم ☆ قلم تلوار سے طاقتور
☆ اخلاق وسیرت کی تعمیر ☆ دنیا میں حکومت وطاقت کا ذریعہ ☆ کتابوں سے رہنمائی
☆ طرزِ فکر میں تبدیلی ☆ قوموں کی ترقی کا ذریعہ ☆ علم سائنس
☆ حاصل کلام

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک کمزور اور مجبور ہستی بنایا ہے۔ اس میں پہاڑوں کی ہیبت، عظمت، نہ دریاؤں اور سمندروں کا طوفان نہ آندھی کی تیزی نہ ہاتھی اور شیر کی طاقت اور نہ پرندوں کی پرواز ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس خمسہ عطا فرمائے ہیں۔ جن سے وہ دیکھ سکتا ہے، سن سکتا ہے، سوچ سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے۔ قدرت کی دی ہوئی ان نعمتوں سے اس نے مختلف علوم سیکھے اور انہی علوم کی بدولت یہ کمزور اور ناتواں مخلوق تمام عالم کو تابع فرماں کیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو علم الاسما سکھائے اور اسی علم کی بدولت انسان نے اشرف المخلوقات کا درجہ پایا۔ علم کی بدولت ہی انسان کو فرشتوں پر برتری وفضیلت حاصل ہوئی۔ علم کی بدولت انسان منصبِ خلافت پر فائز ہوا۔

سعادت، سیادت، عبادت ہے علم
حکومت ہے، دولت ہے، طاقت ہے علم

علم کی فضیلت اس بات سے پوری طرح واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی ہی میں پڑھنے پر زور دیا۔

"اقرا باسمہ ربک الذی خلق"

(پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا)

پھر قرآن پاک میں متعدد مقامات پر جاننے والے اور نہ جاننے والوں کا موازنہ کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

" قُل هَلْ يَستَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِينَ لَايَعْلَمُوْنَ "

(ان لوگوں سے کہیے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے ایک جیسے ہو سکتے ہیں)

علم کی فضیلت احادیثِ مبارکہ سے بھی ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کے لیے بھی جو دُعا متعین فرمائی وہ تھی۔

"قل ربِّ زدنی علماً" کہہ دو! اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

حضور اکرمؐ کا ارشاد مبارک ہے۔

"طَلَبَ العِلمِ فَرِيضَةِ عَلَى كُلِّ مُسلِمِ وَالمِسُلمَه"

(علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے)

پھر ارشاد ہوا۔

"جو شخص علم حاصل کرنے کی راہ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لیے جنت کی طرف جانے والا راستہ آسان کر دیتا ہے"

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

"پنگھوڑے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے۔ "عالم نبیوں کے وارث ہیں"

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ایک اور ارشادِ نبویؐ ہے:

''حکمت (علم) مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ جہاں سے بھی ملے۔ اسے پالو''

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اُس نے ہمیں علم عطا کیا اور جاہلوں کو دولت دی۔ دولت تو عنقریب فنا ہو جائیگی اور علم کو زوال نہیں''

(ایک بے علم شخص (جاہل) خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا)

علم ہی کی بدولت انسان نیکی، بدی، اچھائی اور برائی میں تمیز کرتا ہے۔ اس میں حُب الوطنی، بنی نوع انسان کے لیے ہمدردی کمزوروں اور ضعیفوں پر رحم، ظالم کے خلاف نفرت اور آزادی کی سچی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے دعائیہ انداز میں یہ الفاظ کہے تھے۔

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب

یہ علم ہی ہے جس کے ذریعے انسان اپنی زندگی کا ایک نصب العین بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر منصب خلافت پر فائز کیا ہے۔ اور اس منصب کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اُس کے بتائے ہوئے طور طریقوں پر عمل کریں۔

علم ایک ایسا نُور ہے جس سے جہالت کے اندھیرے دُور ہوتے ہیں اور انسان کا دل و دماغ عرفان و آگہی سے منور ہوتا ہے۔ انسان حق و باطل اور خیر و شر میں تمیز کرنا سیکھتا ہے۔ علم کی وجہ سے انسان تہذیب و تمدن سے آشنا ہوتا ہے۔ اس میں شائستگی پیدا ہوتی ہے۔ اس میں تعصب اور تنگ نظری کی بجائے فراخدالی، رواداری، اور خود غرضی کی بجائے ایثار، غرور و نخوت کی بجائے عجز و انکسار اور اخوت جیسی خوبیاں پیدا ہوتی ہے۔

علم کی دولت جسے لگی ہی نہیں
سچ تو یہ ہے کہ وہ آدمی ہی نہیں

علم ایک ایسی دولت ہے جو خرچ کی جائے تو کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے۔ اس دولت کو کبھی زوال نہیں۔ اس دولت کو نہ تو کوئی چرا سکتا ہے اور نہ اسے گھن لگ سکتا ہے۔ دنیاوی دولت انسان کو سکون فراہم نہیں کر سکتی لیکن علم کی دولت انسان کو روحانی سکون و اطمینان سے مالا مال کر دیتی ہے۔

علم کی وجہ سے انسان کی قدر و منزلت ہے۔ صاحب علم کہیں بھی ہو، گاؤں، شہر یا بستی ہر جگہ اسکی عزت و توقیر کی جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں جاہل کی کوئی قدر نہیں۔ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے جمعہ کی نماز کے بعد ایک عجیب منظر دیکھا کہ اُس کے دونوں فرزند اس بات پر آپس میں جھگڑ رہے ہیں کہ کون استادِ محترم کو جوتے پہنائے گا۔ آخر استاد کے کہنے پر انہوں نے ایک ایک جوتا پہنایا۔ اگلے دن خلیفہ ہارون الرشید نے دربار لگایا تو اپنے مصاحبین سے پوچھا کہ آج سب سے زیادہ معزز کون ہے درباریوں نے کہا بادشاہ سلامت آپ لیکن خلیفہ نے کہا نہیں آج سب سے معزز شخص میرے بیٹوں کا استاد ہے جس کا جوتا اٹھانے میں میرے بیٹے فخر محسوس کرتے ہیں۔''

علم کی بدولت یہ کمزور انسان، جو بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سے سہم جاتا تھا۔ آج ایسے ہزاروں دھماکے پیدا کرتا ہے۔ بجلی اس کے گھر کی کنیز ہے۔ اس کے ایک معمولی اشارے پر خدمت کے لیے حاضر ہے۔ اُس کا کھانا پکاتی ہے اُس کے کپڑے دھوتی ہے اُس کا لباس تیار کرتی ہے اُسے گرمی و سردی سے محفوظ رکھتی ہے اور اس کی تفریح کے لیے بے شمار سامان پیدا کرنے کے علاوہ بیماری کی حالت میں راحت و آرام پہنچاتی ہے۔

علم انسان کے اخلاق و کردار کی تعمیر کرتا ہے۔ اُسکی اچھائیوں کو نمایاں کرتا اور برائیوں کو مٹاتا ہے۔ یہ انسان میں نیکی بدی میں تمیز کرنے اور اخلاقی کمزوریوں کو دور کرتا ہے اور ان میں اعلیٰ اوصاف پیدا کرتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے ایسے علم سے خدا کی پناہ مانگی ہے جو انسان کو کوئی فائدہ نہ دے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

علم کی وجہ سے سائنس آج ترقی کی معراج پر ہے اس نے کائنات کی بڑی بڑی طاقتوں کو زیر کرلیا ہے۔ بلند و بالا عمارات تعمیر کر لی ہیں۔ جن میں آرام و آسائش کے ہزاروں سامان مہیا ہیں اُس نے علم کی بدولت ہزاروں سینکڑوں بلکہ لاکھوں کروڑوں ایجادات کر لی ہیں۔ آج علم کی وجہ سے انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے۔ اور دوسرے سیاروں کی تسخیر کے لیے جدوجہد کر رہا ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

یہ علم ہی کی برکت ہے کہ انسان لاعلاج امراض کا علاج کرسکتا ہے۔ مفلوج اعضاء کو صحیح وسالم بنا سکتا ہے دواؤں، انجکشنوں اور دیگر ذرائع علاج سے اپنی صحت کو قائم رکھ سکتا ہے اور اب وہ اس تگ ودو میں ہے کہ وہ موت کو بھی فتح کرلے۔ زمین سے گنجینوں کو نکالا اور انہیں صاف کر کے اپنے مصرف میں لایا۔ علم کی بدولت انسان نے سورج، چاند اور ستاروں کی ساخت و بناوٹ اور زمین سے انکی دُوری معلوم کی۔ ہر ایک کا حال جانا۔ اُن کا تجزیہ کرنے کا سلیقہ سیکھا۔

عروج آدمِ خاکی سے؛ انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

علم کی بدولت انسان شہرت عام اور بقائے دوام کا اعزاز پالتیا ہے۔ اُس کا نام رہتی دنیا تک رہتا ہے۔ بقراط، سقراط ارسطو، افلاطون، بوعلی سینا، امام غزالی، امام حنیفہ مولانا روم، شیخ سعدی، شاہ ولی اللہ، سرسید، مولانا شبلی، مولانا حالی اور علامہ اقبال جیسے نامور افراد علم کی وجہ سے آج تاریخ کی کتابوں اور ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور رہیں گے۔

علم افراد کا ہی نہیں قوموں کی ترقی کا بھی باعث ہے آج دنیا کی ترقی یافتہ قومیں علم کی بدولت اس مقام پر ہیں۔ مسلمان جب تک علم سے مشرف رہے عروج پر رہے لیکن علم سے محروم ہو کر پستی کا شکار ہو گئے۔

ہمیں علم کی جستجو میں رہنا چاہیے۔ اس کے ذریعے ہمیں اپنا مستقبل سنوارنا ہے اور اعلیٰ مقام پانا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

خطوط

1۔ اپنے بڑے بھائی کو ایک خط لکھیے جس میں اپنی چھٹی کے پروگرام کا ذکر کیجیے۔

کمرہ امتحان

30 مارچ 2007ء

محترم بھائی جان!

السلام علیکم!

میں بالکل خیریت سے ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ بھی بخیریت ہوں گے۔ میری کارکردگی پڑھائی میں بہت اچھی جا رہی ہے۔ مجھے گرمیوں کی چھٹیاں ہونے والی ہیں۔ چھٹیوں میں میں گاؤں آؤں گا۔ پھر آپ کے ساتھ مل کر خوب سیر کروں گا۔ آپ کا کھیتی باڑی میں ہاتھ بٹاؤں گا۔ آپ کے ساتھ مل کر میں شمالی علاقہ جات کی سیر کو جانا چاہتا ہوں۔ آپ اس سلسلے میں حتمی پروگرام بنا لیجیے گا۔

میں چھٹیوں کا انتظار شدت سے کر رہا ہوں تا کہ آپ کے ساتھ ان چھٹیوں کو پر لطف گزار سکوں۔ میری طرف سے امی، ابو، بہنوں اور بھائی کو بہت سلام۔

والسلام

آپ کا بھائی،

ا۔ ب۔ ج

2۔ اپنے دوست کے نام خط لکھیے جس میں کسی ایسی کتاب کا تذکرہ کیجیے جسے آپ نے پڑھا اور اس نے آپ کو بہت متاثر کیا ہو

کمرا امتحان

29 جنوری 2008ء

پیارے دوست!

السلام علیکم!

میں خیریت سے ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ بھی بخیریت ہوں گے۔ میں آج کل فارغ ہوں کیونکہ سکول میں موسم سرما کی تعطیلات ہیں۔ میں اپنا فارغ وقت علمی و ادبی کتابوں کے مطالعے میں صرف کرتا ہوں۔ میں نے قدرت اللہ شہاب کی کتاب ''ماں جی'' پڑھی ہے۔ جس نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس کتاب کو پڑھیں۔ یقیناً آپ کو اچھی لگے گی۔

پیارے دوست! اس کتاب نے مجھے ایک تو اس وجہ سے متاثر کیا کہ اس کے مصنف قدرت اللہ شہاب کا اندازِ تحریر منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے الفاظ قاری کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں اور دوسرا اس کتاب کا موضوع ہے۔ انہوں نے اس میں اپنی والدہ کی حیات کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ نہایت سادہ مزاج تھیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کی پرورش دینی خطوط پر کی۔ قدرت اللہ شہاب کے والد محترم چونکہ سرکاری ملازم تھے۔ اس لیے وہ برصغیر کے مختلف شہروں میں ان کے ساتھ رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی کا دل نہ دکھایا۔ جب مصنف کے والد کی وفات ہوئی تو انہوں نے صبر کا درس دیا۔ ماں جی مسجد میں گیارہ آنے جمعرات کو بھجوانا نہ بھولتیں۔ ان کی وفات نہایت خاموشی سے ہوئی لیکن والدہ کی زندگی کے گہرے اثرات مصنف کی شخصیت پر ہمیشہ کے لیے ثبت ہو گئے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ایک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابش — میں نے ایک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

اللہ کے فرمان کے مطابق اولاد پر فرض ہے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ خاص طور پر جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اپنے لیے بوجھ نہ سمجھیں۔ ان سے محبت اور احترام سے بات کریں۔ دل میں ان کی عزت اور احترام کو جگہ دیں۔ کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالیں جس سے نفرت کا اظہار ہوتا ہو۔ بلکہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ پیش آئیں۔ والدین کا ادب و احترام صرف ظاہری باتوں تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ دل میں بھی والدین کی عزت ہو۔ بے ادبی کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ اگر کبھی والدین کے حق میں گستاخی یا بے ادبی ہو جائے تو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

ماں باپ سی نعمت کوئی دنیا میں نہیں ہے — حاصل ہو یہ نعمت تو جہاں خلدِ بریں ہے

رسولِ اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس کی زبان پر کلمہ جاری نہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع کی گئی۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''کیا اس کی ماں زندہ ہے؟'' عرض کیا گیا ہاں۔ حضور ﷺ نے اس کی والدہ کو طلب فرمایا۔ جب وہ حاضر ہوئی تو حضور ﷺ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ اپنے بیٹے سے ناراض ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لکڑیاں جمع کی جائیں اور ان میں آگ لگائی جائے اور پھر اس کے بیٹے کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ اس پر ماں تڑپ اٹھی اور عرض کرنے لگی کہ ''حضور ﷺ! اسے آگ میں نہ ڈالا جائے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر تم اپنے بیٹے کو معاف نہیں کرو گی تو خدا اسے آگ ہی میں ڈالے گا۔'' اس پر اس عورت نے اپنے بیٹے کو معاف کر دیا اور اس کے بعد اس کی زبان پر کلمہ جاری ہوا اور وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔

جو خدمت نہ کی تو نے ماں باپ کی — تو پھر زندگی ہے تیری پاپ کی

والدین بچوں کی خدمت اور پرورش میں جو مصائب و تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ بچوں کا فرض ہے کہ اپنی باری پر انہیں مدنظر رکھیں۔ بالخصوص ماں کی تکلیفوں کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں۔ باپ اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے کتنی محنت کرتا ہے۔ وہ اپنی بھوک، پیاس، آرام اور آسائش پر بچے کی ضروریات کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لیے بچوں کا فرض ہے کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچیں اور والدین بوڑھے ہو جائیں تو انہیں نیک بدلہ دینے کی پوری کوشش کریں۔ اس کی یہی صورت ہے کہ والدین کی خدمت کی جائے، ان سے نیک برتاؤ کیا جائے اور نہ صرف ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے بلکہ ان کے جذبات و احساسات کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا جائے اور ان کی پسند اور ذوق کو مدِ نظر رکھا جائے۔ خدا کے بعد والدین اولاد کے بڑے محسن ہوتے ہیں۔ محسن کی خدمت کرنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا اخلاقی فرض بھی ہے۔

There is no friendship, no love, like that of the parent for the child.

سب سے بڑی سعادت ماں باپ کی ہے خدمت — سب سے بڑی عبادت ماں باپ کی ہے خدمت

اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے والدین کے رشتہ داروں، عزیزوں، دوستوں اور سہیلیوں کا لحاظ رکھے۔ رسولِ اکرم ﷺ سے کسی شخص نے پوچھا کہ والدین کی وفات کے بعد میں ان کے ساتھ کیا نیکی کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ان کی بخشش کی دعا مانگو۔ ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو۔ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو اور ان کے دوستوں اور سہیلیوں کی عزت کرو۔''

ایک دفعہ ایک شخص نے آ کر عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا میرے لیے کوئی توبہ ہے؟'' فرمایا ''کیا تیری ماں زندہ ہے؟'' جواب دیا ''نہیں'' دریافت کیا ''خالہ ہے؟'' بتایا ''ہے'' فرمایا ''تو اس کے ساتھ نیکی کر'' یہی اس کی توبہ بتائی۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے ''خالہ بھی ماں کی مانند ہے۔'' پھر ارشاد فرمایا ''چچا بھی باپ کی مانند ہے۔''

اولاد کا فرض ہے کہ وہ والدین کی زندگی میں ان کے لیے دعائے خیر کرے اور وفات کے بعد ان کے لیے مغفرت کی دعا کرے۔ قرآن مجید میں بھی یہ دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ''اے میرے پروردگار! ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا۔'' ایک اور دعا ہے ''اے ہمارے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے۔''

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

آرام کرنے کے لیے بستر مہیا کیا جاتا ہے۔ اس کے بدلے میں ان گداگروں سے ان کی کمائی کا بڑا حصہ وصول کر لیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ سرِ شام قلعہ گجر سنگھ کے باہر ایک صاحب سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک بھکاری آیا۔ جس کے ہاتھ پاؤں میں لرزہ تھا۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا اور میں نے حسبِ توفیق اسے کچھ دے دیا۔ جب وہ جانے لگا تو میری نگاہیں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ میں افسوس کر رہا تھا کہ کاش میں اس کی کچھ اور مدد کر سکتا۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ چند قدم چلنے کے بعد وہ بالکل تندرست آدمیوں کی طرح قدم اٹھانے لگا۔

گداگری قوم کے افراد کو اجتماعی طور پر بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ یہ افراد کے اندر غیرت و حمیت کو ختم کر دیتی ہے۔ آدمی اندر سے بے ضمیر ہو جاتا ہے۔ کسی نے ایک فقیر سے پوچھا ''تمہیں مانگتے ہوئے شرم دامن گیر نہیں ہوتی۔'' وہ ڈھٹائی سے ہنس کر بولا ''ہم تو اس اصول پر عمل کرتے ہیں کہ ہر کسی سے مانگو، ہر وقت مانگو اور ہر جگہ مانگو''۔ سو جن کے دل مردہ ہو جائیں وہ ایسی ہی بے شرمی سے مانگتے ہیں۔

بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو جو ترے آستاں سے اٹھتا ہے

گداگری کام کرنے کی صلاحیت ختم کر دیتی ہے۔ سستی، تن آسانی اور دولت کی ہوس بڑھ جاتی ہے۔ اخلاقی اور نفسیاتی عوارض عام ہو جاتے ہیں۔ انسان گھٹیا عادات کا غلام بن جاتا ہے۔ انسانی رشتے اور اخلاقی اقدار پامال ہو جاتی ہیں۔ بڑی مشہور کہاوت ہے ''منگن گیا سو مر گیا، منگن مُول نہ جا''۔ گداگری کی وجہ سے انسان انسان کا دست نگر ہو جاتا ہے۔

اسلام میں جس قدر گداگری کی مذمت کی گئی ہے اتنی کسی مذہب میں نہیں کی گئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر کوئی گدا مجھ سے وعدہ کرے کہ وہ بھیک نہیں مانگے گا تو میں اسے جنت کی بشارت دوں گا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ''اے مسلمانو! اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ احکامِ الٰہی بجالاؤ اور لوگوں سے کچھ نہ مانگو۔''

یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ سے، گر سواری کی حالت میں کوڑا گر جاتا تو وہ اس خیال سے کہ کہیں یہ بھی سوال میں داخل نہ ہو، کسی راہ چلتے سے اپنا کوڑا اٹھانے کے لیے بھی نہیں کہتے تھے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے جو شخص اپنی رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پشت پر لائے اور اس کو فروخت کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت رفع کرے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگے۔ پھر وہ اس کو کچھ دیں یا دھتکار دیں۔''

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔'' بقول مولانا حالی

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی
خبر تا کہ لو اس سے اپنی پرائی نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی

گداگروں کی تعداد میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے اور عورتیں، جوان اور بوڑھے سب اس میں شامل ہیں۔ پنجاب بھر میں گداگروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے سلسلے میں روزنامہ انصاف نے 21 ستمبر 2000ء کو ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق پورے پنجاب میں گداگروں کی تعداد 9400 ہے۔ یہ وہ تعداد ہے جو اخباری ذرائع کے مطابق صرف پنجاب میں ہے جبکہ پورے ملک میں اصل تعداد کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

گداگری کے بڑھتے ہوئے رجحان کے معاشرے پر بہت گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس سے ناخواندگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انسانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو رہی ہے جو فکرِ سلیم سے محروم ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس گھر میں آٹا نہ ہو اس سے مشورہ مت کیا کرو کیونکہ وہ شخص پریشان فکر ہوتا ہے اس کا فیصلہ ٹھیک نہیں ہو سکتا''۔ اس کی وجہ سے اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔ گداگری میں اضافے کی وجہ سے ٹریفک کے مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ گداگری بڑے پیمانے پر جرائم میں اضافے کا باعث بھی بن رہی ہے۔ گداگر ملک کی معاشی ترقی

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

انسانوں کی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے سائنس دانوں نے ایسی کھادیں تیار کر لی ہیں جن سے فی ایکڑ پیداوار میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ جدید مشینوں کے استعمال سے کھیتی باڑی کا کام آسان ہو گیا ہے۔ سیم اور تھور کے مسئلے پر بہت حد تک قابو پا لیا گیا ہے۔ اچھی فصل لینے کے لیے بہتر اور بیماریوں سے پاک بیج استعمال کیے جا رہے ہیں۔ کرم کش ادویات سے کروڑوں ٹن غلہ محفوظ ہو گیا ہے۔ زرعی ادویات کے ذریعے ٹڈی دل اور دیگر موذی حشرات کو ختم کرنا ممکن ہو گیا ہے۔ پانی کی کمی کا مسئلہ دریاؤں پر بند باندھ کر اور نہریں نکال کر حل کیے جا رہے ہیں۔ گویا سائنس نے زراعت کو ایک آسان اور منفعت بخش پیشہ بنا دیا ہے۔

آج کی سائنس نے پورا نظام مشینی کر دیا ہے۔ انسان کے اکثر کام اب مشینوں کی مدد سے ہونے لگتے ہیں۔ گو کہ یہ خودکار مشینی نظام زیادہ تر یورپ میں ہے لیکن آہستہ آہستہ دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں بھی یہ نظام رائج ہو رہا ہے۔ اگر آپ کو ڈاک کے لفافے یا ٹکٹ درکار ہوں تو ڈاک خانے کی مشین میں رقم ڈال کر اپنے مطلوبہ ٹکٹ اور لفافے حاصل کر سکتے ہیں۔ بنکوں میں ایسی مشینیں لگی ہوئی ہیں جن کے کارڈ بنوا کر آپ چوبیس گھنٹوں میں جب چاہیں اپنی رقم نکال سکتے ہیں۔ دکانوں میں مشروبات کے لیے مشین میں رقم ڈال کر آپ اپنے من پسند مشروبات حاصل کر سکتے ہیں۔ چائے یا کافی بھی مشین کے ذریعے مل سکتی ہے۔ اخبارات بھی اس مشینی نظام کے ذریعے دستیاب ہیں۔ اب تو ایسے روبوٹ ایجاد ہو چکے ہیں جو ہمارے اکثر گھریلو کام بآسانی سرانجام دے سکتے ہیں۔ مثلاً گھر کی صفائی کرنا، کپڑے دھونا، کھانا پکانا، کاغذات ٹائپ کرنا وغیرہ۔ اہم بات یہ ہے کہ اب روبوٹ ماہر ڈاکٹروں کی طرح مریضوں کے آپریشن بھی کرنے لگے ہیں لیکن Elbert Hubbard کی یہ بات ضرور یاد رکھیں:

One machine can do the work of fifty ordinary men. No machine can do the work of one extraordinary man.

سائنس کی سب سے تہلکہ خیز ایجاد کمپیوٹر ہے۔ بظاہر تو یہ حساب کتاب کی ایک مشین ہے لیکن اس کا دائرہ عمل انسان کی سوچوں کی طرح بہت وسعت کا حامل ہے۔ اس سے پوری دنیا استفادہ کر رہی ہے۔ جدید سائنسی تحقیق میں تو کمپیوٹر کا استعمال ہوتا ہی ہے مگر اب یہ دنیا کی کاروباری، معاشی اور معاشرتی زندگی کا بھی حصہ بن گیا ہے۔ سارے کا سارا نظام کمپیوٹر کے سپرد ہے۔ ایئرپورٹ پر جہازوں کی آمد و رفت، ٹکٹوں کی خرید و فروخت کا انتظام مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ ہے۔ اخبارات و رسائل کمپیوٹر کی بدولت ہی زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ سائنسی علوم کی پیچیدگیوں کے حل، زبانوں کے تراجم، امراض کی تحقیق وغیرہ میں بھی کمپیوٹر بھرپور مدد کر رہا ہے۔ خلائی نظام کا تو سارا نظام ہی کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا مرہونِ منت ہے۔ کمپیوٹر جہازوں، مصنوعی سیاروں اور راکٹوں کی خرابیوں کا پتا چلا کر ان کو درست کرنے کی تدابیر بھی تجویز کرتا ہے۔

انسان کی تفریح اور آسودگی کے لیے بھی سائنس نے بہت سے سامان پیدا کیے ہیں۔ مثلاً ویڈیو گیمز، ڈی وی ڈی، سی ڈی پلیئر، وی سی ڈی، وی سی آر، انٹرنیٹ، کیبل نیٹ ورک، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈر، گراموفون، سینما وغیرہ۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن تو انسانی ذہن کے معجزے ہیں۔ ہم گھر بیٹھے دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں منعقد ہونے والی تقریبات، کھیلوں کے مقابلے اور تفریحی مشاغل ٹیلی ویژن پر براہِ راست دیکھ سکتے ہیں۔ ریڈیو نے نہ صرف دنیا جہان کے علوم کی راہیں کھول دی ہیں بلکہ ہماری اداس شاموں کو بھی خوشگوار بنا دیا ہے۔

ٹیلی فون، موبائل، وائرلیس اور فیکس نے پیغام رسانی کو بہت آسان بنا دیا ہے۔ دنیا سمٹ کر ایک چھوٹے سے گاؤں کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے رشتے داروں اور دوستوں سے فون یا موبائل پر لمحوں میں بات ہو سکتی ہے۔ ہم پہاڑوں پر ہوں یا جنگلوں میں۔ صحرا میں ہوں یا دنیا کے دور دراز علاقوں میں، موبائل کے ذریعے اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب سے مسلسل رابطہ رکھ سکتے ہیں۔

اتنا چسکا مجھے افشائے حقیقت کا پڑا
آسمانوں میں بھی روزن پسِ روزن دیکھوں

سائنس نے گھر میں کام کرنے والی عورتوں کو گھریلو کام کاج میں بہت سہولتیں مہیا کر دی ہیں۔ کپڑے اور برتن دھونے، مصالحہ پیسنے، آٹا گوندھنے کی مشینیں، فرش صاف کرنے کے لیے ویکیوم، استری، پریشر ککر اور اوون سب سائنس ہی کی بدولت معرضِ وجود میں آئے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

خطوط

1۔ اپنے بڑے بھائی کو ایک خط لکھیے جس میں اپنی چھٹی کے پروگرام کا ذکر کیجیے۔

کمرہ امتحان

30 مارچ 2007ء

محترم بھائی جان!

السلام علیکم!

میں بالکل خیریت سے ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ بھی بخیریت ہوں گے۔ میری کارکردگی پڑھائی میں بہت اچھی جا رہی ہے۔ مجھے گرمیوں کی چھٹیاں ہونے والی ہیں۔ چھٹیوں میں میں گاؤں آؤں گا۔ پھر آپ کے ساتھ مل کر خوب سیر کروں گا۔ آپ کا کھیتی باڑی میں ہاتھ بٹاؤں گا۔ آپ کے ساتھ مل کر میں شمالی علاقہ جات کی سیر کو جانا چاہتا ہوں۔ آپ اس سلسلے میں حتمی پروگرام بنا لیجیے گا۔

میں چھٹیوں کا انتظار شدت سے کر رہا ہوں تا کہ آپ کے ساتھ ان چھٹیوں کو پر لطف گزار سکوں۔ میری طرف سے امی، ابو، بہنوں اور بھائی کو بہت سلام۔

والسلام

آپ کا بھائی،

ا۔ب۔ج

2۔ اپنے دوست کے نام خط لکھیے جس میں کسی ایسی کتاب کا تذکرہ کیجیے جسے آپ نے پڑھا اور اس نے آپ کو بہت متاثر کیا ہو

کمرا امتحان

29 جنوری 2008ء

پیارے دوست!

السلام علیکم!

میں خیریت سے ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ بھی بخیریت ہوں گے۔ میں آج کل فارغ ہوں کیونکہ سکول میں موسم سرما کی تعطیلات ہیں۔ میں اپنا فارغ وقت علمی و ادبی کتابوں کے مطالعے میں صرف کرتا ہوں۔ میں نے قدرت اللہ شہاب کی کتاب ''ماں جی'' پڑھی ہے۔ جس نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس کتاب کو پڑھیں۔ یقیناً آپ کو اچھی لگے گی۔

پیارے دوست! اس کتاب نے مجھے ایک تو اس وجہ سے متاثر کیا کہ اس کے مصنف قدرت اللہ شہاب کا اندازِ تحریر منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے الفاظ قاری کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں اور دوسرا اس کتاب کا موضوع ہے۔ انہوں نے اس میں اپنی والدہ کی حیات کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ نہایت سادہ مزاج تھیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کی پرورش دینی خطوط پر کی۔ قدرت اللہ شہاب کے والد محترم چونکہ سرکاری ملازم تھے۔ اس لیے وہ برصغیر کے مختلف شہروں میں ان کے ساتھ رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی کا دل نہ دکھایا۔ جب مصنف کے والد کی وفات ہوئی تو انہوں نے صبر کا درس دیا۔ ماں جی مسجد میں گیارہ آنے جمعرات کو بھجوانا نہ بھولتیں۔ ان کی وفات نہایت خاموشی سے ہوئی لیکن والدہ کی زندگی کے گہرے اثرات مصنف کی شخصیت پر ہمیشہ کے لیے ثبت ہو گئے۔

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

اس کتاب کو آپ بھی ضرور پڑھنا کیونکہ ماں جی کی زندگی اور محبت ہمارے لیے بھی مشعل راہ ہے۔ میری طرف سے امی، ابو اور بہن بھائیوں کو سلام کہنا۔

والسلام

آپ کا دوست

ل۔ب۔ج

3۔ اپنی بہن کے نام ایک خط لکھیے جس میں کسی تاریخی عمارت کی سیر کا حال لکھیے۔

کمرا امتحان

20 جنوری 2008ء

پیاری بہن!

السلام علیکم!

میں خیریت سے ہوں۔ امید کرتی ہوں آپ بھی خیریت سے ہوں گی۔ میں دسمبر میں اپنے سکول کے ساتھ ایک تاریخی عمارت کی سیر کرنے گئی تھی۔ مجھے بہت مزہ آیا۔ میں نے سوچا کہ آپ کو بھی اس عمارت کے بارے میں بتاؤں۔ یہ تاریخی عمارت جس کا نام قلعہ روہتاس ہے، دریائے جہلم کے قریب واقع ہے۔ اسے سولہویں صدی میں شیر شاہ سوری نے تعمیر کروایا۔ اس قلعے کو دیکھ کر انسانی زندگی کی بے ثباتی کا بڑی شدت سے احساس ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑے رقبے پر پھیلا ہوا ہے اور اس کی باقیات کہیں مینار تو کہیں دیوار کی صورت میں نظر آتی ہیں۔

ہم تقریباً گیارہ بجے یہاں پہنچ گئے۔ یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ ہم نے قلعہ ذوق وشوق سے دیکھا اور بلند و بالا پہاڑوں کو دیکھ کر قدرت کی صناعی پر حیران رہ گئے۔ ہم نے وہاں رانی محل اور مان سنگھ کی حویلی بھی دیکھی۔ یہ عمارت بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اس کے بارہ دروازے ہیں۔ وہاں پر ایک عجائب گھر بھی ہے۔ جس میں قدیم نوادرات رکھے ہوئے ہیں۔ وہاں ایک قدیم کنواں بھی ہے، جو بہت گہرا ہے۔ اب وہ سیاحوں کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ ہم نے قلعے کی سیر سے لطف اٹھایا اور چار بجے واپس آ گئے۔

آپ بھی قلعہ روہتاس جائیں اور اس قدیم شاہکار کو دیکھیں۔ میری طرف سے امی، ابو، بھائی اور بہنوں کو سلام۔

والسلام

آپ کی بہن

ل۔ب۔ج

4۔ اپنے دوست کے نام خط میں کوئی ایسا واقعہ بیان کیجیے جس سے آپ کی حاضر دماغی کا اندازہ ہوتا ہے

کمرا امتحان

30 مارچ 2008ء

پیارے دوست!

السلام علیکم!

میں خیریت سے ہوں۔ امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ ہمارے امتحانات قریب آ رہے ہیں اور میں دلجمعی سے پڑھائی کر رہا ہوں۔ ایک مہینا پہلے ہمارے سکول والے ہمیں شمالی علاقہ جات کے تفریحی دورے پر لے کر گئے۔ ہم بہت لطف اندوز ہوئے۔ مگر ایک واقعہ میرے ساتھ ایسا پیش آیا

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

جونا قابل فراموش بن گیا۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ سارے دوست ایک پہاڑ کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں گھنا جنگل تھا۔ میں اپنے دوستوں سے بچھڑ گیا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ میں بہت پریشان ہوا۔ ابھی سوچوں میں غلطاں تھا کہ ایک ریچھ سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ میں نے سوچا کہ اب کیا کروں۔ میرے ذہن میں دو دوستوں کی کہانی آ گئی۔ میں زمین پر لیٹ گیا اور سانس روک لیا۔ ریچھ قریب آ گیا۔ اس نے مجھے سونگھا اور مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور چلا گیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ تھوڑی دیر میں میرے دوست بھی مجھے ڈھونڈتے ہوئے پہنچ گئے۔ میں نے انہیں اپنی حاضر دماغی کا قصہ سنایا تو انہوں نے بھی اللہ کا شکر ادا کیا۔ میں اب بھی اس واقعے کو یاد کرتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں امتحانات سے فارغ ہوتے ہی تمہارے گاؤں آؤں گا۔ پھر مل کر خوب تفریح کریں گے۔

میری طرف سے خالہ، خالو اور بہن بھائیوں کو سلام۔

والسلام

آپ کا دوست

ا۔ب۔ج

5۔ فرض کیجیے کہ آپ کے چچا جاپان میں ہیں۔ خط لکھ کر ان سے پوچھیے کہ جاپانیوں کا طرزِ زندگی کیا ہے؟

کمرا امتحان

2 فروری 2008ء

محترم چچا جان!

السلام علیکم!

ہم سب خیریت سے ہیں۔ امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ میں نہم کلاس میں ہوں اور دو، تین مہینے بعد میرے سالانہ امتحان ہونے والے ہیں۔ چچا جان میں دلجمعی سے پڑھ رہا ہوں۔ جب سے آپ جاپان گئے ہیں۔ ہم بہت اداس رہتے ہیں۔ آپ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔ آپ اپنی خیریت کی اطلاع جلدی کر دیا کریں۔

چچا جان! ہماری نہم جماعت کی اردو کی کتاب میں ایک سبق ''ٹوکیو کی سیر'' کے نام سے ہے۔ اس میں جاپانیوں کے طرزِ زندگی اور تہذیب کے بارے میں مختصراً بتایا گیا ہے۔ اس سبق کو پڑھ کر مجھے جاپانیوں کے طرزِ زندگی کے بارے میں مزید جاننے کا شوق پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ قوم محنتی اور جفاکش ہے اور ان کا رہن سہن دوسری تہذیب کے لوگوں سے منفرد ہے۔ آپ اپنے اگلے خط میں مجھے جاپانیوں کے طرزِ زندگی اور تہذیب کے بارے میں ضرور بتائیں تاکہ میری معلومات میں اضافہ ہو سکے۔ اپنا خیال رکھیے گا۔

والسلام

آپ کا بھتیجا

ا۔ب۔ج

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

6- **آپ نے اپنے دوست کو کچھ رقم ادھار دی تھی۔ اب آپ کو ضرورت ہے۔ خط لکھ کر تقاضا کیجیے مگر اس صورت سے کہ آپ کے دوست کو ناگوار نہ ہو**

کمرا امتحان

12 فروری 2008ء

پیارے دوست!

السلام علیکم!

میں خیریت سے ہوں۔ امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ میری والدہ ان دنوں علیل ہیں اور وہ ایک پرائیویٹ ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ ان کے علاج پر ہزاروں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ آپ کو تو پتا ہے۔ میرے والد صاحب سرکاری ملازم ہیں اور میں ایک طالب علم ہوں۔ لہٰذا قلیل آمدنی میں گھر کا خرچ اور ہسپتال کے اخراجات برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔

پیارے دوست! آپ نے کچھ روپے مجھ سے ادھار لیے تھے۔ براہِ مہربانی وہ رقم مجھے واپس کر دیں۔ اس سے میری مدد ہو جائے گی۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اتنی جلدی آپ پیسے نہیں لوٹا سکتے مگر آپ میری مجبوری کو سمجھ کر جلدی یہ کوشش کریں تاکہ میں اپنی ماں کا علاج بروقت کروا سکوں۔

میری طرف سے گھر والوں کو سلام۔

والسلام

آپ کا دوست

ا۔ب۔ج

7- **اپنی خالہ کو ایک خط لکھیے جس میں یہ بتائیے کہ آپ نے اپنا مکان بدل لیا ہے اور آپ کے نئے محلّہ دار کیسے ہیں؟**

کمرا امتحان

12 فروری 2008ء

پیاری خالہ!

السلام علیکم!

آپ کا کیا حال ہے؟ آپ تو ہمیں بھول ہی گئی ہیں۔ آپ کو ہم نے خط لکھا مگر جواب موصول نہ ہوا۔ ہم خیریت سے ہیں اور آپ کو یہ اطلاع فراہم کرنا تھی کہ ہم نئے گھر میں منتقل ہو گئے ہیں۔ نیا گھر بہت خوبصورت اور کشادہ ہے۔ ہمارے گھر میں ایک باغیچہ بھی ہے۔ جس میں رنگ برنگ کے پودے لگے ہوئے ہیں ہم بہت خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ ہمارے ہمسائے بھی بہت اچھے ہیں۔ ہمارا بہت خیال رکھتے ہیں۔ جس دن ہم اس گھر میں منتقل ہوئے اس دن ہمسایوں نے ہمارا سامان ٹرک سے اتروانے میں مدد کی اور گھر کی آرائش میں بھی ہاتھ بٹایا۔ جب تک ہمارا باورچی خانہ، کھانا پکانے کے قابل نہ ہوا، تب تک صبح اور شام کو کھانا ہمسایوں کے گھر سے آیا۔

پیاری خالہ! آپ ہمارے گھر جلدی آئیں۔ پھر ہم آپ کو اپنے ہمسائیوں سے بھی ملوائیں گے اور آپ ہمارا گھر دیکھ کر اور ہمارے ہمسائیوں سے مل کر خوش ہوں گی۔ خالو جان اور ثنا آپی کو بہت سلام۔

والسلام

آپ کا بھانجا

ا۔ب۔ج

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

8۔ مالک مکان کے نام خط لکھیے جس میں اسے مکان کی مرمت کی طرف توجہ دلائیے۔

کمرا امتحان

19 فروری 2008ء

محترمی و مکرمی شیخ صاحب!

السلام علیکم!

آپ یقیناً خیریت سے ہوں گے۔ میں آپ کے مکان میں عرصہ ایک سال سے مقیم ہوں اور آپ کی توجہ اس مکان کی طرف دلوانا چاہتا ہوں۔ جب میں اس مکان میں رہائش پذیر ہوا تھا تب ہی ان کمروں کی حالت خستہ تھی۔ اب تو اتنا عرصہ گزر چکا ہے مگر آپ نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ براہِ مہربانی آپ دیواروں پر پلستر لگوا کر سفیدی کرا دیں اور جہاں جہاں سے فرش ٹوٹا ہوا ہے اسے مرمت کرا دیں۔ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ سیڑھیوں کی اینٹیں اکھڑنا شروع ہو گئی ہیں۔ ان پر اینٹیں اور سیمنٹ لگوا دیں۔ تاکہ وہ پاؤں رکھنے کے قابل ہو جائیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس طرف توجہ دیں گے اور جلد از جلد شکایات دور کر دیں گے۔ اگر آپ ہمارے یہ مسائل حل کر دیں تو ہم طویل عرصے تک آپ کے مکان میں رہ سکتے ہیں۔ شکریہ

والسلام

آپ کا کرایہ دار

ل۔ب۔ج

9۔ سوئی گیس کمپنی کے نام ایک خط لکھیے کہ آپ اپنے گھر میں گیس لگوانا چاہتے ہیں۔ اپنی ضروریات کی مکمل تفصیل لکھنا نہ بھولیے

کمرا امتحان

19 فروری 2008ء

محترم چیئرمین صاحب، محکمہ سوئی گیس ل۔ب۔ج

السلام علیکم!

مکرمی میں عرصہ پانچ سال سے اس علاقے میں مقیم ہوں۔ لیکن ابھی تک محکمہ سوئی گیس نے ہمیں گیس فراہم نہیں کی۔ اس وجہ سے ہمیں بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ کھانا پکانے کے لیے ہم لکڑیاں یا ایل۔ پی۔ جی استعمال کرتے ہیں۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ ایل۔ پی۔ جی کی قیمتیں آسمانوں سے باتیں کر رہی ہیں۔ آج کل سردی کا موسم ہے۔ پانی اور کمرا گرم کرنے کے لیے دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سردی لگنے کی وجہ سے بخار اور زکام ہو جاتا ہے۔ جس سے پریشانی مزید بڑھ جاتی ہے۔ التماس ہے کہ ہمیں سوئی گیس کا کنکشن دیا جائے۔ تاکہ ہم بھی اس سہولت سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی کو سہل بنا سکیں۔ زیادہ آداب

نیازمند

ل۔م۔ن

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

10۔ کسی فیکٹری کے مینیجر کے نام خط لکھیے جس میں فیکٹری دیکھنے کی اجازت مانگیے۔

کمرا امتحان

19 فروری 2008ء

محترم فیکٹری مینیجر صاحب، پاکستان ٹیکسائل مل۔ل۔ب۔ج

السلام علیکم!

مکرمی! مجھے ٹیکسٹائل مل دیکھنے کا بہت شوق ہے کیونکہ میری دلچسپی ٹیکسٹائل مل مصنوعات میں ہے اور میں کپڑا بننے کے مختلف مراحل دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس میں ریشوں کو بنانا، رنگنا، تھان بنانا، مہریں لگانا وغیرہ اور مختلف مشینوں کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں جن کی مدد سے کپڑا بنایا جاتا ہے۔ ٹیکسٹائل مل دیکھنے سے میری معلومات میں اضافہ ہوگا اور اب تک مل سے متعلق جو کچھ پڑھتا رہا، وہ مجھے دیکھنے کا موقع مل جائے گا۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ مجھے اپنی فیکٹری دیکھنے کی اجازت دے دیں تاکہ میں معلومات حاصل کر سکوں۔ زیادہ آداب

نیازمند

ل۔م۔ن

11۔ کسی اخبار کے مدیر کے نام خط لکھ کر ٹریفک کی بدانتظامی کی طرف توجہ دلایئے۔

کمرا امتحان

23 فروری 2008ء

مکرمی و محترمی مدیر صاحب، روزنامہ ل۔ب۔ج

السلام علیکم!

جناب میں آپ کے اخبار کی وساطت سے اعلیٰ حکام کی توجہ ٹریفک کی بدانتظامی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ہمارے علاقے میں ٹریفک بہت زیادہ ہوتی ہے۔ درمیانی چوک پر ٹریفک ہر وقت پھنسی رہتی ہے۔ لوگ دھڑا دھڑ آگے نکلنے کی کوشش میں پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ اس چوک پر اشارے اکثر خراب رہتے ہیں۔ جس وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوتی ہے۔ ٹریفک وارڈنز بھی اپنی ذمہ داری صحیح طرح نہیں نبھاتے اور اتنے بڑے چوک پر صرف دو وارڈن ہوتے ہیں۔ براہِ مہربانی ٹریفک وارڈنز کی تعداد بڑھائی جائے۔ نیز اس علاقے کے تمام اشارے بھی ٹھیک کروائے جائیں۔ لوگوں میں ٹریفک کی پابندی کا شعور پیدا کرنے کے لیے آپ کا اخبار رہنمائی کرے۔ اس طرح یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ امید ہے کہ آپ کا اخبار اس مسئلے کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

والسلام

نیازمند

ل۔م۔ن

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

12۔ اپنے استاد کے نام خط لکھیے جس میں اپنی کسی مشکل کے لیے مدد مانگیے۔

کمرا امتحان

30 مارچ 2008ء

محترمی و شفیقی استادِ محترم!

السلام علیکم!

آپ کی خیریت نیک مطلوب ہے۔ میں اللہ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں۔ میرے امتحانات ہونے والے ہیں۔ تقریباً اپریل کے اواخر میں شروع ہو جائیں گے۔ مجھے اپنے پرچہ اردو میں چند مشکلات ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میری رہنمائی کریں تا کہ میں ان مسائل کو حل کر کے اچھے نمبروں میں کامیاب ہو جاؤں۔

استادِ محترم! آپ کو تو معلوم ہے۔ اگر درخواست اور خط صحیح طرح سے نہ لکھیں تو نمبر کم ملتے ہیں۔ مجھے درخواست اور خط لکھنے کا سب سے بہتر طریقہ درکار ہے۔ اس کے علاوہ اشعار کی تشریح کو کس طرح سے بہتر کیا جا سکتا ہے؟ آپ اس سلسلے میں میری ضرور رہنمائی فرمائیں تا کہ آپ کی ہدایات پر عمل کر کے میں امتحانات میں اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤں۔

آپ کی شخصیت میرے لیے مشعل راہ ہے۔ میری دعا ہے کہ آپ کے علم کو اللہ مزید وسعت عطا کرے اور آپ اسی طرح چراغ سے چراغ روشن کرتے جائیں۔

والسلام

آپ کا شاگرد

ا۔ب۔ج

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کہانیاں

1۔ کوے کا انتقام

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی جنگل میں ایک درخت پر کوؤں کا ایک جوڑا رہتا تھا۔ انہیں کسی قسم کا غم نہ تھا اور وہ ہنسی خوشی وقت گزارتے اور جنگل کی آزاد فضاؤں میں اڑتے پھرتے تھے۔ ناگہانی طور پر وہ ایک مصیبت سے دوچار ہو گئے۔ جس درخت پر ان کا گھونسلہ تھا اس درخت کی جڑ میں ایک سانپ رہتا تھا۔ وہ بل میں گھسا رہتا۔ لیکن جب کوے وہاں موجود نہ ہوتے تو وہ پھنکارتا پھرتا۔ ایک دن وہ موقع پا کر درخت پر چڑھ گیا اور لپک کر کوؤں کے بچے کھا گیا۔ جب کوؤں کا جوڑا واپس آیا تو انہوں نے گھونسلا خالی اور بچوں کو غائب پایا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ اسی سانپ کی کارستانی ہے۔ کوی نے کہا ہم سانپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہم اسی صورت میں محفوظ رہ سکتے ہیں کہ اس درخت کو چھوڑ دیں اور کہیں اور جا بسیرا کریں۔ لیکن کوا نہ مانا۔ اس کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ ہر صورت میں سانپ سے اپنے بچوں کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ کوے کی عقلمندی تو مشہور ہی ہے۔ اسے ایک ترکیب سوجھی۔ وہ اڑا اور شاہی محل کی منڈیر پر آ بیٹھا۔ اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو ایک کھونٹی پر موتیوں کا ہار لٹکتا ہوا دیکھا۔ اس نے ہار پنجوں میں دبایا اور محل کی منڈیر پر جا بیٹھا تا کہ محل والے آگاہ ہو جائیں۔ ادھر کوؤں نے شور مچایا اور آسمان سر پر اٹھا لیا۔ پیادوں نے یہ سارا ماجرا دیکھا۔ وہ کوے کے پیچھے دوڑے۔ کوا اڑ کر اپنے درخت پر جا بیٹھا۔ اس نے دیکھا کہ سانپ مستی میں جھوم رہا تھا۔ کوے کو دیکھ کر پھنکارنے لگا۔ کوے نے بڑی صفائی اور ہنرمندی سے ہار سانپ کے پھن میں ڈال دیا۔ سانپ باغ باغ ہو گیا۔ وہ ہار پہن کر خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ لیکن اسے کیا خبر تھی کہ یہی ہار اس کی ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔ اتنے میں پیادے بھی وہاں پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر سانپ فوراً بل میں گھس گیا۔ لیکن پیادوں نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے کدالوں کے ذریعے سانپ کا بل کھودا۔ آخر سانپ ان کے قابو میں آ گیا اور انہوں نے اسے مار ڈالا اور ہار لے کر واپس محل کو چلے گئے اور اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس طرح عقل مند اور چالاک کوے نے سانپ سے اپنے بچوں کا انتقام لے لیا۔

نتیجہ: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

2۔ نیبو نچوڑ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی شہر میں ایک ہوٹل میں ایک مسافر کھانا کھا رہا تھا۔ اسی دوران ایک اجنبی شخص ہوٹل میں داخل ہوا۔ وہ ایک مفت خورہ تھا۔ اس کے پاس کوئی پیسہ نہ تھا۔ اسے محنت مزدوری کر کے روزی کمانے کی عادت نہ تھی بلکہ وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھا رہتا اور دوسروں کے رحم و کرم پر مفت میں اپنا پیٹ بھرنے کا عادی تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی جیب میں ایک لیموں رکھتا۔ جب بھی کوئی مہمان کھانا کھانے میں مصروف ہوتا وہ اس کے پاس پہنچ کر کہتا کہ جناب کھانے کا اصل مزا تو لیموں ہی سے ہے۔ وہ مہمان بے چارا اخلاقاً اسے شریک طعام ہونے کی دعوت دیتا اور اس طرح وہ مفت خورہ اپنا پیٹ بھر لیتا۔ اس دفعہ بھی اس نے یہی حربہ استعمال کیا۔ وہ اس مہمان کے پاس پہنچا۔ اسے سلام کیا اور کہا جناب کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ کھانے میں لیموں استعمال نہیں کرتے۔ حالانکہ کھانے کا حقیقی لطف تو لیموں سے ہی ہے۔ وہ مہمان ایک شریف الطبع انسان تھا۔ اس نے کہا آیئے جناب آپ بھی میرے ساتھ کھانے میں شرکت فرمائیں۔ بس مفت خورے کو اور کیا چاہیے۔ اس کی دلی مراد بر آئی۔ اس نے کھانے میں کچھ لیموں نچوڑا اور خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد اس نے مہمان کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چلتا بنا۔ اب اس مہمان کو کھانے کا دگنا بل دینا پڑا۔ سچ ہے ایک لیموں نچوڑ کس قدر بے شرم ہوتا ہے۔ اسے اپنی عزت نفس کا قطعاً خیال نہیں ہوتا۔

نتیجہ: مفت خوری بہت ذلیل کام ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

3۔نادان کی دوستی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک امیر شخص نے ایک بندر پالا ہوا تھا۔ وہ ہر وقت بندر کو اپنے ساتھ رکھتا۔ بندر بھی اپنے آقا سے بہت مانوس ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ امیر سفر پر روانہ ہوا۔ اس نے بندر کو بھی ہمراہ لے لیا۔ راستے میں امیر نے ایک جگہ ستانے کے لیے پڑاؤ کیا۔ وہ لیٹا تو اسے نیند آ گئی اور خراٹے لینے لگا۔ بندر پاس بیٹھ گیا اور پنکھا کرنے لگا تا کہ امیر کے منہ پر مکھیاں نہ بیٹھیں۔ اس نے دیکھا کہ ایک مکھی بار بار امیر کے منہ پر آ کر بیٹھتی ہے تو بندر نے خنجر پوری قوت سے امیر کے منہ پر دے مارا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امیر کی ناک کٹ گئی۔ امیر ہڑبڑا کر اٹھا تو دیکھا کہ ناک سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہے۔ اس نے بندر کو خنجر پکڑے ہوئے دیکھا جو خون سے آلودہ ہو رہا تھا۔ امیر کو بہت طیش آیا۔ اس نے سوچا کہ نادان کی دوستی کتنی خطرناک ہوتی ہے۔ اس نے بندر کے ہاتھ سے خنجر چھین لیا اور پھر غصے کے عالم میں ایک ہی وار میں بندر کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے زخمی ناک کی مرہم پٹی کی اور آئندہ کے لیے محتاط ہو گیا کہ نادان کی دوستی اختیار نہ کی جائے۔

نتیجہ: نادان کی دوستی خطرناک ہوتی ہے۔

4۔حلوائی اور دیہاتی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دیہاتی شہر میں سیر و تفریح کے لیے آیا۔ وہ کچھ دیر ادھر ادھر گھومتا رہا۔ اسی دوران اسے کچھ بھوک محسوس ہوئی۔ وہ ایک حلوائی کی دکان پر پہنچا اور اسے مٹھائی کا آرڈر دیا۔ حلوائی بڑا چالاک تھا۔ اس نے دیکھا کہ یہ ایک سادہ لوح دیہاتی ہے۔ اسے الو بنانا چاہیے۔ چنانچہ حلوائی نے مٹھائی تولتے وقت ڈنڈی ماری اور مٹھائی کا لفافہ دیہاتی کو پکڑا دیا۔ دیہاتی نے کہا کہ یہ مٹھائی مجھے وزن میں کم معلوم ہوتی ہے۔ حلوائی نے چالاکی سے جواب دیا کہ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ تمہیں زیادہ وزن نہ اٹھانا پڑے گا۔ اب دیہاتی بھی اتنا بیوقوف نہ تھا کہ حلوائی کی باتوں میں آ جائے۔ اس نے بھی مٹھائی کے پیسے کم ادا کیے اور جب حلوائی نے اعتراض کیا کہ پیسے تھوڑے ہیں تو دیہاتی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ تمہیں پیسے زیادہ گننا نہیں پڑیں گے۔ حلوائی بہت شرمندہ ہوا۔ اس نے دیہاتی کو پوری مٹھائی تول کر دی اور دیہاتی نے بھی پورے پیسے ادا کر دیئے۔

نتیجہ: ایسے کو تیسا۔

5۔عادت کی خرابی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دریا کے کنارے ایک جنگل میں ایک بچھو اور کچھوا رہتے تھے۔ دونوں میں گہری دوستی تھی۔ کچھوا تو دریا میں ڈبکیاں لگاتا لیکن بچھو دریا کے کنارے پر ہی گھومتا رہتا۔ اس کے دل میں دریا کی سیر کرنے کی بڑی حسرت تھی۔ آخر اس نے کچھوے سے کہا کہ یار! تم اکیلے ہی دریا کی سیر کرتے ہو۔ کبھی ہمیں بھی اس کا موقع دو۔ کچھوے نے کہا کہ بڑے شوق سے تم میری پیٹھ پر سوار ہو جاؤ اور اس طرح تم دل کھول کر دریا کی سیر کر لو گے۔ چنانچہ بچھو کچھوے کی پیٹھ پر سوار ہو گیا اور کچھوا دریا میں تیرنے لگا۔ وہ دریا کی سیر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ جب کچھوا دریا کے وسط میں پہنچا تو اس نے کھٹ کھٹ کی آواز سنی۔ اس نے بچھو سے پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ بچھو نے کہا کہ میں ڈنک چلا رہا ہوں۔ کچھوے نے کہا کیوں؟ یہ کیا شرافت ہے کہ میں تمہارے ساتھ نیکی کر رہا ہوں اور تم میرے ساتھ برائی سے پیش آ رہے ہو۔ بچھو نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ ڈنک مارنا میری عادت ہے اور میں اس عادت کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ کچھوا پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ اس نے سوچا کہ بچھو کو سبق سکھانا چاہیے۔

اس نے بچھو سے کہا کہ میری بھی ایک عادت ہے۔ وہ یہ کہ میں دریا میں غوطہ لگایا کرتا ہوں۔ بچھو بہتیرا چلایا کہ میں ڈوب کر مر جاؤں گا۔ لیکن کچھوے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

نے ایک نہ سنی اور دریا میں غوطہ لگا دیا۔ بچھو دریا میں بہہ گیا اور اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

نتیجہ: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

6۔ انگور کھٹے ہیں

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بھوکی لومڑی خوراک کی تلاش میں ادھر ادھر ماری ماری پھر رہی تھی۔ اسے کہیں سے کھانے کو کچھ نہ ملا۔ آخر کار وہ انگوروں کے ایک باغ میں گئی۔ پکے ہوئے انگور دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ لیکن انگوروں کی بیلیں بہت اونچی تھیں۔ لومڑی بہت اچھلی کودی لیکن بے سود۔ اس کی انگوروں تک رسائی نہ ہو سکی۔ آخر وہ تھک ہار کر رہ گئی اور وہاں سے یہ کہتے ہوئے چل دی کہ انگور کھٹے ہیں۔ اگر میں انہیں کھاؤں گی تو بیمار ہو جاؤں گی۔ جب انسان کوئی کام نہ کر سکے تو ایسے ہی بہانے تراشتا ہے۔

نتیجہ: ''انگور کھٹے ہیں۔''

7۔ اتفاق میں برکت ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شکاری نے جنگل میں جال بچھا دیا۔ اس نے جال کے نیچے بہت سے دانے بکھیر دیئے تھے تاکہ پرندے ان کے لالچ میں جال میں پھنس جائیں۔ کچھ دیر کے بعد وہاں سے کبوتروں کا ایک غول گزرا۔ وہ بھوکے تو تھے ہی فوراً دانوں کی طرف لپکے۔ ان میں ایک بوڑھا عقلمند کبوتر تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ ہم کسی جال میں نہ پھنس جائیں۔ لیکن کبوتروں نے اس کی ایک نہ مانی اور نیچے اتر کر دانوں پر آن بیٹھے۔ ان کا بیٹھنا تھا کہ وہ سب کے سب جال میں پھنس کر رہ گئے۔ شکاری انہیں دیکھ کر بے حد خوش ہوا کہ بیک وقت اتنی تعداد میں کبوتر ہاتھ آ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں پکڑنے کے لیے جال کی طرف بڑھا۔ اب بوڑھا عقلمند کبوتر پھر آڑے آیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم اپنی نادانی سے جال میں پھنس گئے ہیں۔ اب بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم سب مل کر زور لگائیں اور اس جال کو لے اڑیں چنانچہ کبوتروں نے ایسا ہی کیا۔ وہ پھڑ پھڑائے اور جال سمیت اڑ گئے اور اس طرح قید ہونے سے بچ گئے۔ شکاری دیکھتا ہی رہ گیا اور کفِ افسوس ملنے لگا۔

نتیجہ: اتفاق میں برکت ہے۔

8۔ دو بکریاں

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک جنگل میں ندی بہتی تھی۔ یہ ندی پل کے بغیر تھی۔ اس پر صرف لکڑی کی ایک لٹھ رکھی ہوئی تھی۔ جس پر سے بمشکل ایک آدمی گزر سکتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ دو بکریاں آمنے سامنے سے اس ندی پر آ گئیں۔ انہیں ندی عبور کرنا تھی۔ ایک بکری اس کنارے پر کھڑی تھی اور دوسری اس کنارے پر۔ دونوں ندی کو عبور کرنے کے لیے چل پڑیں۔ دونوں کا لٹھ کے درمیان ملاپ ہو گیا۔ اب اگر دونوں بیوقوفی کا مظاہرہ کرتیں اور زبردستی لڑ بھڑ کر گزرنے کی کوشش کرتیں تو دونوں ندی میں جا گرتیں۔ اس کی بجائے انہوں نے عقل مندی اور صلح پسندی سے کام لیا۔ ایک بکری لٹھ پر بیٹھ گئی اور دوسری اس کے اوپر سے گزر گئی۔ اب پہلی بکری اٹھی اور آرام سے کنارے پر پہنچ گئی۔ اس طرح عقل مند بکریوں نے صلح پسندی سے کام لیتے ہوئے اپنے لیے سلامتی کا راستہ نکال لیا۔

نتیجہ: عقل مندی اور صلح پسندی بہترین حکمت عملی ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

9۔ بیوقوف کچھوا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی جنگل میں ایک تالاب تھا۔ وہاں ایک کچھوا اور دو مرغابیاں رہتی تھیں۔ ان تینوں کی آپس میں گہری دوستی تھی۔ وہ ہنسی خوشی زندگی کے دن بسر کر رہے تھے کہ اچانک انہیں ایک پریشانی لاحق ہوگئی۔ وہ یہ کہ تالاب سوکھنے لگا اور ظاہر ہے پانی کے بغیر ان کی زندگی بے معنی تھی۔ انہیں اب نئے تالاب کی فکر ہوئی۔ جب مرغابیاں وہاں سے الوداع ہونے لگیں تو کچھوا گھبرا گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ میں یہاں اکیلا رہ کر کیا کروں گا۔ دوستوں اور ساتھیوں کے بغیر بھی کوئی زندگی ہے۔ چنانچہ اس نے مرغابیوں سے فرمائش کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ مرغابیوں نے ایک ترکیب سوچی۔ انہوں نے ایک لکڑی لی اور اس کے دونوں سرے دونوں نے اپنی چونچوں میں دبائے۔ کچھوے نے لکڑی کو مضبوطی سے منہ میں پکڑ لیا اور بیچ میں لٹک گیا۔ جب وہ تینوں اڑتے جا رہے تھے تو ایک عجیب سا منظر آ رہا تھا۔ لوگ جب انہیں دیکھتے تو خوب ہنستے۔ اب کچھوے نے یہ بیوقوفی کی کہ اپنا منہ کھول دیا۔ اس کے منہ کھولنے کی دیر تھی کہ وہ دھڑام سے زمین پر آ گرا۔ اس طرح کچھوا اپنی بیوقوفی سے اپنا نقصان کر بیٹھا۔

نتیجہ: بیوقوفی کا انجام برا ہوتا ہے۔

10۔ لالچ کی سزا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین دوست کسی شہر میں رہتے تھے۔ حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ وہ بیروزگار ہو گئے۔ وہ کسی روزگار کی تلاش میں گھر سے نکلے اور سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں انہوں نے ایک سایہ دار درخت دیکھا۔ وہ کچھ دیر ستانے کے لیے اس درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اچانک وہاں انہیں اشرفیوں کی تھیلی پڑی ملی۔ اسے پا کر ان کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ سوچنے لگے کہ اب ان کے غم دور ہو جائیں گے۔ وہ ان اشرفیوں کو آپس میں برابر برابر بانٹ لیں گے اور اس طرح اپنا اپنا کاروبار چلائیں گے۔ اسی دوران انہیں بھوک محسوس ہوئی۔ انہوں نے ایک آدمی کو شہر کی طرف بھیجا کہ وہاں سے عمدہ قسم کا کھانا لائے۔ جب وہ آدمی کھانا لینے کے لیے چلا گیا تو باقی دوستوں کی نیت میں فتور آ گیا۔ انہوں نے یہ سازش کی کہ جب ان کا ساتھی کھانا لے کر واپس آئے تو اسے قتل کر دیا جائے اور اشرفیوں کے دو برابر حصے کر لیے جائیں۔ اب شہر والے کا ماجرا سنیے۔ اس نے پہلے تو خود خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پھر باقی کھانے میں زہر ملا دیا تا کہ اسے کھا کر اس کے دونوں ساتھی مر جائیں اور وہ تنہا اشرفیوں کا مالک بن جائے۔ چنانچہ وہ زہر ملا کھانا لے کر جنگل واپس آیا۔ اسے دیکھتے ہی اس کے دونوں ساتھی بہت لال پیلے ہوئے کہ تم نے اتنی دیر کیوں لگا دی؟ انہوں نے مل کر اس پر حملہ کر دیا اور اسے ہلاک کر ڈالا۔ اب وہ اطمینان سے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ ابھی انہوں نے چند لقمے ہی کھائے تھے کہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ان تینوں کی لاشیں پاس پاس پڑی تھیں اور اشرفیوں کی تھیلی جوں کی توں رکھی تھی۔

نتیجہ: لالچ بری بلا ہے۔

☆☆☆☆☆

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

جملوں کی تکمیل

درج ذیل جملوں کو مکمل کیجیے۔

(1) باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔ (2) بیری سوئے نہ سونے دے۔ (3) اپنی چھاچھ کو کوئی کھٹا نہیں کہتا۔ (4) دام بنائے کام۔
(5) جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ (6) جلدی کا کام شیطان کا۔ (7) جس کے سر پر تاج اسی کے سر پر کھاج۔ (8) اندھوں میں کانا راجہ۔ (9) پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔ (10) ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ (11) دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ (12) انسان خطا کا پتلا ہے۔ (13) باوا بھلا نہ بھیا سب سے بڑا روپیہ۔ (14) جان جائے پر ایمان نہ جائے۔ (15) آتی ہے ہاتھی کے پیر جاتی ہے چیونٹی کے پیر۔ (16) ہر کمال را زوال۔ (17) آدمی آدمی ہیں انتر کوئی ہیرا کوئی کنکر۔ (18) ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ (19) کم بختی جب آئے تو اونٹ چڑھے کو کتا کھائے۔ (20) اللہ دے اور بندہ سہے/ لے۔
(21) بنی کے سب ساتھی بگڑی کا کوئی نہیں۔ (22) آگ لگنے پر کنواں کھودنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ (23) بارہ برس دہلی میں رہے بھاڑ ہی جھونکا۔
(24) چلتی گاڑی میں روڑے اٹکانا۔ (25) سوت نہ کپاس جولاہے سے لٹھم لٹھا۔ (26) آپ آئے بھاگ آئے۔ (27) حساب جو جو بخش سو سو۔
(28) آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ (29) سیکھ نہ دیجیے ماندرا جو گھر بیٹھ کا جائے۔ سیکھوا کو دیجیے جا کو سیکھ سہائے۔ (30) الٹے بانس بریلی کو۔ (31) ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں۔ (32) بات کھٹائی میں پڑ گئی۔ (33) غریب کی جورو سب کی بھابھی۔ (34) بدا چھا بدنام برا۔ (35) قاضی کے گھر کے چوہے بھی سیانے۔ (36) بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ (37) کاٹھ کی ہانڈی بار بار نہیں چڑھتی۔ (38) پاک رہو بے باک رہو۔ (39) گڑ سے مرے تو اسے زہر کیوں دیں۔ (40) کمخواب میں ٹاٹ کا پیوند۔ (41) لادو دے لدادے لادنے والا ساتھ دے۔ (42) تخم تاثیر صحبت کا اثر۔
(43) یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ (44) شیخی اور تین کانے۔ (45) ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں۔ (46) صورت نہ شکل بھاڑ سے نکل۔ (47) چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں؟ (48) طویلے کی بلا بندر کے سر۔ (49) حیلے رزق بہانے موت۔ (50) فقیر کی صورت سوال ہے۔ (51) دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ۔ (52) ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ (53) ساجھے کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹتی ہے۔ (54) آپ کاج مہا کاج۔ (55) شرع میں کیا شرم۔
(56) اندھا کیا جانے بسنت کی بہار۔ (57) صورت نہ شکل بھاڑ سے نکل۔ (58) بے کار سے بیگار بھلی۔ (59) فقیر کو کمبل ہی دوشالہ ہے۔ (60) جیسا راجہ ویسی پرجا۔ (61) آدھی چھوڑ ساری کو جائے آدھی ملے نہ ساری پائے۔ (62) ادھار دیجیے دشمن کیجیے۔ (63) آپ ڈوبے تو جگ ڈوبا۔
(64) اندھے کے گھر ہیرا کنکر ایک برابر ہے۔ (65) اپنے جھونپڑے کی خیر مناؤ۔ (66) ایک توے کی روٹی کیا بڑی کیا چھوٹی۔ (67) آپ مرے جگ پرلو۔ (68) آج کرو کل کی کون جانے؟ (69) انڈے سیوے کوئی بچے لیوے کوئی۔ (70) بری صحبت سے اکیلا اچھا۔ (71) بے فیض آدمی کسی کام کا نہیں۔ (72) بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔ (73) بڑے ارادوں کو بڑی عقل چاہیے۔ (74) بن مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک۔
(75) بھوکا سو روکھا۔ (76) پیش از مرگ واویلا۔ (77) پیڑ بوئے ببول کے تو آم کہاں سے کھائے؟ (78) پرہیز سب سے بڑی دوا ہے۔ (79) جتنا چھوٹا اتنا کھوٹا۔ (80) جو سکھ چوبارے وہ بلخ نہ بخارے۔ (81) جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ (82) چور سے کہے چوری کر ساہ سے کہے جاگتا رہ۔ (83) ذہانت خداداد چیز ہے۔ (84) خاک ڈالنے سے چاند نہیں چھپتا۔ (85) دو گھروں کا مہمان بھوکا رہتا ہے۔ (86) رنج کے بغیر گنج نہیں۔ (87) زبان شیریں ملک گیری۔ (88) سونے کے آگے فولاد نرم۔ (89) سب سے بھلی چپ۔ (90) سخی سے شوم بھلا جو ترت دے جواب۔ (91) سستا روئے بار بار مہنگا روئے ایک بار۔ (92) سہج پکے سو میٹھا ہو۔ (93) عصمت گئی سب کچھ گیا۔ (94) مفلسی سو عیبوں کا ایک عیب ہے۔ (95) کوٹھے والا روئے چھپر والا سوئے۔ (96) کام پیارا کہ چام۔ (97) کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا۔ (98) کام اچھا وہی جس کا کہ انجام اچھا ہے۔ (99) گزشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط۔ (100) لاکھ طوطے کو پڑھایا مگر وہ حیوان کا حیوان رہا۔ (101) لاکھ جائے پر ساکھ نہ جائے۔ (102) کوئل اپنا گھر خود نہیں بناتی۔ (103) مرے

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کو مارے شاہ مدار۔ (104) میاں کا جوتا میاں کے سر۔ (105) مفت کی شراب قاضی کو بھی حلال ہے۔ (106) موت کے ہاتھ کمان کیا بوڑھا کیا جواں کیا؟ (107) نیم حکیم خطرہ جان نیم ملا خطرہ ایمان۔ (108) نیکی برباد گناہ لازم۔ (109) وقت سب زخموں کا مرہم ہے۔ (110) ہر روز عید نیست کہ حلوہ خور کسے۔ (111) ہنوز دلی دور است۔ (112) ہینگ لگے نہ پھٹکڑی اور رنگ آئے چوکھا۔ (113) میں بھی رانی تو بھی رانی کون بھرے گا پانی۔ (114) گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز۔ (115) آیا رمضان بھاگا شیطان۔ (116) آج مرے کل دوسرا دن۔ (117) اونٹ کے منہ میں زیرہ۔ (118) آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک۔ (119) بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔ (120) اتاولا سو باؤلا۔ (121) پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ (122) پوچھو زمین کی کہے آسمان کی۔ (123) جس کا کھایا اسی کا گایا۔ (124) تین میں نہ تیرہ میں۔ (125) جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام۔ (126) تھوتھا چنا باجے گھنا۔ (127) چوری کا گڑ میٹھا ہوتا ہے۔ (128) تن سکھی تو من سکھی۔ (129) ٹاٹ کا لنگوٹا نواب سے یاری۔ (130) خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں (بے آواز ہے)۔ (131) خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔ (132) دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر۔ (133) زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ (134) ساون کے اندھے کو ہرا ہی سوجھتا ہے۔ (135) قہر درویش بر جان درویش۔ (136) قاضی بر رشوت راضی۔ (137) کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ (138) کردنی خویش آمدنی پیش۔ (139) گدھا کیا جانے زعفران کی بہار۔ (140) گربہ کشتن روز اول۔ (141) گزر گئی گزران کیا جھونپڑی کیا مکان۔ (142) گھر نہ دیوار میاں محلے دار۔ (143) لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ (144) لینا ایک نہ دینا دو۔ (145) مال مفت دل بے رحم۔ (146) لگا تو تیر نہیں لگا تو تکا۔ (147) مزاج عالی نہ تو شک نہ نہالی۔ (148) مدعی سست گواہ چست۔ (149) ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔ (150) نیا نو دن پرانا سو دن۔ (151) ہاتھی نکل گیا دم رہ گئی۔ (152) نام بڑا درشن چھوٹے۔ (153) اشرفیاں لٹیں کوئلوں پر مہر۔ (154) ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ (155) آنکھوں کا اندھا گانٹھ کا پورا۔ (156) آج مرے کل دوسرا دن۔ (157) آنکھوں کے اندھے نام نین سکھ۔ (158) اندھیر نگری چوپٹ راج۔ (159) اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں کا کیا ڈر۔ (160) اندھے کے آگے روئے اپنے دیدے کھوئے۔ (161) اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔ (162) ایک مچھلی سارے جل کو گندا کر دیتی ہے۔ (163) پتھر پر جونک نہیں لگتی۔ (164) جیسی روح ویسے فرشتے۔ (165) چڑی جائے پر دمڑی نہ جائے۔ (166) حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ۔ (167) دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر منڈائی۔ (168) سیوا بن میوا نہیں۔ (169) صبح کا پیالہ اکسیر کا نوالہ۔ (170) مرگیا مردود نہ فاتحہ نہ درود۔ (171) ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ (172) یار زندہ صحبت باقی۔ (173) گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ (174) نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی۔ (175) ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔ (176) بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔ (177) کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ (178) کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ (179) کالا منہ اور نیلے پیر۔ (180) گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ (181) گھر کی مرغی دال برابر۔ (182) گئے تھے نماز بخشوانے الٹے روزے گلے پڑ گئے۔ (183) رسی جل گئی پر بل نہ گیا۔ (184) لکھے موسا پڑھے خود آپ۔ (185) نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ (186) نیم حکیم خطرہ جان نیم ملا خطرہ ایمان۔ (187) نیکی کر دریا میں ڈال۔ (188) ہاتھی نکل گیا دم رہ گئی۔ (189) گیدڑ کی کم بختی آئے تو شہر کو بھاگا جائے۔ (190) ہتھیلی پر سرسوں جمانا / ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمتی۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

جملوں کی درستی

نمبر شمار	غلط جملے	درست جملے
1	تم یہاں ہی ٹھہرو میں معلوم کر کے آتا ہوں۔	تم یہیں ٹھہرو۔ میں معلوم کر کے آتا ہوں۔
2	اسے قریباً قریباً دس ہزار کا نفع ہوا۔	اسے قریب قریب دس ہزار کا نفع ہوا۔
3	میری بات سن کر وہ کام کرتا کرتا رہ گیا۔	میری بات سن کر وہ کام کرتے کرتے رہ گیا۔
4	میرا بڑا دل کرتا ہے کہ آپ سے ملنے آؤں۔	میرا بڑا دل چاہتا ہے کہ آپ سے ملنے آؤں۔
5	وہ دن بدن کمزور ہو رہا ہے۔	وہ روز بروز کمزور ہو رہا ہے۔
6	آپ میرے لیے دعا فرمائیں۔	آپ میرے لیے دعا کریں۔
7	سرخ سیاہی سے مت لکھو۔	سرخ روشنائی سے مت لکھو۔
8	درحقیقت میں آپ سچے ہیں۔	درحقیقت آپ سچے ہیں۔
9	فی الواقعی وہ سچا ہے۔	فی الواقع وہ سچا ہے۔
10	مجھے اس دوائی سے آرام ہے۔	مجھے اس دوا سے آرام ہے۔
11	ناہید یہ سن کر ہکی بکی رہ گئی۔	ناہید یہ سن کر ہکا بکا رہ گئی۔
12	برائے مہربانی خط کا جواب دیں۔	براہِ مہربانی خط کا جواب دیں۔
13	اگر آپ برا نہ منائیں تو ایک بات کہوں۔	اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔
14	یہ آپ کی عین کرم نوازی ہے۔	یہ آپ کی عین کرم فرمائی ہے۔
15	وہ تا ہنوز کراچی سے نہیں آیا۔	وہ ہنوز کراچی سے نہیں آیا۔
16	آپ مری سے کب واپس لوٹیں گے؟	آپ مری سے کب لوٹیں گے؟
17	آپ نے یہ کیا اودھم مچا رکھا ہے؟	آپ نے یہ کیا اودھم مچا رکھی ہے؟
18	میں نے ان کے احکامات پر عمل کیا۔	میں نے ان کے احکام پر عمل کیا۔
19	شور نہ ڈالو۔	شور نہ کرو۔
20	ممتحن نے پرچہ بڑا مشکل ڈالا ہے۔	ممتحن نے پرچہ بڑا مشکل دیا ہے۔
21	اسلام آباد پاکستان کا دارالخلافہ ہے۔	اسلام آباد پاکستان کا دارالحکومت ہے۔
22	میں تمہیں اپنا قصہ سنانے لگا ہوں۔	میں تمہیں اپنا قصہ سنانے جا رہا ہوں۔
23	ڈی سی صاحب وہاں خود گئے۔	ڈی سی صاحب وہاں بنفس نفیس گئے۔
24	اس کی صورت دیکھ کر ڈر آتا ہے۔	اس کی صورت دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

25	یہ خبر سن کر میرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔	یہ خبر سن کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔
26	اس مہنگائی میں غریب بیچارے فاقے مر رہے ہیں۔	اس مہنگائی میں غریب بیچارے فاقوں مر رہے ہیں۔
27	میں نے دو سیر گیہوں خرید لیا ہے۔	میں نے دو سیر گیہوں خرید لیے ہیں۔
28	میں نے اس کو نہیں چھوڑنا۔	میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔
29	اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟	اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟
30	لکڑی کی ہنڈیا بار بار نہیں چڑھتی۔	کاٹھ کی ہنڈیا بار بار نہیں چڑھتی۔
31	چغلی کھانا بری بات ہے۔	چغلی کھانا بری بات ہے۔
32	یہ عورت تو آفت کی پرکالہ ہے۔	یہ عورت تو آفت کا پرکالہ ہے۔
33	حامد نے محنت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔	حامد نے محنت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔
34	تم ہر وقت ہوائی محل بناتے رہتے ہو۔	تم ہر وقت ہوا محل بناتے رہتے ہو۔
35	مجھے ہتھیلی پر سرسوں لگانا نہیں آتا۔	مجھے ہتھیلی پر سرسوں جمانا نہیں آتا۔
36	مرض بڑھتی گئی جوں جوں دوا کی۔	مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔
37	میں تمہاری ساری کرتوتیں جانتا ہوں۔	میں تمہارے سارے کرتوت جانتا ہوں۔
38	کراچی سے تار آئی ہے۔	کراچی سے تار آیا ہے۔
39	آپ کا مزاج کیسا ہے؟	آپ کے مزاج کیسے ہیں؟
40	ضد کرنی بری بات ہے۔	ضد کرنا بری بات ہے۔
41	بچہ گھر میں ڈھنڈورا شہر میں۔	بچہ بغل میں ڈھنڈورا شہر میں۔
42	چیرو تو بدن میں لہو نہیں۔	کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔
43	وہ صحیح وسلامت گھر پہنچ گیا۔	وہ صحیح سلامت گھر پہنچ گیا۔
44	وہ بہت لاپرواہ ہے۔	وہ بہت لاپرواہ ہے۔
45	مریض قریب المرگ ہے۔	مریض قریب مرگ ہے۔
46	گالی نکالنا بری بات ہے۔	گالی دینا بری بات ہے۔
47	میں نے دو ٹکٹیں خریدیں۔	میں نے دو ٹکٹ خریدے۔
48	احمد نے حامد کو آڑے ہاتھوں لیا۔	احمد نے حامد کو آڑے ہاتھ لیا۔
49	وہ نہایت راشی ہے۔	وہ نہایت مرتشی ہے۔
50	اس نے اپنا حساب بے باک کر دیا۔	اس نے اپنا حساب بے باق کر دیا۔
51	اس نے مجھ کو گالی دی۔	اس نے مجھے گالی دی۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

52	اس نے راولپنڈی جانا ہے۔	اسے راولپنڈی جانا ہے۔
53	آپ کا تابع دار شاگرد	آپ کا تابع فرمان شاگرد
54	اسے دو گھنٹے کے بعد ہوش آئی۔	اسے دو گھنٹے کے بعد ہوش آیا۔
55	آپ کا غریب خانہ کہاں ہے؟	آپ کا دولت خانہ کہاں ہے؟
56	اس کی بیوی سخت لڑاکی ہے۔	اس کی بیوی سخت لڑاکا ہے۔
57	انکساری سے کام لیجیے۔	انکسار سے کام لیجیے۔
58	برائے مہربانی کر کے میری فیس معاف کر دیجیے۔	برائے مہربانی میری فیس معاف کر دیجیے۔
59	بارش برس رہی ہے۔	بارش ہو رہی ہے۔
60	بارش کے بعد ہر جگہ کیچڑ ہو گیا۔	بارش کے بعد ہر جگہ کیچڑ ہو گئی۔
61	بحیرہ عرب کے سمندر میں جہاز ڈوب گیا۔	بحیرہ عرب میں جہاز ڈوب گیا۔
62	بیٹے! کچھ دیر کے لیے رک جاؤ۔	بیٹا! کچھ دیر کے لیے رک جاؤ۔
63	پتھر میں جونک نہیں لگتی۔	پتھر پر جونک نہیں لگتی۔
64	تمہارے جسم پر میل جم رہا ہے۔	تمہارے جسم پر میل جم رہی ہے۔
65	تیز چلو! مبادا گاڑی چھوٹ نہ جائے۔	تیز چلو! مبادا گاڑی چھوٹ جائے۔
66	چار پانچ کرنا شریفوں کا کام نہیں۔	تین پانچ کرنا شریفوں کا کام نہیں۔
67	خادمہ نے نہ ہی روٹی پکائی اور نہ ہی سبزی تیار کی۔	خادمہ نے نہ ہی روٹی پکائی اور نہ سبزی ہی تیار کی۔
68	ساتھ ساتھ ہو کر بیٹھیے۔	پاس پاس ہو کر بیٹھیے۔
69	شور سن کر اس کی جاگ کھل گئی۔	شور سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔
70	شیر دیکھ کر اس پر خوف طاری ہو گیا۔	شیر کو دیکھ کر اس پر خوف طاری ہو گیا۔
71	طمع کرنا اچھی بات نہیں۔	طمع کرنی اچھی بات نہیں۔
72	کاش! وہ نہیں جاتا۔	کاش! وہ نہ جاتا۔
73	میں نے سنگ مرمر کا پتھر دیکھا۔	میں نے سنگ مرمر دیکھا۔
74	میں کل مجلس مشاعرہ میں شریک تھا۔	میں کل محفل مشاعرہ میں شریک تھا۔
75	ہر دکھوں کی دوا دعا کرنا ہے۔	ہر دکھ کی دوا دعا کرنا ہے۔
76	یہاں سوئی دھرنے کو جگہ نہیں۔	یہاں تل دھرنے کو جگہ نہیں۔
77	یہ شعر مجھے سمجھ نہیں آیا۔	یہ شعر میری سمجھ میں نہیں آیا۔
78	بھوکے کو کھانا کھلانا کارِ ثواب کا کام ہے۔	بھوکے کو کھانا کھلانا کارِ ثواب ہے۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

79	اس نے میرے برخلاف گواہی دی۔	اس نے میرے خلاف گواہی دی۔
80	چوروں کو دیکھ کر پولیس اور چوکنی ہوگئی۔	چوروں کو دیکھ کر پولیس اور چوکنا ہوگئی۔
81	آپ پشاور سے کب تک واپس لوٹ آئیں گے؟	آپ پشاور سے کب تک لوٹ آئیں گے؟
82	ہمسائے کی چیخ وپکار سے ہم جاگ پڑے۔	ہمسائے کی چیخ پکار سے ہم جاگ اٹھے۔
83	اس نے مجھے دو اشعار سنائے۔	اس نے مجھے دو شعر سنائے۔
84	آپ نے شادی میں ضرور شرکت کرنی ہوگی۔	آپ کو شادی میں ضرور شرکت کرنا ہوگی۔

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

سابقے

درج ذیل سابقوں سے الفاظ بنائیں۔

سابقے:

سابقے	الفاظ	سابقے	الفاظ
ا	امر، انمٹ، اٹوٹ، اٹل، اچھوت، امر	ان	ان پڑھ، انمول، ان گنت، انجان، ان کہی
اہل	اہل وطن، اہل محلہ، اہل ہمت، اہل ایمان، اہل کمال	ادھ	ادھ موا، ادھ کھلا، ادھ گلا
با	بااصول، باوقار، بااثر، باکمال، باقاعدہ، بامراد	بد	بدصورت، بدبخت، بدظن، بدخلق، بدکردار
بلا	بلااجرت، بلاناغہ، بلاقیمت، بلاامتیاز، بلالحاظ	باز	بازگشت، بازپرس، بازیاب، بازیافت، بازخواہ
بلند	بلند ہمت، بلند مرتبہ، بلند اقبال، بلند پایہ، بلند کردار	بن	بن دیکھا، بن بلایا، بن سنا، بن بیاہا
بے	بے ادب، بے لحاظ، بے مروت، بے حیا، بے ایمان، بے عمل	پاک	پاکباز، پاک فطرت، پاک دل، پاک دامن
پر	پرجوش، پردرد، پرنور، پرزور، پروقار، پرامید، پرخطر	پس	پس ماندہ، پس منظر، پس خوردہ، پس انداز
پست	پست قامت، پست ہمت، پست فطرت، پست قد	پنج	پنجاب، پنجگانہ، پنج شنبہ
تر	تر دامن، تر بتر، تر پال، تر کھان	تنگ	تنگ دامن، تنگ دل، تنگ دست، تنگ ظرف
تہہ	تہہ خانہ، تہہ تیغ، تہہ دل، تہہ نشین، تہہ دار، تہہ بازاری	جاں	جاں بحق، جانباز، جاں بلب، جاں فشانی، جانثار
چو	چوپایہ، چوبیس، چوراہا، چوکور، چوکھٹ، چوپال	خود	خودمختار، خودغرض، خودکشی، خودپسند، خودکار، خودسر
خوش	خوش نصیب، خوش الحان، خوش قسمت، خوش ذائقہ	خلاف	خلاف شرع، خلاف اصول، خلاف عقل، خلاف قانون
در	در پردہ، درکنار، درکار، درگزر، درپیش	دو	دوچار، دوگنا، دومونہی، دورویہ، دوتہائی
زود	زودرنج، زودنویس، زودہضم، زودپشیمان	زیر	زیردست، زیرسایہ، زیرلب، زیرمشق، زیرعلاج، زیرنگرانی
ذی	ذیشان، ذی روح، ذی شعور، ذی علم، ذی وقار، ذی الحج	س	سپوت، سپھل، سہاگ
سر	سرشام، سرکش، سرگرم، سرچشمہ، سرتاج، سربلند	شاہ	شاہراہ، شاہسوار، شاہ رگ، شاہ کار، شاہ زور، شاہ باز
صاحب	صاحب دل، صاحب علم، صاحب خانہ، صاحب دولت، صاحب نظر	صدر	صدر معلم، صدر دروازہ، صدر مہتمم، صدر بازار، صدر مملکت
غیر	غیر موزوں، غیر مفید، غیر ملکی، غیر لازم، غیر ضروری، غیر ذمہ دار	قابل	قابل تحسین، قابل رشک، قابل دید، قابل ذکر، قابل عزت

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کم	کم ظرف، کم زور، کم ہمت، کم بخت، کم سن، کم گو، کمتر	لا	لاعلم، لاتعداد، لازوال، لاعلاج، لاحاصل، لاوارث
مہا	مہاراجہ، مہاچور، مہاکاج، مہاپاپ، مہابھارت	میر	میر مجلس، میر قوم، میر عمارت
نا	ناروا، ناخلف، ناہنجار، نالائق، ناسمجھ	نازک	نازک مزاج، نازک بدن، نازک طبع، نازک اندام
نو	نوآموز، نووارد، نومسلم، نونہال، نوعمر، نوبہار	نیم	نیم حکیم، نیم مردہ، نیم شب، نیم گرم، نیم جان، نیم روز
نیک	نیک دل، نیک بخت، نیک چلن، نیک فطرت، نیک سیرت، نیک نیت	ہم	ہم راز، ہم وطن، ہم جماعت، ہم سفر، ہم زلف، ہم نام، ہم عصر
ہر	ہرجائی، ہردلعزیز، ہرسو، ہرکارہ	یک	یک لخت، یک بار، یک زبان، یک سو، یک رنگ، یکجان، یکجہتی

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

لاحقے

درج ذیل لاحقوں سے الفاظ بنائیں۔

لاحقے	الفاظ	لاحقے	الفاظ
آرا	صف آرا، محفل آرا، انجمن آرا، عالم آرا، شبیم آرا، گلشن آرا، جہاں آرا	آمیز	زہر آمیز، حکمت آمیز، حسرت آمیز، مصلحت آمیز، گلہ آمیز، محبت آمیز
آور	نشہ آور، خواب آور، قد آور، زور آور، اشک آور	آلود	خون آلود، زہر آلود، گرد آلود، غبار آلود، خاک آلود، ابر آلود
افروز	ایمان افروز، عالم افروز، جہاں افروز، دل افروز، مجلس افروز	انگیز	فتنہ انگیز، عبرت انگیز، درد انگیز، حیرت انگیز، فکر انگیز
بار	اشک بار، مشک بار، عطر بار، گوہر بار، شعلہ بار، خوں بار	باز	ہوا باز، دغا باز، دھوکہ باز، جوا باز، پتنگ باز، خلا باز، جانباز
بر	دل بر، راہبر، نامہ بر، پیغام بر، مفت بر	بان	میزبان، شتربان، ساربان، باغبان، دربان، نگہبان
بردار	فرمانبردار، ناز بردار، علم بردار، جہاز بردار، عصا بردار، مشعل بردار	بین	باریک بین، کوتاہ بیں، نکتہ بیں، سینما بیں، دوربیں، خوردبین
پرست	خدا پرست، حق پرست، بت پرست، مفاد پرست، فرقہ پرست، آتش پرست، مطلب پرست	پرور	روح پرور، غریب پرور، بندہ پرور، شکم پرور، جاں پرور، انصاف پرور
پسند	ترقی پسند، اسلام پسند، شہرت پسند، دل پسند، انصاف پسند، قدامت پسند	پن	بچپن، لڑکپن، بھولپن، اکھڑپن، شوخ پن، دیوانہ پن
پوش	میز پوش، کمبل پوش، سفید پوش، تکیہ پوش، نقاب پوش	تر	کم تر، بلند تر، کہتر، بدتر، دور تر، بزرگ تر، عظیم تر
چہ	صندوقچہ، کتابچہ، باغیچہ، دریچہ، خوانچہ، دیباچہ	چی	توپچی، خزانچی، بندوقچی، دیگچی، صندوقچی
چیں	گل چیں، نکتہ چیں، خوشہ چیں، ریزہ چیں، عیب چیں	خانہ	بت خانہ، شراب خانہ، غسل خانہ، کتب خانہ، باورچی خانہ، پاگل خانہ
خوار	شیر خوار، سود خوار، خوں خوار، غم خوار، وظیفہ خوار	خور	گوشت خور، غوطہ خور، رشوت خور
خواں	لغت خواں، قصہ خواں، افسانہ خواں، نغمہ خواں، مرثیہ خواں، نظم خواں	خواہ	بہی خواہ، خیر خواہ، قرض خواہ، خاطر خواہ، بدخواہ، دلخواہ
خیز	زرخیز، نوخیز، سحر خیز، مردم خیز، بلا خیز، مضحکہ خیز	دار	چوکیدار، دلدار، تاجدار، مالدار، وفادار، زوردار، سرمایہ دار

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

دان	قدردان، نکتہ دان، سائنس دان، گلدان، قلمدان، ریاضی دان	دانی	سرمہ دانی، صابن دانی، قدردانی، نمک دانی
رس	دوررس، فریادرس، دسترس، دادرس	رو	خوب رو، سیاہ رو، قبلہ رو، سرخرو
رخ	گل رخ، لالہ رخ، شاہ رخ	زار	سبزہ زار، چمن زار، مرغزار، لالہ زار، گلزار، ریگ زار
زدہ	مصیبت زدہ، آفت زدہ، قحط زدہ، غم زدہ، سیلاب زدہ	زیب	اورنگ زیب، جہاں زیب، جامہ زیب، پازیب، دیدہ زیب
ساز	کارساز، بہانہ ساز، جلدساز، زمانہ ساز، گھڑی ساز	ستان	گلستان، ریگستان، قبرستان، پاکستان، بوستان، چمنستان
شناس	حق شناس، روشناس، مردم شناس، قدر شناس، ہنرشناس	طلب	خیرطلب، دادطلب، انصاف طلب، محنت طلب، آرام طلب
فروش	کتب فروش، میوہ فروش، سرفروش، بت فروش	فام	نیلی فام، سیاہ فام، سفید فام، گلفام، لالہ فام
کار	فن کار، بدکار، کاشت کار، قلم کار، سیاہ کار، تجربہ کار، اداکار	کدہ	میکدہ، غم کدہ، نعمت کدہ، عشرت کدہ، فن کدہ، شیریں کدہ
گار	گناہ گار، خدمت گار، مددگار، سازگار، پرہیزگار، روزگار	گر	کاری گر، جادوگر، زرگر، کارگر، سوداگر، بازی گر، گداگر
گو	کم گو، دروغ گو، دعا گو، غزل گو، سخن گو، مرثیہ گو، نعت گو	گھر	تارگھر، چڑیا گھر، بجلی گھر، نیلام گھر
گیر	دلگیر، جہاں گیر، عالم گیر، دامن گیر، ماہی گیر	مند	عقل مند، غیرت مند، حاجت مند، فتح مند، دانش مند
ناک	خطرناک، دردناک، خوفناک، غمناک، تابناک، افسوس ناک	نما	خوش نما، بدنما، راہنما، محل نما، جھونپڑی نما، قطب نما
نواز	بندہ نواز، غریب نواز، دلنواز، رب نواز، مہمان نواز	ہٹ	مسکراہٹ، گھبراہٹ، چودہراہٹ، چکناہٹ، کڑواہٹ
وار	پروانہ وار، دیوانہ وار، سوگوار، جماعت وار، مردانہ وار، مستانہ وار	ور	دانشور، تاجور، سخنور، نامور، دیدہ ور، طاقتور، جانور
ہار	ہونہار، پالن ہار، پوٹھوہار	یاب	فتح یاب، ظفریاب، کمیاب، سزایاب، دریاب، نایاب، صحت یاب

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

واحد جمع

درج ذیل واحد کے جمع لکھیے۔

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
اب	آباء	اشارہ	اشارات	ابن	ابناء
اصل	اصول	ابد	آباد	اعلیٰ	اعالیٰ
ادب	آداب	اعظم	اعاظم	ادیب	ادبا
آفت	آفات	ادنیٰ	ادانیٰ	افق	آفاق
ازل	ازال	افضل	افاضل	ارزل	ارزال
اقلیم	اقالیم	ارض	اراضی	اقرب	اقارب
اثر	آثار، اثرات	اکبر	اکابر	اجر	اجور
الم	آلام	اجنبی	اجانب	آلہ	آلات
احمق	حمقا	امام	آئمہ	احسان	احسانات
امت	امم	آخر	آواخر	امیر	امراء
اختراع	اختراعات	امر	امور، اوامر	ارشاد	ارشادات
انجیل	اناجیل	استاد	اساتذہ	انسان	اناس
اسلوب	اسالیب	اول	اوائل	اسم	اسماء
اہل	اہالی	باب	ابواب	بیگانہ	بیگانگان
باطل	بواطل	برہان	براہین	باطن	بواطن
برج	بروج	باعث	بواعث	بحر	بحور، ابحار
بخیل	بخلاء	تاجر	تجار	بدل	ابدال
تاریخ	تواریخ	بدیع	بدایع	تابع	توابع
بدعت	بدعات	تاج	تیجان	بستان	بساتین
تبرک	تبرکات	بصیرت	بصائر	تجویز	تجاویز
بصر	ابصار	تجربہ	تجربات، تجارب	بطن	بطون
تجلی	تجلیات	بعد	ابعاد	تحفہ	تحائف
بقیہ	بقایا	تحریک	تحاریک	بکر	ابکار

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

تحریر	تحاریر، تحریرات	بلد	بلاد	تحقیق	تحقیقات
بلیغ	بلغا	تدبیر	تدابیر	بلیہ	بلیات
ترکیب	تراکیب	بلبل	بلابل	ترجمہ	تراجم
بنت	بنات	ترغیب	تراغیب	بندر	بنادر
تشریح	تشریحات	بیت (شعر)	ابیات	تصنیف	تصانیف
بیت (گھر)	بیوت	تصور	تصورات	بیوہ	بیوگان
تعصب	تعصّبات	تعلیم	تعلیمات	جریدہ	جرائد
تفصیل	تفاصیل، تفصیلات	جرم	اجرام	تفسیر	تفاسیر
جرم	جرائم	تفکر	تفکرات	جرثومہ	جراثیم
تقی	اتقیا	جذبہ	جذبات	تقدیر	تقادیر
جزیرہ	جزائر	تکلیف	تکالیف	جسم	اجسام
تلمیذ	تلامذہ، تلامیذ	جسد	اجساد	تمثیل	تماثیل
جلد	جلود	توقع	توقعات	جلیس	جلساء
تجلی	تجلیات	جماد	جمادات	جمع	جموع
ثابت	ثوابت	اسیر	اساری	جملہ	جملات
ثاقب	ثواقب	جن	جنات	ثقل	اثقال
جنازہ	جنائز	ثقہ (معتبر)	ثقات	جنس	اجناس
ثمر	اثمار	جنت	جنات	ثوب (کپڑا)	ثیاب
جناح (بازو)	اجنحہ	جوہر	جواہر	جانب	جوانب
جہت	جہات	جبل	جبال	جد	اجداد
حاجت	حاجات	جدول	جداول	حاجی	حجاج
حاضر	حاضرین، حصار	حکمت	حکم	حاکم	حکام
حکایت	حکایات	حکم	حکام	حیلہ	حیل
حادثہ	حوادث	حاسہ	حواس	حال	احوال
حالت	احوال، حالات	خاتون	خواتین	حاشیہ	حواشی
خادم	خدام	حافظ	حفاظ	خاص، خاصہ	خواص
حاسد	حساد، حداس، حاسدین	خاطر	خواطر	حبیب	احباب

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

خاصیت	خواص، خصائص	حجاب	حجابات	خان	خوانین
حجت	حج	خراب، خرابہ	اخربہ، اخرابات	حدیث	احادیث
خرچ	اخراجات	حد	حدود	خزانہ، خزینہ	خزائن
حدیقہ	حدائق	خصلت	خصائل	حر	احرار
خطا	خطایا	حرم	احرام	خطیب	خطباء
حزن	احازن، احزان	علق	علائق	حس	حواس
علق	اخلاق	حشرہ	حشرات	خلیفہ	خلفاء
حصہ	حصص	خلیل	اخلاء	حضرت	حضرات
خنزیر	خنازیر	حق	حقوق	خواجہ	خواجگان
حقیقت	حقائق	خیمہ	خیام	حکیم	حکماء
خیر	اخیار	دائرہ	دوائر	رائے	آراء
دعویٰ	دعاویٰ	رابطہ	روابط	درآمد	درآمدات
راس	رؤس	درہم	دراہم	رایت	رایات
درس	دروس	رب	ارباب	دستور	دساتیر
ربط	روابط	دعا	دعوات، ادعیہ	رزیل	رزائل
دفینہ	دفائن	رحم	ارحام	دقیقہ	دقائق
رسالہ	رسائل	دکان	دکانیں	رسم	رسوم
دلیل	دلائل	رسول	رسل	دولت	دول
رعیت	رعایا	دوا	ادویہ	رسم	رسوم
دور	ادوار	رفیق	رفقاء	دیہہ	دیہات
رقعہ	رقعات	دین	ادیان	رقم	رقوم
دیوان	دواوین	رکن	ارکان	رمز	رموز
ذاکر	ذاکرین	روایت	روایات	ذخیرہ	ذخائر
روح	ارواح	ذریعہ	ذرائع	روضہ	ریاض
ذرہ	ذرات	روز	روزھا	ذکر	اذکار
رئیس	رؤسا	ذکی	اذکیا	ذہن	اذہان
زائد	زوائد	سفینہ	سفائن	زائر	زائرین، زوار

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

سقم	اسقام	زاویہ	زوایا	سلسلہ	سلاسل
زاہد	زہاد	سلف	اسلاف	زلزلہ	زلازل
سلطان	سلاطین	زمانہ	ازمنہ	سلاح	اسلحہ
زماں	زمن	سن	سنین	زوج،زوجہ	ازواج
سنت	سنن	سید	سادات	سامع	سامعین
سیرت	سیر	سانحہ	سوانح،سانحات	سیف	سیوف
سابق	سوابق	سیارہ	سیارگان	سبیل	سبل
سند	اسناد	ساحل	سواحل	ساکن	سکان،سکنہ
شاعر	شعراء	سال	سالہا	شبہ	شبہات
ساعی	مساعی	شب	شبہاء	سبق	اسباق
شجر	اشجار	سبب	اسباب	شریف	شرفاء،اشراف
سجدہ	سجود	شریر	اشرار	سخی	سخیاء
شریعت	شرائع	سر	اسرار	شعر	اشعار
سطر	سطور	شغل	اشغال	سفر	اسفار
شفقت	اشفاق	سفیر	سفراء	شقی	اشقیاء
شکل	اشکال	صوت	اصوات	شک	شکوک
شمیلہ	شمائل	ضابطہ	ضوابط	شہید	شہداء
ضد	اضداد	شیطان	شیاطین	ضرورت	ضروریات
شے	اشیاء	ضعیف	ضعفاء	شیخ	شیوخ
ضلع	اضلاع	شیخ	مشائخ	ضمیر	ضمائر،اضمار
شریک	شرکاء	طائر	طیور	صاحب	اصحاب
طائفہ	طوائف	صارف	صارفین	طالب	طلباء،طلاب
صحیفہ	صحائف	طبیب	اطباء	صحابی	صحابہ
طبقہ	طبقات	صحرا	صحاری	طبع،طبیعت	طبائع
صدمہ	صدمات	طرف	اطراف	صدر	صدور
طریق	طرائق	صفت	صفات	طفل	اطفال
صفحہ	صفحات	طلسم	طلسمات	صلہ	صلات

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

طور	اطوار	صنعت	صنائع	صنم	اصنام
ظرف	ظروف	صورت	صور	ظلمت	ظلمات
صوم	صیام	ظلم	اظلام	صوفی	صوفیاء
ظاہر	ظواہر	عالم	علماء	عنوان	عنوانات
عام	عوام	عنصر	عناصر	عاقل	عقلاء
عیب	عیوب	عابد	عباد	عاقبت	عواقب
عاشق	عشاق	عقیدہ	عقائد	عارف	عرفاء، عارفین
عنایت	عنایات	عادت	عادات	عارضہ	عوارض
غذا	اغذیہ	عبادت	عبادات	غریب	غرباء
عبد	عباد	غرض	اغراض	عبارت	عبارات
غزوہ	غزوات	عجیب	عجائب	غزل	غزلیات
عدد	اعداد	غلام	غلماں	عدو	اعداء
غلطی	اغلاط	عزم	عزائم	غنی	اغنیا
عزیز	اعزاء	غنیمت	غنائم	عسکر	عساکر
غیر	اغیار	عضو	اعضاء	غیب	غیوب
عطیہ	عطایا، عطیات	عظیم	عظام	فائدہ	فوائد
علاقہ	علائق	فاسق	فساق	علم	علوم
فاضل	فضلاء	علم	اعلام	فتح	فتوح
عمل	اعمال	فتنہ	فتن	عندلیب	عنادل
فتویٰ	فتاویٰ	فدوی	فدویان	قسط	اقساط
فرد	افراد	قصہ	قصص	فرمان	فرامین
قصر	قصور، اقصار	فریضہ، فرض	فرائض	قصیدہ	قصائد
فرعون	فراعنہ، فراعین	قطعہ	قطعات	فساد	فسادات
قطرہ	قطرات	فضیلت	فضائل	قلم	اقلام
فعل	افعال	قلب	قلوب	فقیہہ	فقہاء
قمر	اقمار	فقیر	فقراء	قوت	قویٰ
فکر	افکار	قول	اقوال	فلک	افلاک

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

قوم	اقوام	فن	فنون	قید	قیود
فیض	فیوض	قاری	قارئین	فاتح	فاتحین
قطع	اقطاع	قدر	اقدار	قاعدہ	قواعد
قاضی	قضاۃ	کافر	کفار	قافلہ	قوافل
کاغذ	کاغذات	قانون	قوانین	کبیر	کبار
قبر	قبور	کتاب	کتب	قبیلہ	قبائل
کسر	کسور	قدم	اقدام	کلمہ	کلمات
قدیم	قدما	کمال	کمالات	قرینہ	قرائن
کوکب	کواکب	کھنڈر	کھنڈرات	مثل	امثال، امثلہ
کیفیت	کیفیات	مجلس	مجالس	کنایہ	کنایات
مجاہد	مجاہدین	کریم	کرام	محفل	محافل
محنت	محن	لازم، لازمہ	لوازم	محکمہ	محکمہ جات
لحن	الحان	محل	محلات	لحم	لحوم
محصول	محصولات	لذت	لذات	محلّہ	محلات
لسان	السنہ	مخزن	مخازن	لطف	الطاف
مدرس	مدرسین	لطیفہ	لطائف	مدرسہ	مدارس
لغت	لغات	مدینہ	مدائن	لفافہ	لفافہ جات
مرحلہ	مراحل	لقب	القاب	مرض	امراض
لمحہ	لمحات	مرثیہ	مراثی	لوح	الواح
مرہم	مراہم	لباس	البسہ	مراسلہ	مراسلات
لیل	لیالی	مربہ	مربہ جات	مریض	مریض ہا
مال	اموال	مذہب	مذاہب	مادہ	مواد
مذاکرہ	مذاکرات	مائع	مائعات	مسجد	مساجد
مالک	مالکان	مسئلہ	مسائل	ماہر	ماہرین
مسکین	مساکین	مسکن	مساکن	مقدار	مقادیر
مشغلہ	مشاغل	مقصد	مقاصد	مشرق	مشارق
مکتب	مکاتب	مشروب	مشروبات، مشارب	مکتوب	مکتوبات/مکاتیب

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

مشہور	مشاہیر	موقع	مواقع	مصرف	مصارف
موج	امواج	مصدر	مصادر	موضوع	موضوعات
مصیبت	مصائب	مہم	مہمات، مہائم	مضمون	مضامین
مہاجر	مہاجرین	مطلب	مطالب	مندوب	مندوبین
معنی	معانی	معدن	معادن	معجزہ	معجزات
مظلمہ، ظلم	مظالم	مغرب	مغارب	مملکت	ممالک
مفتوح	مفاتح	معقول	معقولات	ملت	ملل
مظہر	مظاہر	ملک	ممالک	مومن	مومنین
ملک	ملائک، ملائکہ	ملک	املاک	ناصر	انصار
منزل	منازل	ناظر	ناظرین	منصب	مناصب
نبی	انبیاء	مصنف	مصنفین	نبات	نباتات
منظر	مناظر	نتیجہ	نتائج	مفاد	مفادات
نجم	نجوم، انجم	مقام	مقامات	نسب	انساب
مقبرہ	مقابر	نصیحت	نصائح	نعمت	نعم
وقف	اوقاف	نفس	انفاس، نفوس	وقت	اوقات
نقطہ	نقاط	وکیل	وکلاء	نکتہ	نکات
ولد	اولاد	نقش	نقوش	ولی	اولیاء
نوع	انواع	واعظ	واعظین	نور	انوار
ورد	اوراد	نہر	انہار	وضع	اوضاع
ندیم	ندما	وہم	اوہام	نظر	انظار
ہدیہ	ہدایا	واقعہ	واقعات	ہدایت	ہدایات
وارث	ورثاء	ہمت	ہمم	وحشی	وحوش
ہندو	ہنود	ورق	اوراق	وزیر	وزراء
یتیم	یتامیٰ	وزن	اوزان	یوم	ایام
وسیلہ	وسائل	یہودی	یہود	وصف	وصایا
وطن	اوطان	وظیفہ	وظائف	وعظ	مواعظ
وفد	وفود				

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

مذکر مؤنث

درج ذیل مذکر کے مؤنث لکھیے۔

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
ابا	اماں	پڑوسی	پڑوسن	ابو	امی
پجاری	پجارن	استاد	استانی	پھوپھا	پھوپھی
اندھا	اندھی	پنڈت	پنڈتانی	ایکٹر	ایکٹرس
تایا	تائی	بادشاہ	ملکہ	تیلی	تیلن
بالغ	بالغہ	ٹھٹھیرا	ٹھٹھیرن	بھانجا	بھانجی
بھائی	بھابھی، بھاوج	جادوگر	جادوگرنی	برہمن	برہمنی
جوگی	جوگن	بڑھئی	بڑھائن	جیٹھ	جیٹھانی
بھکاری	بھکارن	جولاہا	جولاہی	بنیا	بنیائن
بنگالی	بنگالن	چچا	چچی	بہنوئی	بہن
چمار	چماری، چمارن	بندہ	بندی	چودھری	چودھرائن، چودھرانی
بہرہ	بہری	بیگ	بیگم	حاجی	حاجن، حجن
بھنگی	بھنگن	حاکم	حاکمہ	بھٹیارہ	بھٹیارن
حسین	حسینہ	بٹ	بٹنی	حلوائی	حلوائن
پارسی	پارسن	خاوند	بیوی	پٹھان	پٹھانی
خالو	خالہ	خادم	خادمہ	سنار	سنارن
خان	خانم	سید	سیدانی	خسر	خوشدامن
شاعر	شاعرہ	خصم	جورو	شوہر	بیوی
خواجہ	خاتون	شہزادہ	شہزادی	داماد	بہو
شیخ	شیخانی	درزی	درزن	صاحب	میم
دکھیارا	دکھیاری	صاحبزادہ	صاحبزادی	دوست	سہیلی
ضعیف	ضعیفہ	دلہا	دلہن	عزیز	عزیزہ
دھوبی	دھوبن	عیسائی	عیسائن	دیور	دیورانی
غلام	لونڈی، کنیز، باندی	ڈاکٹر	ڈاکٹرنی	ڈوم	ڈومنی

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

فاضل	فاضلہ	رانا، راجہ	رانی	فرنگی	فرنگن
رنڈوا	رانڈ، بیوہ	فقیر	فقیرنی	رنگریز	رنگریزن
قاتل	قاتلہ	رفیق	رفیقہ	قیصر	قیصرہ
زاہد	زاہدہ	کاکا	کاکی	زوج	زوجہ
کمہار	کمہارن، کمہاری	ساحر	ساحرہ	کنجڑا	کنجڑن
سسر	ساس	کھتری	کھترن	سقہ	سقن
گھبرو	مٹیار	سلطان	سلطانہ	گوالا	گوالن
سمدھی	سمدھن	گھوسی	گھوسن	گویا	گائن
گوگا	گوگی	بندر	بندریا	لوہار	لوہارن
بچھڑا	بچھیا	مالی	مالن	بھوت	بھتنی
محترم	محترمہ	ٹٹو	ٹٹوانی	محبوب	محبوبہ
چوہا	چوہیا	مخدوم	مخدومہ	دیو	پری
معلم	معلمہ	دیوتا	دیوی	میراثی	میراثن
سانڈ	سانڈنی	مغل	مغلانی	غزال	غزالہ
موچی	موچن	کتا	کتیا	مہتر	مہترانی
کبوتر	کبوتری	مولوی	مولون	لومڑ	لومڑی
نائی	نائن	مور	مورنی	نٹ	نٹنی
مینڈھا	بھیڑ	نواب	بیگم	مرغا	مرغی
نندوئی	نند	مینڈک	مینڈکی	نیاریا	نیارن
ناگ	ناگن	والد	والدہ	ہاتھی	ہتھنی
وارث	وارثہ	ہرن	ہرنی	ہمسایہ	ہمسائی
ہندو	ہندنی	یہودی	یہودن		

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

مذکر مؤنث

نوٹ: آج کل زیادہ تر مذکر مؤنث الگ الگ کرنے کا سوال آتا ہے لہٰذا ان الفاظ کو بھی اچھی طرح یاد کر لیں۔

مذکر بولے جانے والے الفاظ

اخبار، افق، استقلال، انتظار، آبشار، آہنگ (ارادہ)، اوج، التماس، التفات، بام، بحر، پتنگ، پرہیز، تار، تھوک، ٹکٹ، ثبوت، جوش، جہنم، جھاگ، چابک، چلن، حلف، حجاب، خبط، خلاء، خواب، دوزخ، دہی، درد، ریشم، رس، ردوبدل، زہر، سروش، سپند، سطرنج، شور، صبح، ضمیر، طوطی، طیش، طاعون، عیش، غش، غار، غور، فردوس، قلم، قوی، قبض، کلام، کھیل، کھڈ، کھوج، کمیشن، کشت وخون، گلقند، گوند، گیہوں، گھونگٹ، لالچ، مرض، ماضی، مرہم، مزاج، موم، مدوجزر، میل، نباہ، نقاب، ہوش۔

مؤنث بولے جانے والے الفاظ

اپیل، آواز، افراط، اکسیر، استدعا، آب وہوا، اردو، آبرو، اصل، الوداع، آغوش، انشاء، ایجاد، بہشت، بساط، برف، پتوار، پیاز، پرواز، پاپوش، تاک، ترازو، توبہ، تان، تحریر، جامن، جناب، جنت، جنگ، جھاڑو، چٹان، چلمن، چھالیا، حیا، خزاں، دعا، ڈبنگ، ڈکار، ڈگر، ریت، رانڈ، رمز، رکاوٹ، روح، زک، زلف، زد، زنار، سرنگ، سرکار، سنکھیا، سحر، سبھا، سائیکل، سسرال، سوگند، سانس، شاباش، شاہراہ، طنز، طرز، طبع، طمع، عقل، عقبیٰ، غرض، فصیل، فنا، فکر، قوس قزح، قامت، کیچڑ، کیل، کمند، گندم، گھاس، لونگ، لحد، معراج، مانگ، مراد، مضراب، میزان، مالا، نکسیر، ناؤ، نبض، نکیل، نشوونما، ہوس، ہوک، یاس، یلغار۔

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

الفاظ مترادف

الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف
آبرو	عزت	آراستہ	مرتب	آتش	آگ
بار	بوجھ،ثمر	اجالا	روشنی	باٹ	راستہ
اختر	نجم،کوکب،ستارہ	باطل	کفر،کاذب	اداس	غمگین،مغموم
باطن	اندرون	آرائش	زیبائش	بخیل	کنجوس
آرزو	خواہش،تمنا	بخت	نصیب،مقدر	ارزاں	سستا
بخشش	انعام،عطیہ	ارض	زمین،دھرتی	بدلگام	باغی،سرکش
آزار	رنج	بدہیت	بدشکل	آزردہ	مغموم،اداس
برگزیدہ	ممتاز	اسرار	بھید	برعکس	الٹ
آسودہ	خوشحال،مطمئن	برگشتہ	باغی	اصرار	تقاضا
بڑائی	عظمت،بزرگی	اطوار	چلن	بڑھیا	قیمتی،اعلیٰ
اعلیٰ	ارفع،بڑھیا	بزم	محفل،مجلس	آفتاب	خورشید،شمس،مہر
بس	قابو	اقامت	قیام،رہائش	بغض	کینہ
الم	غم،دکھ	بل	زور	امارت	امیری
بہتان	تہمت	آن	عزت	بھول	چوک
انسان	بشر	بہشت	جنت،فردوس	انحطاط	زوال
بیر	عداوت،دشمنی	ایوان	محل،قصر	بیباک	نڈر
ایجاب	قبول	بےوقوف	نادان	پارچہ	لباس
تونگر	متمول،امیر	پارہ	ٹکڑا	تہذیب	شائستگی
پیر	مرشد،رہنما	ثابت	سالم،کامل	پیڑ	شجر،درخت
ثروت	امارت،مال،دولت	پیالہ	جام،ساغر	ثقیل	گراں
پرندہ	طائر	ثمر	پھل	پیچ	بل

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ثنا	مدح	تال	سر	جابر	ظالم
تاجدار	تاجور	جاہ	مرتبہ	تالا	قفل
جدائی	ہجر، فراق، مفارقت	تجسس	جستجو	جزو	حصہ
تحفہ	سوغات	جمیل	حسین	تحقیق	کھوج
جور	ستم	تخریب	بربادی	جھاگ	کف
تخفیف	کمی، گھاٹا	چاق	مضبوط، تندرست	تخیل	تصور، خیال
چال	رفتار، چلن	تدوین	تالیف، ترتیب	چتون	نگاہ
تذلیل	رسوائی	چرخ	آسمان، فلک سپہر	تربت	مزار، مرقد
چق	چلمن، پردہ	تفکر	سوچ بچار	چوکس	چوکنا، چست
تقصیر	خطا، قصور، غلطی	حجت	تکرار	تکذیب	جھٹلانا
حجم	جسامت	تلوار	شمشیر، تیغ، سیف	حراست	قید، تحویل
توکل	بھروسہ، اعتماد	حرب	جنگ	توصیف	تعریف، تحسین
حزب	گروہ، جماعت	خدمت	عزت	روش	چلن
حلقہ	دائرہ	روضہ	مزار، مقبرہ، مرقد	حیلہ	بہانہ
روگ	مرض	خاتم	مہر	زاہد	متقی
خار	کانٹا	زک	نقصان	خبطی	دیوانہ
زیرک	دانا	خزینہ	گنجینہ	زینت	سجاوٹ
خلش	چبھن	ساحری	طلسمی	خلوت	عزلت
ساکت	جامد	خیر	عافیت، بھلائی	سایہ	پرتو، عکس
دام	فریب، جال	سبکی	بدنامی	دُر	موتی
سُت	جوہر	درشتی	کرختگی	سر	راز، بھید
دلاور	بہادر، شجاع	دنیا	جہان، گیتی	دھن	سرلگن
دھن	دولت	ذکا	فہم	رخنہ	خلل
رزم	جنگ	رسیا	شوقین	رغبت	شوق، میلان

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

رفعت	بلندی	روبرو	مقابل، سامنے	سرگرمی	تندہی
سرعت	عجلت	سدید	تخت	سستا	ارزاں
سطوت	شوکت	سلامت	محفوظ، تندرست	سوختہ	تفتہ
شاطر	چالاک، ہوشیار	شر	فتنہ	شرح	وضاحت
شرع	شریعت	شعار	طور	شگاف	دراڑ
ظن	وہم، گمان	شمیم	خوشبو، مہک	عار	شرم
شورش	فساد	عارضہ	بیماری، روگ	شیرینی	مٹھاس
عاری	خالی	صالح	نیک	عاصی	گنہگار
صائب	درست	عاقل	دانا، عقلمند	صحرا	دشت
حاکم	سردار، حکمران	صدر	سینہ	عالم	دنیا، حالت، کیفیت
صرف	خرچ	عجلت	جلدی	صف	قطار
عداوت	دشمنی، بیر	صفت	خوبی، ہنر	عرض	گزارش، التجا
ضابطہ	قانون، اصول	عسرت	تنگی، تنگدستی	ضخامت	حجم
عصر	زمانہ	ضد	خار، ہٹ دھرمی	عقل	خرد
ضعیف	کمزور، ناتواں	عوض	بدلہ	ضیاء	روشنی، نور
عہد	زمانہ، قول، دور	ضیافت	دعوت	عیال	کنبہ
طاق	الماری	عیش	عشرت، نشاط	طالع	مقدر، قسمت
غائر	وسیع	طبع	فطرت	غبی	کند ذہن
طرز	ڈھنگ	غدر	بغاوت	طینت	خصلت
غیظ	غضب	ظرف	حوصلہ، برتن	غیر	بیگانہ
ظفر	فتح، کامیابی	فاجر	فاسق	ظلمت	تیرگی، تاریکی
فتنہ	فساد	فراخ	کشادہ	گھائل	زخمی
فردوس	خلد	لاج	حیا، شرم	قاصد	پیغام بر
ناچار	مجبور	قاصر	عاجز	لحظہ	لمحہ

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

یخ	ٹھنڈا	واجب	لازم	یاس	ناامیدی
وافر	کثیر، زیادہ	یمین	دایاں	واضح	ظاہر
یسار	بایاں	وجود	ہستی	وساطت	ذریعہ
وسیع	کشادہ، فراخ	وصف	خوبی	وضع	شکل

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ترقی	تنزلی	بقا	فنا	تریاق	زہر
بینا	نابینا	تصدیق	تردید	بہتات	کمی، قلت
تعمیر	تخریب	بہار	خزاں	تقدیم	تاخیر
بیش	کم	تعجیل	تاخیر	بےضرر	ضرررساں
تقدیر	تدبیر	باتونی	کم گو	توحید	شرک
بشاش	غمگین	توانا	ناتواں	بانو	باندی
تھوک	پرچون	پختہ	خام	تفصیل	اجمال
پدر	مادر	تیز	مدھم	پورب	پچھم
توقیر	تحقیر	پیر	مرید	ٹھوس	کھوکھلا، مائع
پیش	پس	ثواب	عذاب	پیادہ	سوار
ثابت	سیار	پرجا	راجہ	جاندار	بےجان
جدت	قدامت	حقیقت	مجاز	جدید	قدیم
حلال	حرام	جدائی	ملاپ	حریص	قانع
جزا	سزا	حلیف	حریف	جسم	روح
حمایت	مخالفت	جلوت	خلوت	حضوری	غائب
جمہوری	شخصی	حیات	ممات	جنت	دوزخ
حدت	برودت	بہشت	جہنم	خالق	مخلوق
جیت	ہار	خادم	مخدوم	جنگ	صلح
خدا	بندہ	جزر	مد	خرد	جنوں
چور	سادھ	خارج	داخل	چمکدار	ماند
خصوصاً	عموماً	چٹ پٹا	پھیکا	خوشحال	بدحال
حاکم	محکوم	خوشنما	بدنما	حاضر	غائب
خوش خلق	بدخلق	حادث	قدیم	خوشی	غمی
حامی	مخالف	خوشگوار	ناگوار	حسن	قبح

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

خیر	شر	حسد	رشک	خوش	ملول، غمگین
حق	باطل، ناحق	خلوص	ریا	حقیقی	مجازی
خوبی	خامی	حبیب	رقیب	خیریت نامہ	تعزیت نامہ
دانا	ناداں	رغبت	نفرت	داخل	خارج
ریاکار	مخلص	دوش	فردا	روشن	تاریک
دراز	کوتاہ	روحانیت	مادیت	دنیا	عقبیٰ
رحمت	زحمت	وقت	سہولت، آسانی	رونق	بے رونقی، ویرانی
دستیاب	نایاب، ناپید	رقیق	غلیظ	دھوپ	چھاؤں
رہبر	رہزن	داد	بے داد	دین	دنیا
زیر	بم	رہائی	گرفتاری	داغ	بے داغ، صاف
رنجیدہ	خوش	دیانت	خیانت	زاہد	رند
دلجمعی	پریشانی	زرعی	غیر زرعی	دروغ	راست
زبردست	زیردست	دوئی	یکتائی	زرخیز	بنجر
ڈگمگانا	جمنا	زہد	رندی	ذمہ دار	غیر ذمہ دار
زیادتی	کمی	ذہین	غبی	سادگی	بے تکلفی، بناوٹ
ذرہ	آفتاب	ساکن	متحرک	راستی	دروغ گوئی
سپوت	کپوت	راحت	رنج، کلفت	سحر	شام
روشن	تاریک	سلجھانا	الجھانا	رحم دل	سنگ دل
سخی	بخیل	رنگین	سادہ	سخاوت	بخل
رحمت	قہر	سڈول	بے ڈول	سطح	تہہ
شمس	قمر	سوتیلا	سگا	شہرت	گمنامی
سفر	حضر	شکر	ناشکری	سنجیدہ	غیر سنجیدہ، شوخ
شیریں	تلخ	سگھڑ	پھوہڑ	شرک	توحید
سویر	دیر	شخصی	جمہوری	سوار	پیادہ

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

صادق	کاذب	سود	زیاں	صاف	میلا
سنوارنا	بگاڑنا	صبر	بےصبری	سیارہ	ثابت
صحت	بیماری	سہل	دشوار	صواب	خطا
سہواً	عمداً	صحیح	غلط	سیدھا	ٹیڑھا
صلح	جنگ	سیر	بھوکا	صفائی	گندگی
سیراب	تشنہ	ضروری	غیرضروری	سائل	مجیب
صالح	طالح	شاہ	گدا	ضعیف	قوی
شادی	غم، ماتم	ضلالت	ہدایت	شائستہ	ناشائستہ
طاقتور	کمزور	شہید	غازی	طاقت	ضعف
شاد	ناشاد	طاق	جفت	شجاع	بزدل
طلوع	غروب	شرافت	رزالت	طول	عرض
شریف	رزیل	طویل	عریض	شر	خیر
طمع	قناعت	ظاہر	باطن	فراز	نشیب
ظلمت	نور	فراخی	تنگی	عالم	جاہل
فصل	وصل	عمومی	خصوصی	فتح	شکست
عدل	ظلم	فرزانہ	دیوانہ	عروج	زوال
فربہ	نحیف	عزیز	ذلیل	فوائد	نقصانات
فراغت	مصروفیت	عزت	ذلت	علم	جہل
قابل	ناقابل	عمارت	کھنڈر	قدرتی	مصنوعی
علیحدگی	ملاپ	قدیم	جدید	عمدہ	ناقص
قہر	مہر	عیاں	نہاں	قناعت	ہوس
عمیق	پایاب	قوت	ضعف	عاقل	احمق
قدرتی	مصنوعی	عارضی	مستقل	قدآور	پست قامت
خفیہ	علانیہ	قوی	ضعیف	غالب	مغلوب

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کامل	ناقص	غنی	محتاج	کثیر	قلیل
غبی	ذہین	کافی	ناکافی	غل	سکوت، خاموشی
کارآمد	بےکار	فاتح	مفتوح	کمال	زوال
فائدہ	نقصان	کامی	نکما	فرمانبردار	نافرمان
کھرا	کھوٹا	کثرت	قلت	گدا	شاہ
کرم	جفا	لائق	نالائق	کافر	مسلمان
لین	دین	کشادہ	تنگ	لذیذ	پھیکا، بےلذت
کُل	جزو	لطافت	کثافت	کارآمد	بےکار
لاغر	توانا	کفایت شعاری	فضول خرچی	لطیف	کثیف
کلاں	خورد	ماضی	مستقبل	کہنہ	نو
مختصر	مفصل	کبیر	صغیر	مثبت	منفی
کمال	زوال	محبت	نفرت	کثیف	لطیف
محفوظ	غیر محفوظ	کج	راست	مسجد	مندر
گرو	چیلا	مسرور	مغموم	گستاخ	مودب
مستقل	عارضی	گراں	ارزاں	گاڑھا	پتلا
معمولی	غیر معمولی	گریہ	خنداں	گنوار	مہذب
متحرک	ساکن	گزشتہ	آئندہ	مفید	مضر
گل	خار	معصوم	عاصی	گمان	یقین
مرکب	عنصر	مشہور	گمنام	گہرا	پایاب
ملائم	کھردرا	گمنام	مشہور	ملکی	غیر ملکی
ملاقات	جدائی	نامور	گمنام	مقدس	پلید
نرمی	سختی	نظم	نثر	موزوں	غیر موزوں
نقد	ادھار	موٹا	پتلا	نور	ظلمت
مکاں	لامکاں	نیازمند	بےنیاز	مضرت	منفعت

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

نیک نام	بدنام	مؤثر	غیر مؤثر	نہار	لیل
مقبول	غیر مقبول	نافع	مضر	مصروف	فارغ
نایاب	دستیاب	مقیم	مسافر	وحدت	کثرت
مسرف	بخیل	وسیع	تنگ	مفصل	مجمل
وصال	فراق	مکمل	ادھورا	وجود	عدم
موافق	ناموافق	وصل	ہجر، فراق	میزبان	مہمان
وفا	جفا	مدح	ذم	ہدایت	ضلالت
مؤدب	گستاخ	ہموار	ناہموار	میٹھا	کڑوا
ہنر	عیب	موٹا	مہین	ہوشیار	دیوانہ
محاسن	معائب	یگانہ	بے گانہ	مخالفت	موافقت
یابس	رطب	مدعی	مدعالیہ	یزداں	اہرمن
نازک	سخت				

☆☆☆☆☆

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

تفہیم عبارات واشعار

عبارت نمبر 1

پنجاب کی حدان دنوں میں غزنی کی حد تک پھیلی ہوئی تھی اور راجہ یہاں کا جے پال تھا۔ جب مسلمانوں کے قدم آگے بڑھتے معلوم ہوئے تو اس نے غزنی پر ایک بھاری فوج سے چڑھائی کی۔ چنانچہ دفعتاً ملغان پر جا کر ڈیرے ڈال دیئے اور پشاور سے کابل تک برابر لشکر پھیلا دیا۔ ادھر سے سبکتگین بھی نکلا۔ چنانچہ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں اور ایک دوسرے کی پیش دستی کی منتظر تھیں کہ دفعتاً آسمان سے گولے پڑنے لگے یعنی بے موسم برف گرنی شروع ہو گئی۔ وہ لوگ تو برف کے کیڑے تھے۔ انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ ہندوستانی بے چارے اپنے لحاف اور رضائیاں ڈھونڈنے لگے، مگر وہاں رضائی کا گزارہ کہاں؟ سیکڑوں اکڑ کر مر گئے، ہزاروں کے ہاتھ پاؤں رہ گئے، جو بچے ان کے اوسان جاتے رہے۔

سوالات:

س1: پنجاب کی حدود غزنی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ کس زمانے میں؟

ج: راجہ جے پال کے زمانے میں پنجاب کی حد غزنی تک پھیلی ہوئی تھی۔

س2: جے پال کون تھا اور سبکتگین کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

ج: جے پال پنجاب کا راجہ تھا اور سبکتگین افغانستان کا حکمران تھا۔

س3: ''وہ لوگ تو برف کے کیڑے تھے'' کون برف میں رہنے کے عادی تھے؟

ج: افغانستان کے رہنے والے برف باری کے عادی تھے۔ اس لیے انہیں برف کے کیڑے کہا گیا۔

س4: وہاں رضائی کا گزارہ کیوں نہیں تھا؟ وہ لوگ جاڑے میں کیا اوڑھتے تھے؟

ج: سردی بہت شدید تھی اس لیے ہندوستانیوں کا وہاں رضائی سے گزارہ کرنا مشکل تھا کیونکہ اتنی سردی ان کی برداشت سے باہر تھی۔ غزنی اور کابل کے لوگ بھی سردی سے بچنے کے لیے رضائی ہی استعمال کرتے تھے لیکن چونکہ وہ اس ماحول کے پروردہ تھے اس لیے سردی کے خلاف ان میں قوت مدافعت پیدا ہو گئی تھی یہی وجہ ہے کہ انہیں رضائی میں سردی نہیں لگتی تھی۔

س5: جے پال اور سبکتگین میں جنگ کیوں نہ ہوئی؟

ج: بے موسم برف باری ہونے کی وجہ سے جے پال اور سبکتگین میں جنگ نہ ہوئی۔

س6: اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

ج: جے پال اور سبکتگین آمنے سامنے یا برفانی چیتے اور میدانی گیدڑ

عبارت نمبر 2

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ جس کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ مسٹر نعیم الحق صاحب کے خط سے جو انہوں نے شیخ عبدالحمید کو لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں کشمیر اور سری نگر، دو مختلف جگہیں ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض کریں کہ ''کشمیر'' ملک کا نام ہے اور ''سری نگر'' دارالسلطنت ہے۔ مقدمات جو بھی سری نگر میں ہوں گے اور جہاں تک میں خیال کرتا ہوں ان کو زیادہ مدت وہاں ٹھہرنا نہ پڑے گا۔ شیخ عبدالحمید صاحب کا خط مجھے آج آیا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ سید نعیم الحق صاحب کا سفر خرچ کشمیر کمیٹی کی طرف سے ادا ہونا چاہیے لیکن مجھے یقین ہے کہ سید صاحب موصوف اس حقیر رقم کو جو سفر خرچ کی صورت میں ان کی خدمت میں پیش کی جائے گی قبول نہ کریں گے اور یہ کام للہ، مسلمانوں کے لیے کریں گے۔ کشمیر کمیٹی کے پاس

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

زیادہ فنڈ نہیں ہے، ورنہ میں خود سید صاحب کی خدمت میں پیش کرتا۔ اس واسطے مہربانی کر کے ان کی خدمت میں عرض کریں کہ اگر آپ بلا کسی قسم کے معاوضے اور سفر خرچ کے یہ خدمت کریں تو اللہ کے نزدیک اجر جزیل کے مستحق ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی اور صورت میں اس کا اجر ضرور مل جائے گا۔

سوالات:

س1: علامہ اقبال نے مکتوب الیہ سے کیا کہا ہے۔ اس کا خلاصہ لکھیے۔

ج: اقبال یہ چاہتے ہیں کہ سید نعیم الحق صاحب کشمیر کے معاملات کی پیروی کریں جس کے لیے انہیں سری نگر جانا ہوگا اور کشمیر کمیٹی فنڈز کی کمی کی وجہ سے سفر خرچ بھی نہ دے سکے گی۔ شاید سید نعیم الحق اسے قبول نہ کریں پس اس کی جزا تو اللہ ہی سے ملے گی۔

س2: سفر خرچ سے کیا مراد ہے؟ تفصیل سے لکھیے۔

ج: جب بھی کوئی آدمی محکمے یا کسی تنظیم کی طرف سے کسی سفر پر روانہ ہوتا ہے تو وہ محکمہ یا تنظیم اس کے سفر کے اخراجات کے لیے اسے کچھ رقم دیتی ہے۔ یہ رقم سفر خرچ کہلاتا ہے۔

س3: اس نثر پارے کا عنوان لکھیے۔

ج: (1) کشمیر کے مقدمات کی فی سبیل اللہ پیروی (2) مکتوب اقبال (3) اقبال، سید نعیم الحق اور مقدمات کشمیر

س4: سید نعیم الحق وکیل ہیں۔ انہیں کشمیر اور سری نگر کیوں بلایا گیا ہے؟

ج: سید نعیم الحق ایک مشہور و معروف وکیل ہیں اور کشمیر کے بارے میں اچھے جذبات رکھتے ہیں۔ لہٰذا انہیں سری نگر کی عدالت میں چلنے والے مقدمات کی پیروی کے لیے سری نگر بلایا جا رہا ہے۔

س5: اجر جزیل کے کیا معنی ہیں؟

ج: اجر جزیل کے معنی بہت بڑا اجر یا انعام جو صرف خدا کی طرف سے ملتا ہے۔

عبارت نمبر 3

غالب نے القاب و آداب، مزاج پرسی و خیریت نگاری کا قدیم دستور، جس سے سر مو تجاوز کرنا روا نہ رکھا جاتا تھا، بالکل ترک کر دیا۔ یہ بات نہیں کہ یہ باتیں لکھتے ہی نہ تھے، مگر ان قاعدوں کے اور ان کی ترتیب کے پابند نہ تھے، القاب و آداب بالکل چھوڑ دیتے اور اول سطر سے مضمون شروع کر دیتے تھے۔ کبھی لکھتے تھے تو نئے، مختصر اُموزوں القاب لکھتے تھے۔ مثلاً ''میاں''۔ ''برخوردار''۔ ''بندہ پرور''۔ ''مہاراج''۔ ''پیر و مرشد''۔ ''بھائی صاحب''۔ اس سے زیادہ لکھا تو ''میری جان کے چین میاں سرفراز حسین''۔ ''میرے مہربان، میری جان، مرزا تفتہ سخن دان''۔ کبھی یہ سب غائب اور خط اس طرح سے شروع:

''صاحب تم کیا چاہتے ہو؟''..... یا..... ''مارڈالا یار تیری جواب طلبی نے''۔ اسی طرح دعا، سلام اور اپنا نام اور تاریخ تحریر لکھنے میں بھی کوئی پابندی نہ تھی۔

سوالات:

س1: آپ کے خیال میں خط کے ضروری اجزاء کیا ہیں؟

ج: خط کے ضروری اجزاء درج ذیل ہیں:

(1) مقام روانگی اور تاریخ (2) القاب و آداب (3) خط کا مضمون (4) اختتام مکتوب (5) خط لکھنے والے کا نام و پتا (6) مکتوب الیہ کا پتا

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

س2: غالب کے خطوط کی زبان کیسی ہے؟

ج: غالب تکلف اور بے جا ضوابط کی پابندی کے قائل نہ تھے۔ وہ اپنی بات کے اظہار کے لیے کسی تکلف کا سہارا نہ لیتے تھے۔ اپنی بات فوراً اور بے ساختہ اور عام فہم زبان میں شروع کر دیتے تھے۔ ظرافت اور شوخی ان کی تحریر کا خاصہ تھی۔

س3: غالب کے خطوط کی خصوصیات بیان کریں۔

ج: غالب نے قدیم دستور کے تکلفات کو ختم کر دیا۔ جس میں القاب و آداب، مزاج پرسی اور خیریت نگاری شامل تھی۔ عام لوگ ان دساتیر سے تجاوز نہ کرتے تھے جبکہ غالب نے یہ سب کچھ ختم کر دیا اور انوکھا، اچھوتا اور شوخ انداز اختیار کیا۔

س4: قدیم دستور مکتوب نگاری کیا تھی؟

ج: قدیم دستور کے مطابق خط میں القاب و آداب پر تکلف انداز میں لکھے جاتے تھے۔ مزاج پرسی کی جاتی تھی۔ اپنی خیریت بیان کی جاتی دوسرے کی پوچھی جاتی تب جا کر اصل بات کی جانب آیا جاتا۔

س5: خط کیوں لکھا جاتا ہے؟

ج: جس کے نام خط لکھا جاتا ہے اسے اپنے حالات و واقعات سے آگاہ کیا جاتا ہے اور اس کے حالات پوچھے جاتے ہیں۔ اسی لیے خط کو آدھی ملاقات کہا جاتا ہے۔

س6: اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

جواب: غالب کی مکتوب نگاری یا خط کے اجزاء

عبارت نمبر4

سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان نے انگریز کے خلاف کھلم کھلا جنگ کا آغاز کیا۔ فوجی طاقت سے برصغیر کے آزادی طلب عوام کو انگریزوں نے کچلا، مگر جذبہ حریت نہ دب سکا۔ 1857ء تک چنگاریاں چمکتی اور بجھتی رہیں۔ آخر مئی 1857ء کو چنگاری نے شعلہ بن کر فضا کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ آگ اور خون کا طوفان اٹھا، اس قیامت خیز ہنگامے میں عوام کا نقصان تو اتنا ہوا جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے مگر کمزور عوام نے ایک مرتبہ استحصالی طاقت کو مزا تو چکھا ہی دیا۔ توپ و تفنگ نے مظلوم عوام کے تاریخ و ثقافت کے بھرے بھرے محل کھنڈر کر دیئے۔ لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ ملک کا نقشہ پلٹ دیا۔ اب کی مرتبہ یہاں کے قومی رہنماؤں نے سرد جنگ اس کے بعد گرم معرکے کی تیاری کر لی۔ کانگریس، خلافت تحریک اور مسلم لیگ اسی جنگ کے ادارے بنے۔ ان تنظیموں نے عملی حکمتوں سے عوام کو بیدار کیا۔ صفوں کو منظم بنایا اور دشمن کو للکارا اور نئے نئے مورچے بنائے۔ پہلی جنگ عظیم میں آزادی کے امکانات ابھرے، دوسری جنگ عظیم کے بعد جدوجہد کامیابی کے قریب پہنچ گئی۔ اس مرحلے میں صدیوں حکومت کرنے والی قوم نے قائداعظمؒ کی قیادت میں علامہ اقبال کے خواب کی تعبیر ڈھونڈنا شروع کی۔ اس راہ میں خون کے سمندر اور آگ کے جنگل ملے اور قوم بسم اللہ کہہ کر آگے بڑھی۔ یہ پیش قدمی اللہ کی مدد اور ملت کے اتحاد، تنظیم اور ایمان، قائداعظم کی بصیرت و تدبیر کی بدولت منزل تک پہنچنے کا ذریعہ بنی۔ اللہ نے وہ دن دکھایا کہ اللہ اکبر کی گونج میں آزادی کا سورج نکلا اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ اسلامی عقائد و افکار، اسلامی تہذیب و ثقافت، اسلامی قانون و نظام، عدل و حکومت کے لیے اللہ نے اپنے محبوب نبی آخر الزماں ﷺ کے طفیل مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر بلندی و افتخار سے نوازا۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

سوالات:

س1: سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان کے بارے میں ایک پیراگراف لکھیں۔

ج: ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کو جن لوگوں نے سب سے پہلے للکارا۔ ان میں سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان کے نام سرفہرست ہیں۔ یہی وہ دو قوم کے سپوت تھے جنہوں نے انگریزوں کے خلاف کھلم کھلا جنگ کا آغاز کیا۔ اگرچہ انگریزوں نے سخت ترین قدم اٹھایا لیکن عوام کے دلوں سے جذبہ آزادی کو ختم نہ کر سکے۔

س2: 1857ء میں آزادی کے علمبرداروں کو کیا نقصان پہنچا؟

ج: 1857ء کی جنگ آزادی میں آزادی کے علمبرداروں کو بڑے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ خاص طور پر مسلمانوں پر مقدمات چلائے گئے۔ انہیں توپ سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ ان کے مکانات اور جائیدادیں چھین لی گئیں اور کالے پانی کی سزا دی گئی۔

س3: علامہ اقبال کے خواب سے کیا مراد ہے؟

ج: اقبال یہ چاہتے تھے کہ مسلم اکثریتی علاقوں کو برصغیر سے الگ کر کے اسلامی مملکت قائم کر دی جائے۔ جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو۔ یہی بات آپ نے خطبہ الٰہ آباد 1930ء میں کہی اور اسی بات پر آپ کو مفکر پاکستان اور مصور پاکستان کا لقب ملا۔

س4: سرد جنگ کسے کہتے ہیں؟

ج: جنگ سے قبل عوام کے جذبات مخالف حکومت کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ عوام کے دلوں میں نفرت اور حقارت بھر جاتی ہے اور ہر فرد ان ظالم حکمرانوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اتحاد قائم ہوتے ہیں اور زبردست جنگ کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہی باتیں سرد جنگ کہلاتی ہیں یا سرد جنگ سے مراد وہ جنگ ہے جو اسلحہ کے بغیر زبان و قلم سے لڑی جائے گویا یہ پروپیگنڈے کی جنگ ہوتی ہے۔

س5: تہذیب و ثقافت سے کیا مراد ہے؟

ج: کسی قسم کے طرزِ زندگی، آپس میں روابط، رسوم و رواج، تعلیم اور تفریح کے وسائل، موسیقی اور فنون لطیفہ، تہذیب و ثقافت کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔

س6: اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

ج: سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان قومی ہیرو یا مسلمانانِ ہند کی جدوجہد آزادی

عبارت نمبر 5

مادر ملت فاطمہ جناح مرحومہ پاکستان کی بانی نہیں تو قائداعظم کی دست راست اور جاں نثار بہن ہونے کے ساتھ ساتھ جنگ آزادی کے ہراول دستے میں خواتین کی رہنما بہرحال تھیں۔ بلند کردار، جفاکش بہن گھر کی چار دیواری میں عظیم بھائی کی محافظ و نگہبان، ذہنی سکون اور کار سیاست و قیادت میں معاون، میدان عمل میں مسلم خواتین کے لیے نشان عزم و استقلال، جہاد حریت کے ہر مرحلے میں انہیں بھائی کا آئینہ دیکھا گیا۔ وہی ہمت و جرات، وہی خلوص و جفاکشی، ملت پر قربان اور اصولوں پر ثابت قدمی۔ لوگ ان سے محبت بھی کرتے تھے اور ان کے ادب و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد محترمہ فاطمہ جناح نے ایک مثالی ماں کی طرح ملک و ملت کے لیے محنت کی۔ ہر وقت مصروف عمل، ہمہ وقت چوکس، صبح و شام، نظریہ، مقصد اور شاندار نتائج کی نگہداشت، ہر جگہ سائے کی طرح بھائی کے ساتھ اور ہر مرحلے میں قوم کی ہم آواز۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

کے مختلف ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں۔

سوالات:

س1: زبان کے دو مشہور خاندان کون کون سے ہیں؟

ج: ماہرین نے زبانوں کے دو خاندان بیان کیے ہیں۔

(1) سامی خاندان (2) آریائی خاندان

س2: عربی اور انگریزی زبان کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟

ج: عربی زبان سامی خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور انگریزی زبان آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

س3: آریائی خاندان کی جن زبانوں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان کے نام لکھیں۔

ج: آریائی خاندان کی زبانوں میں پاکستان اور ہندوستان کی تمام زبانیں شامل ہیں نیز انگریزی، یونانی، اطالوی، جرمن اور فرانسیسی زبانیں بھی شامل ہیں۔

س4: دنیا کے کون کون سے ممالک ہیں جہاں آریائی خاندان کی زبانیں بولی جاتی ہیں؟

ج: آریائی خاندان کی زبانیں پاکستان، ہندوستان، یونان، اٹلی، جرمن، فرانس اور برطانیہ میں بولی جاتی ہیں۔

س5: ہماری قومی زبان کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟

ج: ہماری قومی زبان اردو کی بنیاد بھی آریائی زبانیں ہیں۔ اردو زبان عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت و دیگر ہندوستانی زبانوں سے مل کر بنی ہے۔

س6: اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

ج: زبانوں کے دو مشہور خاندان

عبارت نمبر 7

ہم عصروں اور ہم چشموں کی رقابت پرانی چیز ہے اور ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ جہاں تک مجھے ان سے گفتگو کا موقع ملا اور بعض اوقات چھیڑ چھیڑ کر اور کرید کرید کر دیکھا اور ان کی تحریروں کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مولانا اس عیب سے بری معلوم ہوتے ہیں۔ محمد حسین آزاد نے مولانا شبلی کی کتابوں پر کیسے اچھے تبصرے لکھے ہیں اور جو باتیں قابل تعریف تھیں ان کی دل کھول کر داد دی ہے۔ مگر ان بزرگوں میں سے کسی نے مولانا کی کسی کتاب کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ لاہور میں کرنل ہالرائیڈ کی زیرِ ہدایت جو جدید رنگ کے مشاعرے ہوئے، ان میں آزاد اور حالی دونوں نے طبع آزمائی کی۔ برکھارت، حبِ وطن، نشاطِ امید اسی زمانے کی نظمیں ہیں۔ آزاد اپنے رنگ میں بے مثل شار ہیں، مگر شعر کے کوچے میں ان کا قدم نہیں اٹھتا۔ لیکن مولانا کی انصاف پسندی ملاحظہ کیجیے کہ کیسے صاف لفظوں میں اس نئی تحریک کا سہرا آزاد کے سر باندھا ہے۔

سوالات:

س1: اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

ج: (1) مولانا الطاف حسین حالی اور ان کی منصفانہ تبصرہ نگاری (2) مولانا حالی کے اوصاف

[illegible]

ج: عبارتِ بالا میں مولانا سے مراد مولانا الطاف حسین حالی ہیں۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

س3: مولانا کس بات سے بری تھے؟

ج: ہر دور کے ادب اور شعراء آپس میں بے جا تنقید کرتے رہتے ہیں لیکن حالی اس عیب سے پاک ہیں۔ انہوں نے کبھی کسی کے کلام میں نقص نہیں نکالا۔

س4: جدید رنگ کے مشاعروں میں کس قسم کی نظمیں پڑھی جاتی تھیں؟

ج: جدید رنگ کے مشاعروں میں طرز قدیم سے ہٹ کر اور فطرت سے قریب نظمیں کہی اور پڑھی جاتیں۔ حالی کی نظمیں برکھا رت، نشاطِ امید اور حب وطن انہیں میں ہیں۔

س5: نثار کسے کہتے ہیں۔

ج: نثار کے معنی نثر لکھنے والا یعنی نثر نگار۔

س6: "مگر شاعری کے کوچے میں ان کا قدم نہیں اٹھتا" اس کے معنی لکھیں۔

ج: مولانا آزاد نثر تو عمدہ لکھ لیتے لیکن نظم کے معاملے میں وہ اچھا شعر کہنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

س7: داد دینا لکھیے۔

ج: کسی لطف اندوز ہوتے ہوئے شاعر کی تعریف کرنا داد دینا کہلاتا ہے۔

س8: تبصرہ کسے کہتے ہیں؟

ج: کسی کے یا شعر کی اچھائی اور برائی کا بیان تنقید یا تبصرہ کہلاتی ہے۔

عبارت نمبر 8

اسلام نے لفظ قوم کے معنی بدل دیئے ہیں اسلام سے پہلے کے تمام قومی سلسلے، تمام قومی رشتے، نسل یا علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اسلام نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تحت ایک نیا روحانی بلکہ خدائی رشتہ قائم کر دیا۔ اسلام کسی سے نہیں پوچھتا کہ وہ ترک ہے یا تاجیک، وہ افریقہ کا رہنے والا ہے یا عرب کا، وہ چیبرده ہے یا ماچین کا، پاکستان میں پیدا ہوا یا ہندوستان میں، وہ کالے رنگ کا ہے یا گورے رنگ کا، بلکہ جس کسی نے اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مان لیا وہ ایک رشتے میں بندھ گیا۔ اس سے بڑھ کر اور پیارا رشتہ اور کوئی نہیں ہے۔

سوالات:

س1: اسلام نے لفظ قوم کو کتنی وسعت دی ہے؟

ج: اسلام نے لفظ قوم کو آفاقی بنا دیا۔ مسلمان کسی نسل، رنگ اور جغرافیائی حد میں قید نہیں۔ جس شخص نے توحید اور رسالت کا اقرار کر لیا وہ مسلم قوم میں شامل کیا۔

س2: کیا اسلام میں نسل اور علاقے کا امتیاز جائز ہے؟

ج: اسلام نے نسل اور علاقے کے تمام امتیازات کو یکسر ختم کر دیا اور ایک آفاقی اصول اخوت دیا۔

س3: کیا اسلام میں ترکی کے مسلمان، چین کے مسلمان اور پاکستان کے مسلمان میں امتیاز ہو گا؟

ج: فلسفہ اسلام کے مطابق ترکی، چین اور پاکستان تو کیا پوری دنیا کے مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں وہ سب

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

س4: کیا گورے مسلمان کو کالے مسلمان پر فوقیت حاصل ہے؟

ج: اسلام نے گورے اور کالے کے امتیاز کو ختم کر کے مساوات کا درس دیا ہے۔

س5: اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

ج: اسلام کا فلسفہ مساوات یا اسلام کا تصورِ قومیت یا اسلام میں نظریہ قومیت

عبارت نمبر 9

سکون کے وقت سمندر کا دیدار آنکھوں کو فرحت بخشنے والی چیز ہے۔ تختہ جہاز پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو لہروں کا ایک لاتعداد سلسلہ نظر آتا ہے، جو ہوا کے نرم نرم جھونکوں کے اثر سے سمندر پر قریب قریب ہر وقت آتے رہنے سے ایک دوسرے کے پیچھے حلقے بناتا چلا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لہریں ایک دوسری کے پیچھے دوڑ رہی ہیں۔ صبح کے وقت جب آفتاب نکلتا ہے اور اچھلتی ہوئی لہروں کی سفید جھاگ پر اس کی کرنیں پڑتی ہیں تو قوس قزح کے سارے رنگ دفعۃً شفاف پانی کے تختوں پر چمک جاتے ہیں اور دور افق کے قریب تو سنہری روپہلی فرش بچھا ہوا نظر آتا ہے۔ گویا شاہِ خاور کے خیر مقدم کے لیے سامان ہو رہا ہے۔

سوالات:

س1: سکون کے وقت سمندر کا نظارہ کیسا ہوتا ہے؟

ج: پرسکون حالت میں سمندر کا نظارہ بڑا دلکش اور فرحت انگیز ہوتا ہے۔ ہلکی ہلکی ہوا کے چلنے سے سمندر پر چھوٹی چھوٹی لہروں کے حلقے نمودار ہوتے ہیں اور دور جاتے رہتے ہیں اور سورج کی روشنی طرح طرح کے رنگ بکھیرتی ہے۔

س2: تختۂ جہاز سے سمندر کیسا نظر آتا ہے؟

ج: بحری جہاز کے تختے پر کھڑا شخص سمندر کو ایک خاص زاویے سے دیکھتا ہے۔ اس لیے اس سمندر کا نظارہ بڑا پرکشش نظر آتا ہے۔ لہروں کے حلقے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا، سورج کی شعاعوں کے انعکاس کے باعث قوس قزح کے رنگ اور افق پر سنہری اور روپہلی جھلک بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے۔

س3: صبح کے وقت سمندر کا نظارہ کیسا ہوتا ہے؟

ج: صبح کے وقت سمندر پر سورج کی شعاعیں ترچھی پڑتی ہیں اور انعکاس زیادہ ہوتا ہے۔ جس کے باعث روشنی کے ساتوں رنگ قوس قزح کی مانند دکھائی دیتے ہیں اور دور افق پر پانی کی لہریں روپہلے اور سنہرے رنگ کا انعکاس کرتی ہیں۔ جو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔

س4: دور افق کے نزدیک کیا نظر آتا ہے؟

ج: دور افق پر پانی کی لہروں کے ساتھ روشنی کا ملاپ ایک عجیب و غریب کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ وہاں کرنیں پانی سے منعکس ہو کر روپہلی اور سنہری دکھائی دینے لگتی ہیں اور آنکھوں کو بہت فرحت ملتی ہے۔

س5: اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

ج: سمندر کا دلکش نظارہ یا صبح کے وقت سمندر کا منظر

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

عبارت نمبر 10

انتخاب کتب ایک اہم مسئلہ ہے۔اس کے لیے اس طرح کی احتیاط اور غور وفکر کی ضرورت ہے جس طرح کہ دوستوں کے انتخاب کے لیے۔جس طرح ایک اچھے اور نیک چال چلن کا مالک انسان اپنے دوست کو برائی سے بچالیتا ہے اور ایک برا دوست اپنی بدکرداری کی وجہ سے دوسرے دوست کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔اسی طرح اچھی کتابیں دل ودماغ اور عادات واطوار پر اچھا اثر ڈالتی ہیں اور مخرب اخلاق اور بے ہودہ کتابیں طبیعت کو برائی کی طرف مائل کرتی ہیں۔ اسی طرح بری کتابوں کا مطالعہ پڑھنے والے کی اخلاقی موت کا باعث بنتا ہے۔مشاہیرِ زمانہ کی سوانح عمریاں، سفرنامے، تاریخی اور مذہبی کتب اور جدید معلومات پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ انسان اور خصوصاً طالب علم کے لیے بہت مفید ہے۔اخلاقی کتابوں کے مطالعے سے اخلاق بلند ہوتا ہے۔

سوالات:

س1: کتابوں کے انتخاب میں کس چیز کی ضرورت ہے؟

ج: کتابوں کے انتخاب میں بہت زیادہ احتیاط اور غور وفکر کی ضرورت ہے۔کیونکہ اچھی کتب کا مطالعہ انسان کو اچھا اور بری کتب کا مطالعہ انسان کو برا بنا دیتا ہے۔

س2: برا دوست کیا نقصان پہنچاتا ہے؟

ج: برے لوگ وہ ہوتے ہیں جو برائی کے رستے پر چلتے ہوں۔اگر انسان ایسے برے لوگوں سے دوستی قائم کرے۔تو وہ اسے بھی بری راہ پر لگا دیتے ہیں۔

س3: خراب کتابیں پڑھنے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

ج: خراب اور بری کتابیں وہی کردار ادا کرتی ہیں جو خراب دوست کرتے ہیں۔مخرب اخلاق اور بے ہودہ کتابوں کا مطالعہ انسان کی طبیعت وفطرت پر برا اثر ڈالتا ہے اور اسے برائی کے راستے پر لے آتی ہے۔

س4: طالب علم کے لیے کون سی کتابیں مفید ہیں؟

ج: طالب علم چونکہ خام ذہن کا مالک ہوتا ہے اور ہر چیز کا اثر جلد قبول کر لیتا ہے۔اس لیے طالب علم کو اچھی اور پاکیزہ کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اسلام کے بڑے بزرگوں کے کارنامے، سوانح عمریاں، اچھی قسم کے سفرنامے، تاریخی اور مذہبی کتب اور جدید معلومات کی کتابیں طلباء کے لیے مفید ہوتی ہیں۔

س5: اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

ج: کتابوں کے انتخاب میں غور وفکر کی اہمیت یا اچھی اور بُری کتابیں

عبارت نمبر 11

مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دور اقتدار میں ہندو اور مسلمان ساتھ ساتھ رہے۔انہوں نے ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھا۔ہندوؤں کی بعض رسمیں مسلمانوں میں رائج ہوئیں اور بعض اسلامی تصورات ہندوؤں میں مقبول ہوئے۔لیکن ہندو اور مسلمان آپس میں جذب ہو کر ایک معاشرہ نہ بن سکے۔ ہندو، مسلمان عموماً الگ الگ محلوں میں رہتے تھے۔ہندو معاشرہ ذات پات کے بندھنوں میں جکڑا ہوا تھا۔اس لیے ہندو نہ تو آپس میں متحد ہوتے تھے نہ مسلمانوں کی طرف خلوصِ دل سے ہاتھ بڑھاتے تھے۔اگرچہ مسلمان اور ہندو دونوں قومیں ایک خطہ ارض میں رہتی تھیں لیکن مسلمانوں کی رواداری کے باوجود

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

ہندوؤں کے معاشرتی اور مذہبی تعصّبات پختہ ہوتے گئے۔ باہمی میل جول اور یگانگت کا خاصا فقدان رہا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی یہ الگ الگ حیثیت پورے اسلامی دور میں نمایاں رہی۔ اس صورتِ حال کو پاکستان کی مخصوص اصطلاح میں دوقومی نظریہ کہا جاتا ہے۔

سوالات:

س1: ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک ساتھ رہ کر ایک دوسرے سے کیا کچھ سیکھا؟

ج: ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک ساتھ رہ کر بہت کچھ سیکھا۔ ہندوؤں کی بعض رسمیں مسلمانوں میں رائج ہوئیں اور بعض اسلامی تصورات ہندوؤں میں مقبول ہوئے۔

س2: ہندوؤں اور مسلمانوں کے آپس میں تعلقات کیسے رہے؟

ج: ہندوؤں اور مسلمانوں کے آپس میں تعلقات اچھے نہ رہے۔ وہ کبھی بھی آپس میں جذب ہو کر ایک معاشرہ نہ بن سکے۔

س3: ہندو معاشرہ آپس میں متحد کیوں نہ ہو سکا؟

ج: ہندو معاشرہ آپس میں متحد اس لیے نہ ہو سکا کہ وہ ذات پات کے بندھنوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کے معاشرتی اور مذہبی تعصّبات کی وجہ سے بھی ہندو معاشرہ آپس میں متحد نہ ہو سکا اور باہمی میل جول اور یگانگت کا خاصا فقدان رہا۔

س4: مسلمانوں نے ہندوؤں پر کتنے عرصے تک حکومت کی؟

ج: مسلمانوں نے ہندوؤں پر ایک ہزار سال تک حکومت کی۔

س5: دوقومی نظریہ کیا ہے؟

ج: ہندوؤں اور مسلمانوں کا اپنے الگ الگ نظریات کی بنا پر علیحدہ علیحدہ حیثیت سے رہنا دوقومی نظریہ کہلاتا ہے۔

س6: اس عبارت کا موزوں عنوان تحریر کریں۔

ج: ''دوقومی نظریہ''۔

عبارت نمبر 12

دنیا کے ادب میں ڈراما ایک نہایت قدیم صنف ہے۔ اردو میں ڈرامے کی ابتداء 1853ء میں امانت کی اندر سبھا سے ہوتی ہے لیکن جدید ڈرامے کا تصور بعد میں انگریز کی وساطت سے آیا۔ اردو ڈرامے کے پیش رو کی حیثیت سے ''رہس'' کا ذکر ضروری ہے۔ اس دور میں ڈرامے پر شاعری، رقص و سرود اور موسیقی کا غلبہ تھا۔ انیسویں صدی کے آخر تک یہی سلسلہ رہا۔ بعد میں آغا حشرؔ نے کچھ انگریزی ڈراموں کے ترجموں اور طبع زاد ڈراموں سے اس میں زندگی کا حقیقی خون دوڑانے کی کوشش کی۔ بیسویں صدی کے پہلے ربع میں مقفّٰی مکالموں کا زور رہا بلکہ عبدالحلیم شررؔ نے انگریزی کے تتبع میں نظم معرا کی صورت میں چند ڈرامائی نمونے بھی پیش کیے۔ دوسرے ربع کے ڈراما نگاروں کے ہاتھوں ڈراما زندگی اور عوام سے قریب تر ہوتا گیا۔ اس زمانے میں امتیاز علی تاج نے اپنا معروف ڈراما ''انارکلی'' لکھا۔ ان کے ہم عصر ڈراما نگاروں میں عابد اور میرزا ادیب بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔

سوالات:

س1: اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

ج: ''اردو ادب میں ڈراما نگاری'' یا ''ڈرامے کا ارتقاء''۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

س2: اردو ڈرامے کا ذکر کرتے وقت رہس کا ذکر کیوں ضروری ہے؟

ج: اردو ڈرامے کے پیش رو کی حیثیت سے ''رہس'' کا ذکر ضروری ہے۔

س3: وہ کون سا دور تھا جس میں اردو ڈرامے پر شاعری اور رقص و سرود کا غلبہ تھا؟

ج: 1853ء کا وہ دور جب امانت کی اندر سبھا لکھی گئی اور اردو ڈرامے کے پیش رو کی حیثیت سے ''رہس'' کا ذکر کیا گیا۔ اسی دور میں ڈرامے پر شاعری اور رقص و سرود کا غلبہ تھا۔

س4: مقفّٰی مکالمے سے کیا مراد ہے؟

ج: ایسا مکالمہ جس میں قافیے کا استعمال کیا گیا ہو مقفّٰی مکالمہ کہلاتا ہے۔

س5: طبع زاد ڈرامہ کیا ہوتا ہے؟

ج: جو ڈرامہ نیا اپنی طرف سے لکھا گیا ہو ٹرانسلیشن نہ کی گئی ہو طبع زاد ڈرامہ کہلاتا ہے۔

عبارت نمبر 13

قائداعظم ہمیشہ سے ایماندار، باہمت، نڈر اور مستقل مزاج انسان تھے۔ ان کا دامن لالچ اور ہوس سے پاک تھا۔ وہ کسی جج یا ساتھی وکیل سے بھی اپنی ان کے خلاف کوئی لفظ سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ نامساعد حالات میں گھبراتے نہیں تھے اور نہ کبھی دغا اور فریب سے کام لیتے تھے۔ ان کی سیاست صاف ستھری اور پاکیزہ تھی۔ وہ سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے توڑ پھوڑ اور خلافِ قانون اقدامات کے سخت مخالف تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے اس کے بارے میں کسی سے سمجھوتا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی مصلحت کوشی سے کام لیتے تھے۔ خوش پوشی کا انہیں بے حد شوق اور سلیقہ تھا۔ جو آخر تک قائم رہا۔ ہندوستان کے کتنے ہی وائسرایوں نے ان کی خوش پوشی کی تعریف کی۔ ان کی زندگی کے آخری چند سالوں میں ان کی شہرت بامِ عروج پر پہنچ گئی تھی۔ پاکستان کا قیام ان کا عظیم کارنامہ ہے۔

سوالات:

س1: قائداعظم کس قسم کے انسان تھے؟

ج: قائداعظم ایک ایماندار، باہمت، نڈر اور مستقل مزاج انسان تھے۔ لالچ اور ہوس سے پاک تھے۔ کسی جج یا ساتھی وکیل سے اپنی شان کے خلاف کوئی لفظ نہ سنتے۔ نامساعد حالات میں گھبراتے نہیں تھے اور نہ کبھی دغا اور فریب سے کام لیتے۔

س2: قائداعظم کا سیاسی رویہ کس قسم کا تھا؟

ج: قائداعظم کا سیاسی رویہ بہت اچھا تھا۔ صاف ستھری اور پاکیزہ سیاست کرتے۔ توڑ پھوڑ اور خلافِ قانون اقدامات کے سخت مخالف تھے۔ حق بات پر کوئی سمجھوتا نہ کرتے اور نہ ہی مصلحت کوشی سے کام لیتے۔

س3: قائداعظم کا عظیم کارنامہ کون سا ہے؟

ج: قائداعظم کا عظیم کارنامہ پاکستان کا قیام ہے۔

س4: ہندوستان کے وائسرایوں نے قائداعظم کے کس وصف کی تعریف کی؟

ج: ہندوستان کے وائسرایوں نے قائداعظم کی خوش پوشی کی تعریف کی۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

س5: اس عبارت کا موزوں عنوان تحریر کریں۔

ج: 1۔ قائداعظم ایک بہترین سیاستدان
2۔ قائداعظم اور سیاست
3۔ قائداعظم کی سلیقہ شعاری
4۔ قائداعظم ایک باکردار انسان
5۔ قائداعظم کی بیباک سیاست
6۔ قائداعظم اور قیام پاکستان

عبارت نمبر 14

ملکہ کی اس دلدوز اور ولولہ انگیز تقریر سے سب امیروں، وزیروں کی رگِ حمیت بیدار ہوگئی اور سب نے تہیہ کرلیا کہ وطن کی حفاظت میں اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نثار کردیں گے۔ شاہی فوج کی آمد کی خبریں برابر احمد نگر پہنچ رہی تھیں۔

چاند بی بی نے فوج کی ترتیب و تنظیم کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور سارے انتظام مکمل کر کے دشمن کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔ بالآخر شاہی فوج آئی۔ احمد نگر پر حملہ کیا لیکن احمد نگر والوں نے شاہی فوج کا مقابلہ اتنی ہمت اور دلیری سے کیا کہ اس کے دانت کھٹے ہوگئے۔

سوالات:

س1: ملکہ کی تقریر نے کیا اثر پیدا کیا؟

ج: ملکہ کی تقریر نے یہ اثر پیدا کیا کہ سب امیروں، وزیروں کی رگِ حمیت بیدار ہوگئی اور سب نے تہیہ کرلیا کہ وطن کی حفاظت میں اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نثار کردیں گے۔

س2: چاند بی بی نے احمد نگر کو بچانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کیں؟

ج: چاند بی بی نے احمد نگر کو بچانے کے لیے یہ تدابیر اختیار کیں کہ فوج کی ترتیب و تنظیم کا سارا اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا اور سارے انتظام مکمل کر کے دشمن کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔

س3: شہزادہ مراد کے حملے کا کیا انجام ہوا؟

ج: شہزادہ مراد کے حملے کا یہ انجام ہوا کہ اس کا حملہ پسپا کردیا گیا اور اس کی فوج کے دانت کھٹے ہوگئے۔

س4: شاہی فوج نے کس علاقے پر حملہ کیا؟

ج: شاہی فوج نے احمد نگر پر حملہ کیا۔

س5: اس عبارت کا موزوں عنوان تحریر کریں۔

ج: 1۔ شاہی فوج کی پسپائی
2۔ ملکہ کی دلدوز اور ولولہ انگیز تقریر
3۔ چاند بی بی ایک بہترین منتظم
4۔ چاند بی بی کی جنگی حکمت عملی

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

عبارت نمبر 15

اقبالؒ کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ ایک باعمل شاعر تھے۔ انہوں نے شعر کے ذریعے اسلامی تعلیمات، حسن اخلاق، خودی، فقر، درویشی اور مغرب سے بیزاری کی تلقین کی اور اپنے عمل کے ذریعے اس کا ثبوت مہیا کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد میں اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق شرکت کی۔ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے یورپ کا سفر کیا۔ اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے فلسطین گئے۔ نیز اسلامی افکار اور فلسفہ کی اشاعت کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں دہلی، حیدرآباد، دکن، مدراس اور بنگلور وغیرہ کے دورے کیے۔ مسلمانوں کے اصرار پر پنجاب اسمبلی میں مسلمانوں کے حقوق کے لیے انتخاب میں حصہ لیا اور تین سال تک اسمبلی میں مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑی۔ حتیٰ کہ اسلام کے نفاذ کے لیے ایک الگ خطۂ زمین کے حصول کی راہ دکھائی۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو آزادی اور تعمیرِ نو کا ولولہ تازہ عطا کیا۔

سوالات:

س1: اس عبارت کا موزوں عنوان تحریر کریں۔

ج: 1۔ اقبالؒ کی انفرادیت 2۔ اقبالؒ اور امت مسلمہ 3۔ اقبالؒ مسلمانوں کے ایک عظیم خیر خواہ
4۔ اقبالؒ کی سیاسی جدوجہد 5۔ اقبالؒ ایک عظیم مفکر 6۔ اقبالؒ ایک ترجمانِ ملت
7۔ اقبالؒ خالق تصورِ پاکستان

س2: اقبالؒ نے شعر کے ذریعے ہمیں کیا تلقین کی ہے؟

ج: اقبالؒ نے شعر کے ذریعے ہمیں اسلامی تعلیمات، حسن اخلاق، خودی، فقر، درویشی اور مغرب سے بیزاری کی تلقین کی ہے۔

س3: اقبالؒ نے اسلامی افکار کی اشاعت کے لیے کن علاقوں کا دورہ کیا؟

ج: اقبالؒ نے اسلامی افکار کی اشاعت کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں دہلی، حیدرآباد، دکن، مدراس اور بنگلور کا دورہ کیا۔

س4: اقبالؒ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے اور اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے کہاں گئے؟

ج: اقبالؒ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے یورپ اور اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے فلسطین گئے۔

س5: اقبالؒ نے کتنے سال تک پنجاب اسمبلی میں مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑی؟

ج: اقبالؒ نے تین سال تک پنجاب اسمبلی میں مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑی۔

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

تفہیم اشعار(16)

یہ سچ ہے کہ ہے قوم میں قحط انسان — نہیں قوم کے ہیں سب افراد یکساں
سفال و خزف کے ہیں انبار گر یاں — جواہر کے ٹکڑے بھی ہیں ان میں پنہاں
چھپے سنگریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ — ملے ریت میں ریزۂ زر بھی ہیں کچھ

سوالات:

س1: ان اشعار کا مرکزی خیال کیا ہے؟

ج: ان اشعار کا مرکزی خیال یہ ہے کہ اگرچہ قوم میں قابل انسانوں کی کمی ہے تاہم نالائق اور نکمے افراد کے ساتھ قابل اور لائق انسان بھی موجود ہیں۔

س2: قوم میں قحطِ انسان ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج: قوم میں قحطِ انسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قوم میں لائق اور قابل انسانوں کی بے حد کمی ہے۔

س3: سفال وخزف کے کیا معنی ہیں؟

ج: سفال مٹی کو کہتے ہیں اور خزف سے مراد ریت ہے یعنی نکمے لوگ۔

س4: ''چھپے سنگریزوں میں جوہر بھی ہیں کچھ'' اس مصرعے کا کیا مفہوم ہے؟

ج: اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکمے لوگوں میں قابل اور لائق لوگ بھی موجود ہیں۔

س5: ''ریزۂ زر'' کے کیا معنی ہیں؟

ج: ریزۂ زر کے معنی ہیں سونے کے ذرات یعنی اچھے اور لائق افراد۔

س6: ان اشعار میں قافیوں کی نشان دہی کیجیے اور بتائیے کہ ان کو ترتیب کیونکر دیا گیا ہے؟

ج: ان اشعار میں انساں، یکساں، یاں، پنہاں، گوہر اور زر قافیے ہیں۔

قافیوں کی ترتیب یوں ہوتی ہے کہ یہ اشعار کے آخری الفاظ ہوتے ہیں۔ یہ ہم وزن ہوتے ہیں لیکن ہم معنی نہیں ہوتے۔ یہ ہمیشہ ردیف سے پہلے آتے ہیں۔

س7: ان اشعار کا عنوان تجویز کیجیے۔

ج: 1۔ جواہر 2۔ گوہر 3۔ ریزۂ زر

تفہیم اشعار(17)

منعموں کے گھروں میں آج اور کل — ہیں پڑے پردے، دیکھے ہے منقل
اس پہ جاڑے سے ہے یہ ان کا حال — ناک سے چھوٹتا نہیں رومال
جھینکنا جاڑے کا جو جھینکیں ہیں — اک سخن ہے تو لاکھ چھینکیں ہیں
اہلِ حرفہ پہ کیجیے جو نگاہ — کاروبار ان کا ہو گیا ہے تباہ
پیٹ کر سر کہے ہے بھٹیارا — ہائے! اب کیا کروں میں بے چارا

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

سقا بولے ہے بھر کے آنکھوں میں اشک
یارو پانی نکالو چیر کے مشک
غرض ایسی ہی کچھ پڑی ہے ٹھنڈ
مٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ
سودا آخر ہے سردی کا مذکور
شعر بھی گر خنک ہوں، رکھ معذور
آگے جاتا نہیں ہے اب بولا
ہو گئی ہے زباں بھی اولا

الات:

س1: **اس نظم کا عنوان تجویز کیجیے۔**

ج: جاڑے کی شدت۔

س2: **''منعم'' کے کیا معنی ہیں؟**

ج: انعام و اکرام دینے والا امراد سخی۔

س3: **منقل کا مطلب بتائیے۔**

ج: آتشدان، انگیٹھی۔

س4: **''جھینکنا جاڑے کا جو جھینکے ہیں'' اس مصرے کا مطلب بتائیں۔**

ج: سردی کی شدت کی وجہ سے شکایت کرنا۔

س5: **ناک سے رومال کیوں نہیں چھوٹتا؟**

ج: سردی کی وجہ سے زکام ہے جس کی وجہ سے ناک سے رومال نہیں چھوٹتا۔

س6: **اہل حرفہ کا معنی بتائیں۔**

ج: اہل حرفہ سے مرد ہے ہنر یا فن جاننے والے۔

س7: **''زمہریر'' کا کیا مطلب ہے؟**

ج: جہنم کا ایک کڑوے ذائقے والے درخت کا نام ہے اور جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ہے جو انتہائی سرد ہے۔

س8: **پانی نکالنے کے لیے مشک کو چیرنا کیوں ضروری ہو گیا ہے؟**

ج: پانی نکالنے کے لیے مشک کو چیرنا اس لیے ضروری ہے کہ جاڑے کی وجہ سے پانی جم کر برف بن گیا ہے۔

س9: **بھٹیارا کسے کہتے ہیں؟**

ج: بھٹی پر کام کرنے والے کو بھٹیارا کہتے ہیں۔

س10: **شاعر کی زبان اولا کیوں ہو رہی ہے؟**

ج: شاعر کی زبان جاڑے کی وجہ سے اولا ہو رہی ہے۔

TopStudyWorld.com

Keep Visiting TopStudyWorld.Com For Getting Great Marks in SSC, HSSC, and Entry Tests.

تفہیم اشعار (18)

عالم پہ تو جو آئی ہے رنگ اپنا پھیرتی ہاتھوں سے مشک اڑتی ہے عنبر بکھیرتی
دنیا پہ سلطنت کا تری دیکھ کر حشم کھاتا ہے دن بھی تاروں بھری رات کی قسم
روئے زمیں پہ جل رہے تیرے چراغ ہیں اور آسماں پہ کھلتے ستاروں کے باغ ہیں
بجلی ہنسے تو رخ ترا دیتا بہار ہے شبنم کو موتیوں کا دیا تو نے ہار ہے
سب تجھ کو لیتے آنکھوں پہ ہیں بلکہ جان پر پورا ہے تیرا حکم، پر آدھے جہان پر

سوالات:

س1: مندرجہ بالا اشعار کا مناسب عنوان تجویز کیجیے۔

ج: (1) رات (2) منظر شب

س2: ان اشعار میں کس چیز کی کیفیت بیان کی گئی ہے؟

ج: ان اشعار میں رات کے منظر کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

س3: دن تاروں بھری رات کی قسم کیوں کھاتا ہے؟

ج: دن تاروں بھری رات کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ دنیا میں رات کی حکمرانی کی وجہ سے متاثر ہے۔

س4: ''روئے زمین پہ جل رہے تیرے چراغ ہیں'' یہاں چراغ سے کیا مراد ہے؟

ج: یہاں چراغ سے ستارے مراد ہیں۔

س5: ''شبنم کو موتیوں کا دیا تو نے ہار ہے'' اس مصرعے کی تشریح لکھیں۔

ج: رات کی ٹھنڈک کی وجہ سے سبزے پر شبنم پڑتی ہے اور اس کے قطرے یوں نظر آتے ہیں گویا وہ موتیوں کے ہار ہیں۔

س6: پہلے شعر میں مشک اڑانا اور عنبر بکھیرنا سے کیا مراد ہے؟

ج: مشک اڑانے اور عنبر بکھیرنے سے مراد یہ ہے کہ رات مشک و عنبر کی طرح تاریکی پھیلا دیتی ہے۔ مشک و عنبر دونوں سیاہ رنگ کی خوشبوئیں ہیں۔

س7: ''حشم'' کے معنی بتایئے اور اس پر اعراب لگایئے۔

ج: حشم کے معنی ہیں نوکر چاکر یا خدمتگار لوگ۔ یہاں مراد ہے شان و شوکت۔ (حَشَم)

س8: ''پورا ہے تیرا حکم پر آدھے جہاں پر'' کی تشریح کیجیے۔

ج: رات کا حکم آدھے جہاں پر چلتا ہے یعنی زمین کے آدھے حصے پر دن ہوتا ہے اور آدھے حصے پر رات۔

س9: ''بجلی ہنسے تو رخ ترا دیتا بہار ہے'' اس مصرعے کی تشریح کیجیے۔

ج: جب بجلی چمکتی ہے تو روشنی پھیل جاتی ہے۔ جس سے ہر چیز جگمگا اٹھتی ہے اور اس سے رات کے منظر میں دلکشی پیدا ہو جاتی ہے۔

س10: ''سب تجھ کو لیتے آنکھوں پہ ہیں بلکہ جان پر'' اس مصرعے کی تشریح کیجیے۔

ج: رات کو سب لوگ دل و جان سے چاہتے ہیں کیونکہ رات کے وقت وہ اپنی نیند پوری کرتے ہیں اور اگلے دن کے لیے تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆